شاہکار کتاب
زیرِ ادارت : سید قاسم محمود
نوجوان ورتھر کی داستانِ غم
جرمنی کے مشہور شاعر
گوئٹے کا واحد ناول
ترجمہ : میاں محمد افضل
Rs. 4

Ebook By
Anis ul Hassah Shah

https://web.facebook.com/Shah.AnisulHassan/

https://wa.me/message/923142893816

سشاھکاریہ

شاہکار نیوز بلیٹن

قائدِاعظم ایوارڈ

شاہکار کتاب نمبر ۲۵ (قائدِاعظم میری نظر میں۔ از ایم اے ایچ اصفہانی) میں اعلان کیا گیا تھا کہ دو ہزار روپے کی حقیر رقم کا ایک ایوارڈ مکتبہ شاہکار کی جانب سے قائم کیا جا رہا ہے جو اس شخص کو پیش کیا جائے گا جو کسی بھی شعبے میں پاکستان کی نمایاں خدمت انجام دینے کا شرف حاصل کرے گا۔ اس سلسلے میں قارئین کی آرا طلب کی گئی تھیں۔ سب کی متفقہ رائے یہ ہے کہ یہ ایوارڈ "قائدِاعظم" پر ہر سال بہترین شاہکار تصنیف پر دیا جانا چاہیئے۔ عملی لحاظ سے یہی رائے درست ہے۔

چنانچہ ۱۹۷۶-۱۹۷۷ء کے لیے تصنیف کا موضوع ہے۔ "حیاتِ قائدِاعظم" یعنی بانیٔ پاکستان کی سوانح عمری۔ مسودات کی وصولی کی آخری تاریخ ۱۴ اگست ۱۹۷۷ء ہے۔ مسودہ تقریباً ایک لاکھ الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ ایوارڈ کمیٹی جس مسودے کو بہترین قرار دے گی، اسے ایوارڈ پیش کیا جائے گا اور یہ کتاب ۲۵ دسمبر ۱۹۷۷ء کو شاہکار کے زیرِ اہتمام شائع کی جائے گی۔

شاہکار ہفتۂ کتاب

فیصلہ کیا گیا ہے کہ ملک کی تاریخ میں پہلی بار ہر سال جنوری کے پہلے ہفتے کے دوران میں ملک بھر میں "ہفتۂ کتاب" منایا جایا کرے۔ چنانچہ اوّلین ہفتۂ کتاب ۳ جنوری سے ۹ جنوری تک منایا جائے گا۔ اس سلسلے میں مفصّل پروگرام بنایا جا رہا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنی قیمتی تجاویز سے ۳۰ ستمبر تک مطلع فرمائیں۔

شاہکار نیوز ایجنٹس ڈائرکٹری

ہمارے ہاں ناشر حضرات نیوز ایجنٹوں اور کتب فروشوں کے پتے "خفیہ" رکھنے کے قائل اور عادی چلے آ رہے ہیں۔ شاہکار کے آنے سے جہاں اور بہت سے امور میں اصلاحات ہو رہی ہیں، وہاں رازداری کا یہ رجحان بھی انشاء اللہ "شاہکار" ہی ختم کرے گا۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ "ہفتۂ کتاب" کے موقع پر پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے نیوز ایجنٹوں کی ایک ڈائرکٹری مرتّب کر کے شائع کی جائے۔ اس سلسلے میں نیوز ایجنٹوں سے الگ بھی رابطہ قائم کیا جا رہا ہے، اُمید ہے کہ وہ حسبِ سابق بھرپور تعاون سے کام لیں گے۔

آپ کا

سیّد قاسم محمود

ٹیلیفون: ۳۵۴۱۰۳ - تار: "شاہکار"

شاہکار

رسالے کی شکل وصورت میں ہر زبان کی، ہر زمانے کی، ہر موضوع کی شاہکار کتابیں دُنیا بھر میں ارزاں ترین قیمتوں پر شائع کرنے کا انقلابی پروگرام

زیرِ ادارت:

سیّد قاسم محمود

نوجوان ورتھر کی داستانِ غم

مصنّف : گوئٹے

مترجم : میاں محمد افضل

ناشر : سیّد قاسم محمود
مکتبۂ شاہکار، لاہور

طابع : ریاض حسین
الجدّہ پرنٹرز۔ لاہور

تاریخِ اشاعت : یکم ستمبر ۱۹۷۶ء

قیمت :

بانیٔ پاکستان کے آخری ایّام

بیادِ قائدِاعظم

خواجہ ظفر نظامی نوشہروی

قیمت : ۲/۵۰

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتا

مکتبۂ شاہکار پوسٹ بکس ۱۷۸۷ - لاہور

نوجوان ورتھر کی داستان غم

جرمنی کے مشہور گوئٹے کا واحد ناول

ترجمہ: میاں محمد افضل

پیش لفظ

یہ ناول جرمنی کے عالمی شاعر گوئٹے (1832-1749) کا اکلوتا ناول ہے۔ 1947ء میں منصۂ شہود پر آیا۔ بہت جلد اس نے وہ مقبولیت اور شہرت دوام حاصل کرلی جو عالمی ادب میں بہت کم کسی تصنیف کے حصے میں آتی ہے۔

بڑی حد تک یہ ناول گوئٹے کی ذاتی آپ بیتی کہلا سکتا ہے۔ اس کے مرکزی کردار ورتھر کی شخصیت کے پردے میں مصنف کی اپنی شخصیت جلوہ گر نظر آتی ہے۔ ایک شادی شدہ عورت سے شدید محبت، بچوں اور سادہ لوح عوام کی محبت میں سکون کی تلاش، معاشرے کی کھوکھلی اور مصنوعی رسومات کی مخالفت، قدیم یونانی ادب سے لگاؤ، فطرت کی سادگی اور حسن میں دلچسپی، یہ تمام باتیں دراصل مصنف کی اپنی شخصیت اور ذاتی زندگی کے حقائق سے تعلق رکھتی ہیں۔ گوئٹے کا زمانہ "آئیڈیل پرستی" کا زمانہ تھا۔ آئیڈیل پرستی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ انسانی شخصیت میں "کمال" کو تلاش کیا جاتا ہے۔ موجودہ کہانی کے دو سب سے اہم کردار ہیں، ورتھر اور لوتی۔ ورتھر ایک ایسا آئیڈیل کردار ہے جس میں مردانہ شخصیت کی تمام اعلیٰ خوبیاں موجود ہیں۔ وہ مصوری کرتا ہے۔ رومانٹک ہے۔ خوبصورت ہے۔ انٹلکچوئل ہے۔ زندگی کی خوبصورت چیزوں کا دلدادہ ہے۔ اس کی محبت خالص اور سچی محبت ہے۔ اپنی محبوبہ اور اس کے خاوند کے درمیان حائل ہونے کی بجائے وہ موت کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کی خودکشی، زندگی کی تلخیوں کے سامنے اعتراف شکست نہیں بلکہ ایک اعلیٰ مقصد کے لیے جان کی قربانی ہے۔

لوتی، دوسرا اہم ترین کردار ہے۔ اس کی شخصیت، نسوانیت کا آئیڈیل ہے۔ وہ حسن و خوبی کا لاثانی مجسمہ ہے۔ اس کے ہاں دل اور دماغ کا ایسا توازن موجود ہے جس کی صرف تمنا ہی کی جا سکتی ہے۔ اس کی شخصیت میں ایسی دلکشی، سیرت اور صورت کے حسن کا انتہائی کمال پایا جاتا ہے۔ اس میں شفقت، بیوی کی وفاداری اور محبوبہ کی بے لوث قربانی کی اعلیٰ ترین صفات موجود ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ورتھر اس سے شدید محبت کرتا ہے وہ اپنے منگیتر (اور بعد میں خاوند) سے دھوکا نہیں کرتی اور نسوانی وفا کا نقش دلوں پر بٹھاتی چلی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ورتھر کی دل شکنی بھی گوارہ نہیں کر سکتی۔ خاوند کی اطاعت اور محبوب کی محبت کے درمیان وہ کسی رابطہ اور پل کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہے۔ جب یہ پل دستیاب نہیں ہوتا تو وہ خاوند کی "اطاعت" پر "محبت" کو بھینٹ چڑھا دیتی ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی پستول ورتھر کے خادم کو دے دیتی ہے حالانکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ وہ خاموش رہتی ہے، دل کی بات زبان پر نہیں لا سکتی۔ نہ محبوب کے سامنے، نہ خاوند کے سامنے۔ یہی اس کے کردار کی عظمت ہے، یہی اس کی حقیقی قربانی ہے۔ پورے ناول میں کہیں بھی لوتی کی زبان یا کسی اشارہ سے ورتھر کے لئے اقرارِ محبت نہیں ملتا۔ لیکن یہ اندازہ لگانا بھی دشوار نہیں کہ وہ ورتھر سے محبت کرتی ہے خواہ وہ خاموش محبت ہی سہی۔

روایتی طور پر یہ ناول "خودکشی کی نفسیات" کا ناول سمجھا جاتا ہے۔ اس کہانی میں ہیرو کی زندگی سے بیزاری اور انجام کار خودکشی کی مرحلہ وار داستان بیان کی گئی ہے۔ پوری داستان میں انسانی جذبات اور احساسات کے لئے ایسی "اپیل" موجود ہے کہ مطالعہ کرتے ہوئے قاری کے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی چلی جاتی ہیں، حتیٰ کہ ناول کے خاتمہ پر جب بالآخر ورتھر

خود کشی کرتا ہے تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کسی بھیانک خواب سے اچانک آنکھ کھل گئی ہو۔ یہ ایک پر درد اور المناک کہانی ہے۔ لیکن مجموعی طور پر اس سے زندگی کے خلاف نفرت کا احساس نہیں ابھرتا۔ ورتھر کی زبان میں مصنف نے ایک جگہ یہ خیال ظاہر کیا ہے "ہم اسے انسان کی قسمت کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اسے مقررہ مدت تک مصائب کا شکار ہونا پڑتا ہے اور زیست کا زہر بھرا جام اخیر تک پینا پڑتا ہے۔"

یہ انداز فکر اگر مثبت نہیں تو منفی بھی نہیں کہلا سکتا۔ ورتھر کی داستان بذات خود اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ موت کے مقابلہ میں زندگی زیادہ حسین اور دلکش ہے۔ ورتھر اگر خود کشی کرتا ہے تو اس لئے نہیں کہ موت اس کو زندگی سے زیادہ حسین دکھائی دینے لگی تھی بلکہ اس لئے کہ اس نے ایک اور زندگی (لوتی اور البرٹ کی زندگی) کو زیادہ خوشگوار بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے آپ اس کا ایثار یا جذبۂ قربانی کہہ سکتے ہیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ ورتھر کی امیدوں کے برعکس اس کی خود کشی سے البرٹ اور لوتی کی زندگی زیادہ تلخ ہو جاتی ہے۔

یہ ایک پر تاثیر داستان ہے۔ اس کے اثر کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یورپ میں کئی نوجوان اسے پڑھنے کے بعد ورتھر کے راستے (خود کشی) پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یورپی ادب کا یہ شاہکار ناول (جو اپنی اصل زبان جرمن میں لکھا گیا تھا) متعدد بڑی زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ اردو زبان میں یہ دوسرا ترجمہ ہے۔ مترجم کو زبان کے معاملے میں اپنی کوتاہی داماں کا پورا احساس ہے۔ کسی بھی غلطی یا فروگذاشت کی نشاندہی پر مترجم قارئین کا ممنون ہو گا۔

میاں محمد افضل

حصہ اول

4 مئی 1771

یہ بتانا میرے لیے ناممکن ہے کہ میں اس جگہ سے دور رہ کر اب کتنا خوش ہوں۔ پیارے دوست! انسان کا دل بھی کیا عجیب چیز ہے۔ مجھے آپ سے پیار ہے۔ ہمارا جدا ہونا محال تھا۔ لیکن اب میں ہوں کہ جدائی برداشت کر رہا ہوں اور اپنے موجودہ حال پر راضی ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور معاف کر دیں گے۔ کیا میری یہ تمام وابستگیاں قدرت نے میرے جیسے کسی دل کو توڑنے کے لیے پیدا نہیں کیں؟ بیچاری لیونارد! لیکن اس میں میرا کیا قصور تھا؟ اب یہ میرا قصور تھوڑا ہی تھا کہ جس وقت اس کی خود پسند بہن مجھے اپنا گرویدہ بنائے ہوئے تھی، غریب لیونارد نے اپنے دل میں میرا پیار بسانا شروع کر دیا۔ تاہم اس کے باوجود میں اپنے آپ سے کہتا ہوں۔۔ کیا میں سراسر بے قصور ہوں۔ غالباً کیا میں نے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی؟ کیا میں عموماً بے تکلفی میں اس کی فطری اور معصوم باتوں سے محظوظ نہیں ہوتا تھا جن کی بدولت ہم دونوں کو ہنسی آجاتی تھی حالانکہ در حقیقت ان باتوں میں ہنسنے والی کوئی وجہ نہیں ہوتی تھی! کیا میں نے۔۔۔۔۔۔۔! آہ، انسان کیسی چیز سے بنا ہے کہ پھر اپنے آپ کو کوستا بھی ہے؟ میرے دوست! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نسبتاً بہتر کام کر سکوں گا! میں آئندہ اپنی موجودہ عادت کو ترک کر کے تقدیر کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں پر دل نہیں جلاؤں گا۔ میں ماضی کو اس کے اپنے حال پر چھوڑتا اور موجودہ زندگی سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ میرے بہترین دوست! آپ بالکل صحیح کہتے ہیں کہ اگر انسان اپنے ماضی کی کوتاہیوں کو حافظے سے نکالنے میں بہت کم آمادہ نہ ہوتا اور ہمیشہ اپنے حال پر قناعت کرتا تو دنیا میں اتنے زیادہ دکھ نہ پائے جاتے۔ خدا جانے انسان فطرتاً ایسا کیوں ہے؟

مہربانی کر کے آپ میری ماں سے کہہ دیں کہ میں اس کے متنازعہ فیہ معاملات طے کرنے کی اپنے تیئں پوری کوشش کر رہا ہوں اور جونہی ممکن ہوا میں اسے اطلاع روانہ کروں گا۔۔۔ میں نے اپنی خالہ سے بات کی ہے اور بالکل وثوق سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ہرگز ویسی خطرناک نہیں جیسا کہ اس کے بارے میں مشہور کیا جاتا ہے۔ وہ نہایت خوش مزاج بلکہ انتہائی مہربان دل رکھنے والی باہمت عورت ہے۔ میں نے اس کے سامنے نامنقسم میراث میں حصے کے متعلق اپنی ماں کا شکوہ بیان کیا۔ اس نے مجھے اس کی وجوہات اور تقسیم کی شرائط بتائیں۔ ان شرطوں کے مطابق ہمیں اپنے مطالبے سے بھی زیادہ جائیداد ملے گی۔ تاہم میرا دل ان باتوں کی تفصیل میں جانے کو نہیں چاہتا۔ پس انہیں اس قدر بتا دیجئے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ میرے دوست! ان معاملات کو طے کرنے کے دوران مجھ پہ یہ انکشاف ہوا کہ کاہلی اور غلط فہمی سے اس دنیا میں جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ محض برائی اور شرارت سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہر صورت میں مؤخر الذکر بہت کم نظر آتی ہے۔

اور ہاں میں اپنے آپ کو نہایت بہتر حالت میں پاتا ہوں۔ یہاں کے حسین ماحول میں تنہائی روح کے لئے مرہم ثابت ہوئی ہے بلکہ اس کی فراوانی جوبن پر آئے ہوئے موسم بہار کے ساتھ مل کر میرے ڈانواں ڈول دل کی کشتی کے لئے بادبان کا کام کرتی ہے۔ یہاں کا ہر پیڑ اور گھاس کا ہر تحفہ مسرتوں کی ایک تقریب ہے۔ دل چاہتا ہے کہ میں کسی تتلی کی طرح خوشبوؤں کے اس بے کراں سمندر میں اڑتا پھروں اور اپنی زندگی کے لئے رس چوسا کروں۔

شہر میں بذات خود کوئی کشش موجود نہیں لیکن میں اس کمی کا مداوا ارد گرد پائے جانے والے ناقابل بیان حسن سے لطف اندوز ہو کر کر لیتا ہوں۔ غالباً اسی وجہ سے مرحوم جاگیردار ایم وان نے یہاں پائی جانے والی متعدد پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی کے دامن میں باغیچہ قائم کیا تھا۔

یہ انتہائی حسین وادی ہے۔ باغیچہ زیادہ ترتیب یا کسی خاص تنظیم کا حامل نہیں۔ یہاں داخل ہوتے ہی انسان محسوس کرتا ہے کہ باغیچہ کسی ماہر نباتات نے نہیں بلکہ ایک حساس دل کے مالک انسان نے لگایا ہے جو فطرت کے حسن میں مسرت کا متلاشی تھا۔ باغیچہ میں موجود موسم گرما کا شکستہ بنگلا جو کبھی اس مرحوم شریف النفس انسان کی پناہ گاہ ہوا کرتا تھا، آجکل میرا ٹھکانہ ہے۔ میں نے اس میں بیٹھ کر اکثر اس مرحوم شریف النفس انسان کے لئے اشک ریزی کی ہے۔ بہت جلد میں اس باغیچے کا مالک بن جاؤں گا۔ باغبان میرے متعلق اچھے خیالات رکھتا ہے۔ اگرچہ مجھے یہاں آئے ہوئے صرف چند روز ہی ہوئے ہیں۔ لیکن میں یہ خیال رکھوں گا کہ مالی میرے ماتحت کام کرنے سے خوش رہے۔

10 مئی

میرا دل موسم بہار کی ان صبحوں کی طرح جنہیں میں دل سے پسند کرتا ہوں، ایک وجد آور مسرت سے لبریز ہے۔ میں تنہا ہوں اور اپنے ارد گرد کے ماحول میں خود کو پا کر نہایت خوش ہوں۔ گویا یہ ماحول فقط میری بے چین روح کی تسکین کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ میں انتہائی مسرور ہوں اور موجودہ خاموش اور پر امن زندگی کی لذتوں میں اس قدر کھویا ہوا ہوں کہ میرا مشن متاثر ہو رہا ہے۔ حالت یہ ہے کہ میں نیچر کے حسن کے بیان میں قلم کو عاجز پاتا ہوں۔ تاہم جو تصویر کشی اور مصوری میں کر رہا ہوں اس سے بہتر کبھی نہ کر سکا تھا۔۔۔۔۔ جب اس خوبصورت وادی میں میرے چاروں طرف دھند اور کہر کے بادل تیرتے ہیں۔ جب آفتاب اس ناقابل شگاف گھنے جنگل کے عین اوپر دوپہر کے وقت چمکتا ہے جس کی محض چند آوارہ کرنیں جنگل کی دیوی کے پوشیدہ

حجرے کا طواف کر سکتی ہیں۔ جب میں بلند گھاس کے درمیان تیز روندی کے کنارے لیٹا فرشِ زمین پہ اگنے والی بے شمار چھوٹی چھوٹی اور مختلف النوع چیزوں کے وجود سے مطلع ہوتا ہوں جن میں سے ہر ایک اپنی مخصوص انفرادیت کی حامل ہوتی ہے۔ جب میں گھاس کی پتیوں میں آباد ننھی منی دنیا کے وجود کا احساس کرتا ہوں اور ان گنت شکلوں کے کیڑے اپنے دل کے بالکل قریب دیکھتا ہوں اور باری تعالیٰ کی موجودگی کا احساس کرتا ہوں جس نے مجھے اس لامحدود مسرت سے ہمکنار کیا ہے تب میرے دوست، جب کہ یہ کیفیت نور کے سانچے میں ڈھل کر میری آنکھوں میں سمٹ آتی ہے اور زمین و آسمان دونوں کسی معشوق کی طرح میری روح میں سما کر قرار پکڑ لیتے ہیں، اس وقت اکثر یہ شوق اور خیال میرے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ اے کاش جو کچھ اس وقت میرے اندر سمایا ہوا ہے اسے میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کر سکتا! تاکہ جس طرح میری روح خدا کی بیکراں ہستی کا آئینہ ہے، تحریر بھی میری روح کا آئینہ بن جائے۔ آہ! میرے پیارے دوست۔۔۔۔۔۔ لیکن مجھے تو اس ہوشربا حسن نے لوٹ لیا ہے۔ میں اس کی شان و عظمت کے آگے سرنگوں ہوں۔

12 مئی

مجھے معلوم نہیں کہ آیا فریب کار روحیں یہاں منڈلاتی ہیں یا یہ محض میرے دل کے شوخ لاابالی وسوسے ہیں جن کی بدولت مجھے یہاں کی ہر شے خوشی و مسرت سے لبریز نظر آتی ہے۔ بیرون شہر ذرا فاصلے پر ایک چشمہ ہے جس کی پر اسرار کشش نے مجھے فریفتہ کیا ہوا ہے بالکل ایسے جیسے میلوسنہ اور اس کی بہنیں فریفتہ تھیں۔ آپ ایک مختصر ڈھلوان سے نیچے اتریں تو نچلی سطح پر

ایک محرابی راستے کا سامنا ہو گا۔ وہاں سے بیس قدم چلنے کے بعد آپ ایک ایسی اترائی میں جا پہنچیں گے جہاں ایک مرمریں چٹان میں سے شفاف پانی اچھل رہا ہو گا۔ چھوٹی سی دیوار جو اوپر سے اس مقام کو ڈھانپے ہوئے ہے اور ارد گرد لمبے پیڑ جو یہاں کی خنکی اور تروتازگی اپنے دامن سے چھپائے ہوئے ہیں ایک پراسرار ماحول کو جنم دیتے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گذرا جب میں نے یہاں گھنٹہ دو گھنٹہ قیام نہ کیا ہو۔ شہر سے نوجوان دوشیزائیں آکر یہاں سے پانی لے جاتی ہیں۔ یہ ایک سادہ مگر ضروری کاروبار ہے۔ قدیم ایام میں تو شہزادیاں بھی یہ کام کیا کرتی تھیں۔ اس وقت جب کہ میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں، میری آنکھوں کے سامنے وہی قدیم زمانے کا آبائی ماحول گھوم رہا ہے۔ چشم تصور سے میں اپنے آباؤ اجداد کو ایسے ہی کسی چشمے کے کنارے عشق کرتے دیکھتا ہوں، کیسی نیک روحیں ایسے مقامات پر گھوما کرتی تھیں۔ اب کوئی اگر میری طرح محسوس کرنے سے قاصر ہے تو اسے گویا موسم گرما کے کسی سخت گرم دن میں سفر کے بعد کسی ٹھنڈے چشمے سے راحت پانے کا تجربہ کبھی نہیں ہوا۔

13 مئی

آپ نے مجھے کتابیں بھیجنے کی پیشکش کی ہے! میرے عزیز دوست، خدارا ایسا مت کیجئے۔ مجھے ہر گز کسی حوصلہ افزائی اور خارجی مصروفیت کی ضرورت نہیں۔ میرے دل کا یہ عالم ہے کہ کسی بیرونی اثر سے بے نیاز وجد کی کیفیت میں ہے۔ مجھے صرف لوری چاہیئے جو بکثرت ہومر کے شعروں میں مل گئی ہے۔ کتنی ہی مرتبہ اپنے خون کے جوش کو قابو میں رکھنے کے لئے کوشش کرنا پڑتی ہے! میرے اس دل سے زیادہ متلاطم اور پر جوش آپ نے کبھی کوئی شے نہ دیکھی ہو گی۔

لیکن میرے دوست مجھے اس تمام کیفیت کا حال آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ آپ جو کہ میری کیفیت، غم سے اچانک زبردست مسرت اور اپنے ایک خوش آئند اداسی سے تباہ کن جذبے میں تبدیل ہوتے اکثر دیکھ چکے ہیں۔ میں اپنے دل کی بیمار بچے کی طرح تیمارداری کررہا ہوں اور اس کے ہر وہم کے آگے سر جھکا دیتا ہوں۔ تاہم یہ باتیں کسی ذی روح کو نہیں بتا سکتا۔ ایسے لوگ موجود ہیں جو اس کے لئے میری مذمت کریں گے۔

15 مئی

یہاں کے سادہ لوح لوگ پہلے ہی مجھے جانتے ہیں اور غالباً مجھے پسند بھی کرتے ہیں بالخصوص بچے۔ شروع میں جب میں نے ان لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے کی کوشش کی اور ان سے ادھر ادھر کے سوال پوچھتا تو بعض لوگوں نے سوچا کہ شاید میں ان کا تمسخر اڑارہا ہوں، چنانچہ وہ کچھ بے رخی سے پیش آتے تھے۔ لیکن میں نے اس کی کوئی پروانہ کی۔ میں نے عموماً اس بات کا مشاہدہ کیا ہے اور اسے اب شدت سے محسوس کرتا ہوں کہ کسی منصب یا مرتبے پر فائز لوگ عام آدمی سے کچھ فاصلے پر رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا قریب ہونے میں ان کا کچھ کھو جائے گا۔ اس کے علاوہ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان سادہ لوح لوگوں اور بے ضرر گنواروں (جو نہایت صاف گو واقع ہوئے ہیں) کے ساتھ ہر قسم کے سماجی تعلق سے کتراتے ہیں اور یوں اپنے رویے سے ان غریب لوگوں کو اپنے کھوکھلے اور مفروضہ کردار سے مطلع کردیتے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ ہم انسان نہ تو برابر پیدا ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں لیکن جو شخص ان نام نہاد گنوار لوگوں سے محض اپنے وقار کا بھرم قائم رکھنے کے لئے الگ تھلگ زندگی بسر کرتا ہے وہ اسی طرح قابل نفرین

ہے جس طرح کہ وہ بزدل شخص جو شکست کے مفروضہ خدشے کی بنا پر اپنے دشمنوں سے روپوش ہو کر ادھر ادھر گھومتا ہے۔

چند روز پہلے کی بات ہے کہ میں اس چشمے کی طرف گیا اور وہاں میں نے ایک نوجوان خادمہ کو پایا۔ اس نے پانی کا مٹکہ سیڑھی کے سب سے نچلے حصے پر رکھا ہوا تھا اور ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ کوئی اس کی سہیلی آئے اور مٹکہ اس کے پر پہ رکھنے میں اس کی مدد کرے۔ میں چند قدم نیچے اترا اور اس کے سامنے جا کر کہا۔ "کیا تم یہ پسند کرو گی کہ میں تمہاری مدد کروں؟" وہ عورت قدرے گھبر اگئی اور کہا۔ "اوہ! نہیں جناب، نہیں۔" میں نے اس سے کہا۔ "ہمیں رسم و رواج کے تکلفات پر اصرار نہیں کرنا چاہیئے۔" اس کے بعد اس نے اپنے سر پہ گدی رکھی اور میں نے مٹکہ اٹھوانے میں اس کی مدد کی۔ اس نے میرا شکر ادا کیا اور چلتی بنی۔

17 مئی

یہاں میں ہر نوع کے لوگوں سے مل چکا ہوں لیکن حقیقی ساتھی کی ابھی تک تلاش ہے میں خود نہیں جانتا کہ میرے پاس کشش کے کیا ذرائع ہیں لیکن اکثر لوگ مجھے پسند کرنے لگتے ہیں اور میرے ساتھ وابستگی پیدا کر لیتے ہیں۔ بعد میں جب صرف مختصر مدت تک ہمارے راستے اکٹھے چلتے ہیں تو مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ آپ نے پوچھا ہے کہ یہاں کے لوگ کیسے ہیں؟ میں فقط یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح دوسرے تمام لوگ ہیں! انسانی نسل کی خصوصیات کا ایک ٹھوس اشتراک موجود ہے۔ ان میں سے پیشتر اپنی زندگی کا بڑا حصہ زندہ رہنے کے لئے محنت و مشقت میں گزار دیتے ہیں۔ باقی جو تھوڑی سی فراغت اور آزادی انہیں نصیب ہوتی ہے اس سے وہ اس

قدر خوف محسوس کرتے ہیں کہ اس سے نجات پانے کے لئے وہ ہر کام کر گزرتے ہیں۔ آہ! انسان کی قسمت!

لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ بڑے اچھے لوگ ہیں۔ کبھی کبھی جب میں اپنے آپ کو بھول جاتا ہوں اور ان چند لذتوں میں (جو ابھی تک انسان کے بس میں ہیں) کھو جاتا ہوں اور خوبصورتی سے سجی ہوئی میز کے کنارے پر بیٹھ کر پورے خلوص سے ان کا لطف اٹھاتا ہوں۔ یا جب کسی مناسب وقت پر باہر سیر و تفریح یا رقص کا اہتمام کرتا ہوں۔۔۔۔اس قسم کی چیزوں سے مجھے خاصا فائدہ پہنچتا ہے۔ واحد چیز جس کے متعلق نہیں سوچنا چاہیئے یہ ہے کہ میرے پاس اور بھی کئی صلاحتیں ہیں جو فی الحال ضائع جا رہی ہیں اور جنہیں احتیاط کے ساتھ پوشیدہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مگر آہ! اس سے میرا دل کس قدر دکھتا ہے! بہر حال لوگوں کی غلط فہمی کا شکار ہونا میرے جیسے لوگوں کا مقدر رہے!

میں اس قدر اداس ہوں کہ میری نوجوانی کی محبوبہ موجود نہیں ہے، میں اس دن کا افسوس کرتا ہوں جب میری اس سے آشنائی ہوئی تھی۔۔ اگر میری اس سے شناسائی نہ ہوتی تو میں کہہ سکتا تھا۔ "تم پاگل ہو، تم ایسی چیز کی تلاش میں ہو جس کا کوئی وجود نہیں۔" لیکن وہ میری تھی۔ میں ایک ایسے دل کی تپش اور ایک ایسی روح کی پاکیزگی سے متعارف ہوا جس کے روبرو میری حیثیت اصل سے زیادہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ میں وہ سب کچھ تھا جو میں زیادہ سے زیادہ بن سکتا تھا۔ بخدا، اس وقت میرے دل کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو زندگی سے لبریز نہ ہو۔ اس کے ساتھ میرے وہ شاندار جذبات وابستہ تھے جن سے میرا دل فطرت کے حسن کو جذب کرتا ہے۔ ہمارا تعلق نفیس قسم کی ذہانت اور گہرے مشاہدے کا مستقل باہمی رد عمل تھا۔ حتیٰ کہ نقطہ نظر کے

بعض باہمی اختلافات اور یہاں تک کہ وقتاً فوقتاً اس کی شوخیاں اور شرارتیں اس کی اعلیٰ ذہانت کا ہر ممکن ثبوت فراہم کرتی تھیں۔ اور اب! افسوس جتنے برس وہ مجھ سے بڑی تھی آج سے اتنے ہی برس پہلے وہ قبر میں جا سوئی۔ لیکن میں کبھی اسے فراموش نہ کروں گا۔ نہ اس کا شاندار دماغ اور نہ اس کی پاکیزہ مروت!

چند روز قبل مجھے ایک "ڈبلیو" نامی نہایت سادہ دل اور پر کشش چہرے والے نوجوان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے حال ہی میں یونیورسٹی سے فراغت حاصل کی ہے اور اپنے کو زیادہ عقلمند نہیں سمجھتا۔ تاہم اس کا خیال ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے زیادہ جانتا ہے۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں وہ نہایت محنتی شخص رہا ہو گا۔ اسی وجہ سے وہ خاصی معلومات رکھتا ہے۔ اس نے کہیں سے سنا کہ میں تصویر کشی خوب کر لیتا ہوں اور یہ کہ میں یونانی زبان بھی جانتا ہوں (یہ چیزیں یہاں کم لوگ جانتے ہیں)۔ اس پر وہ مجھے ملنے آیا اور اس نے اپنے سارے علم و دانش کا سارا اثاثہ میرے آگے ڈھیر کر دیا۔ "باتیو" سے "وڈ" اور "دی پائلے" سے "ونکل مان" تک۔ اس نے مجھے یقین دلایا کہ اس نے "سولزر" کی تھیوری کا مکمل حصہ پڑھ رکھا ہے اور یہ کہ اس کے پاس "ہائنے" کی کتاب "مطالعہ قدامت" کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ میں نے اسے باتیں کرنے کی پوری چھٹی دی۔

اس کے علاوہ میری ملاقات ایک اور شریف النفس آدمی سے ہوئی۔ یہ شخص اس علاقے کا مجسٹریٹ ہے اور بڑا ہی صاف گو اور سیدھا سادا آدمی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسے اپنے بچوں کی معیت میں دیکھنے سے انسان کو بڑا لطف آتا ہے۔ اس کے بچوں کی تعداد نو ہے۔ اس کی سب سے بڑی لڑکی کے بارے میں کافی چہ میگوئیاں کی جا رہی ہیں۔ اس نے مجھے اپنے بچوں سے ملنے کی دعوت دی ہے، جونہی ممکن ہوا میں ان سے ملوں گا۔ وہ ولی عہد شاہزادے کی شکار گاہ میں

واقع ایک مکان میں قیام پذیر ہے جو یہاں سے ڈیڑھ گھنٹے کے فاصلے پر ہے۔ اسے اس جگہ رہنے کی اجازت تب دی گئی جب اس کی بیوی کی وفات کے بعد اس کے لئے اپنے سرکاری مکان میں رہنا ذہنی اذیت بن گیا۔

ان دونوں کے علاوہ چند ایسے عجیب و غریب کرداروں سے بھی میری ملاقات ہوئی ہے جن کے متعلق ہر چیز ناقابل برداشت معلوم ہوتی ہے، بالخصوص دوستی۔۔۔۔۔ اچھا خدا حافظ! اس خط سے آپ کو خوش ہونا چاہیئے۔ یہ سراسر حقائق پر مبنی ہے!

22 مئی

یہ بھید کہ زیست محض ایک خواب ہے، صرف چند لوگوں کو معلوم ہو سکا ہے۔ تاہم میرا احساس زندگی کے بارے میں یہی ہے۔ جب میں انسان کی قوت کارکردگی اور قوت تجسس پر عائد قیود کو دیکھتا ہوں اور یہ مشاہدہ کرتا ہوں کہ کس طرح اس کی تمام استعداد کار صرف اس کی ضروریات کی تکمیل پر صرف ہو جاتی ہے جس کا بذات خود صرف ایک مقصد ہے:- اس کی اندوہناک زندگی کا سلسلہ برقرار رکھنا۔ اور جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ کس طرح اپنی جدوجہد کے بعض پہلوؤں پر اس کی خود اعتمادی ایک خواب آلود تسکین سے زیادہ کچھ نہیں جس میں وہ اپنی قید کی دیواروں کو رنگا رنگ تصویروں اور نقاشیوں سے مزین کرنے کی کوشش کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔۔۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر میری زبان حیرت سے گنگ رہ جاتی ہے۔ میں اپنے باطن کی طرف توجہ مبذول کرتا ہوں جہاں ایک دنیا آباد نظر آتی ہے۔ لیکن ایسا کسی ڈرامائی انداز یا کسی

توانائی کے ساتھ نہیں بلکہ ایک ناگریز خواہش اور پراسرار تجسس کے تحت ہوتا ہے۔ تب سب کچھ میرے ذہن میں خلط ملط ہو جاتا ہے اور میں دنیا پر خواب آلود انداز میں مسکرائے جاتا ہوں۔

سب دانشمند عالم اور استاد متفق ہیں کو چھوٹے بچوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا چاہتے ہیں لیکن کوئی شخص یہ تسلیم کرنا پسند نہیں کرتا کہ بالغ اشخاص بھی روئے زمین پر بچوں کی طرح لڑکھڑاتے ہیں، انہیں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے آئے اور کہاں جارہے ہیں۔ ایک بالغ مرد بھی زندگی کے اعلیٰ وارفع مقاصد کی پیروی میں اسی طرح بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتا ہے جس طرح کہ ایک طفل جس کی تسکین اور جس پر قابو پانے کے لئے پکوان، کیک اور چھڑی کافی ہیں۔ میرے لئے یہ تمام حقیقتیں بالکل عیاں ہیں۔

میں ان حقائق کو تسلیم کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں۔۔۔۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تمہارا کیا جواب ہو گا؟۔۔۔۔ یعنی (آپ کہیں گے) کہ وہ لوگ انتہائی خوش و خرم ہیں جو فقط گذرنے والے لمحے کے لئے جیتے ہیں، بچوں کی مانند جو اپنی گڑیاں کبھی ادھر کبھی ادھر پھینکتے ہیں۔ کبھی ان گڑیوں کو کپڑے پہناتے ہیں کبھی اتارتے ہیں۔ جس الماری میں ان کی امی کھانے پینے کی چیزیں رکھتی ہے اس کو بڑی چاہ سے دیکھتے ہیں اور جب بالآخر انہیں اپنی پسندیدہ چیز مل جاتی ہے تو پھر اس چیز سے اپنا سارا منہ بھر لیتے ہیں، اسے چباتے ہیں اور نگلتے ہیں اور چلاتے ہیں۔ "امی کچھ اور!" ۔۔۔۔۔ واہ خوش و خرم مخلوق! بلکہ وہ خوش نصیب بھی ہیں کیونکہ انہیں اپنے گھٹیا کاموں بلکہ جذبات کا شاندار نام رکھنا آتا ہے۔ ان کا تذکرہ وہ کچھ ایسے انداز سے کرتے ہیں جیسا کہ یہ بہت بڑے کارنامے ہوں جن سے انسانیت مستفیض ہو گی۔ جو شخص بھی ایسا کر سکتا ہو وہ خوشحال رہتا ہے۔ لیکن ایک مسکین آدمی اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہے۔ اسے یہ

معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح ہر قناعت پسند شہری جنت کے متعلق اپنے محدود تصور کے مطابق اپنے چھوٹے سے باغیچہ کی آرائش و زیبائش کرتا ہے۔ کیسی ہمت کے ساتھ ایک ناخوش شخص بھی اپنا بوجھ برداشت کرتا ہے۔ اور کس طرح ان تمام افراد کے ذہن پر ایک ہی بھوت سوار ہوتا ہے ۔ سورج کو مزید ایک لمحے کے لئے چمکتا ہوا دیکھنا! یقین کیجئے کہ ایسا شخص خاموش رہتا ہے اور اپنی دنیا آپ تخلیق کرنے کا ڈھنگ سیکھتا ہے۔ وہ دوسرے لوگوں کی طرح زندہ رہ کر خوش ہوتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی پریشان ہو اس کے دل میں ہمیشہ ایک میٹھا سا آزادی کا خیال اس احساس کی بنا پر جاگزین ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے اپنے قید خانے سے چھوٹ سکتا ہے!

26 مئی

آپ کو میری عادت کا پتہ ہے کہ جہاں اپنے مطلب کی جگہ دیکھتا ہوں وہاں جا کر پناہ ڈھونڈ لیتا ہوں خواہ وہ جگہ کتنی ہی پس ماندہ اور دقیانوسی ہو۔ بہر حال یہاں مجھے اسی قسم کی جگہ میسر آگئی ہے! یہاں سے کوئی گھنٹہ بھر کی مسافت پر ایک جگہ واہلہیم ہے۔ اس کا ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہونا غیر معمولی بات ہے۔ اگر آپ اس بستی کو جانے والی پگڈنڈی پر سفر کریں تو پوری وادی کا منظر بالکل آنکھوں کے سامنے ہو گا۔ بستی کی سرائے میں پہنچیں تو ایک نیک عورت جو ڈھلی ہوئی عمر ہونے کے باوجود خاصی خوش طبع اور زندہ دل لگتی ہے، شراب، بیئر اور کافی سے آپ کی تواضع کرے گی۔ لیکن اس جگہ کے حسن کا کمال وہ دو لیموں کے پیڑ ہیں جن کی کشادہ ٹہنیاں چرچ کے صحن میں اگے ہوئے سبزے پر پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ چرچ جھونپڑیوں، غلے کے گوداموں اور کھیتی باڑی کے احاطوں میں گھرا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں نے شاید ہی ایسی خاموشی اور گہما گہمی

سے محفوظ جگہ، جہاں مجھے حقیقی سکون اور اپنائیت کا احساس ہوتا ہے، اس سے پیشتر کبھی دیکھی ہے۔ وہ میرے لئے ایک کرسی اور میز کا کھلی جگہ پر بندوبست کر دیتے ہیں اور میں وہاں بیٹھا کافی کی چسکیاں لینے کے ساتھ ساتھ "ہومر" پڑھتا رہتا ہوں۔ جب میں پہلی دفعہ ایک خوبصورت سہ پہر کو بالکل اتفاق سے اس جگہ وارد ہوا تھا تو گاؤں کو بالکل خالی پایا تھا، ہر شخص باہر کھیتوں میں تھا۔ صرف ایک چار برس کی عمر کا لڑکا سبزے پر بیٹھا ہوا تھا۔ جس نے چھ ماہ کے ایک بچے کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اپنی چھاتی سے کچھ اس انداز میں چپکایا ہوا تھا کہ اس کی آلتی پالتی بچے کے لئے آرام کرسی کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ لڑکا بڑی ہوشیاری سے ادھر ادھر دیکھتا تھا لیکن پھر بھی بڑی خاموشی اور اطمینان سے بیٹھا تھا۔ اس منظر نے مجھے بہت متاثر کیا۔ میں ایک قریب رکھے ہوئے ہل کے سہارے بیٹھ گیا اور اس برادرانہ شفقت اور محبت کے منظر کی تصویر بنانے لگا۔ میں نے باڑھ، گھاس پھونس کے گودام کا دروازہ اور ٹوٹی ہوئی بیل گاڑی کے پہیوں (غرضیکہ بالکل وہی پس منظر جو وہاں موجود تھا) کو تصویر میں منتقل کیا۔ کوئی ایک گھنٹہ بعد میں نے دیکھا کہ نہایت دلکش اور عمدہ تصویر تیار ہو چکی تھی جس میں میری طرف سے کوئی چیز شامل نہ تھی۔ اس تجربے کے بعد میرا یہ ارادہ مزید پختہ ہو گیا کہ آئندہ صرف فطرت سے لگاؤ رکھوں گا کیونکہ فطرت کا دامن بے حد وسیع ہے اور اس میں عظیم فن کار کو پروان چڑھانے کی صلاحیت موجود ہے۔ قواعد و ضوابط کی پابندی کے سود مند ہونے کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ وہ سب کچھ جو درمیانہ طبقے کی تعریف میں کہا جا سکتا ہے۔ یعنی وہ شخص جو ان سے تعلق رکھتا ہے ہرگز کوئی ایسی چیز تخلیق نہیں کرے گا جو بری ہو یا مذاق کے اعتبار سے نکمی ہو، بالکل ایسے ہی جیسے کوئی شخص جو قاعدے، قانون اور امارت کے سانچے میں ڈھلا ہو کبھی ایک ناپسندیدہ ہمسایہ یا ایک تخریب کار غنڈہ نہیں بنے گا۔

اس کے بر عکس حقیقت یہ ہے (خواہ وہ لوگ کچھ ہی کہیں) کہ قواعد و ضوابط کے چکر میں پھنس کر انسان نہ تو فطرت کی صحیح ترجمانی کر سکتا ہے اور نہ اس سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے آپ یہ کہیں کہ میں ذرا مبالغہ کر رہا ہوں اور یہ کہ قواعد و ضوابط ہمیں اپنی حدود میں رکھتے ہیں اور انگور کی جھاڑی کے غیر متناسب اور فالتو پتوں اور شاخوں وغیرہ کی قطع و برید کرتے ہیں۔ کیا آپ مجھ سے ایک مثال سننا پسند کریں گے۔ ہم اس نظریے کا اطلاق محبت پر کر سکتے ہیں۔ ایک نوجوان کسی لڑکی کو دل دے بیٹھتا ہے۔ وہ دن کا ہر لمحہ اس لڑکی کے ساتھ گزارتا اور اپنی تمام تر قوت اور دولت اس کو صرف یہ باور کرانے پر خرچ کرتا ہے کہ وہ صرف اسی کا ہے۔ اب فرض کرو کہ اس نوجوان کے پاس ایک وقت کا پابند سرکاری اہلکار آکر یہ کہتا ہے۔ "میرے پیارے نوجوان محبت تو انسان آخر کرتے ہی ہیں لیکن تم ذرا سلیقہ مندی سے محبت کرو۔ اپنے کام کاج کے لئے ذرا احتیاط سے پہلے اوقات مقرر کر لو اور اپنی محبوبہ کے لئے صرف وہی وقت صرف کرو جو تفریح وغیرہ کا ہو۔ پہلے اپنے پاس رقم کا اندازہ لگا لو جو کچھ زندگی کی ضروریات پر خرچ کرنے سے بچ جائے صرف اسی سے کوئی تحفہ اپنی محبوبہ کو خرید کے دیا کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ویسے تحائف دینے میں کوئی حرج تو نہیں لیکن بہت زیادہ مرتبہ نہیں دینے چاہیئں۔۔۔۔۔ کوئی تقریب یا اس کی سالگرہ وغیرہ ہو تو پھر ٹھیک ہے!" اگر نوجوان اس مشورے پر عمل کرتا ہے تو وہ تمہارے لئے ایک عمدہ نوجوان ہو گا اور میں کسی بھی شہزادے کو یہ سفارش کرنے پر تیار ہوں گا کہ ایسے آدمی کو کسی کمیٹی کا سربراہ بنا دیا جائے۔ لیکن جہاں تک محبت کا تعلق ہے اسے پھر ختم ہی سمجھو۔ اگر وہ شخص فنکار ہے تو اس نظریے کا اطلاق فن پر بھی اسی طرح ہو گا۔ آہ، میرے پیارے دوست، کیا آپ یہ جاننا پسند کریں گے کہ ایک نابغہ (genius) کیوں شاذ و نادر ہی اپنے بند توڑ سکتا ہے اور کیونکہ یہ بہت کم ہماری

حیرت زدہ روحوں کو تڑپانے کے لئے بارش کی بوچھاڑ کی طرح ہم پر نازل ہوتا ہے؟ میرے دوست ،اس کی وجہ وہ پارسا حضرات ہیں جو دریا کے دونوں کناروں پر رہتے ہیں، جن کے قیمتی گرمائی محل، شاندار لکڑی کے بستر اور باغیچے اس سے برباد ہو جائیں گے اور جن کو بند تعمیر کرنے اور اس قسم کے تمام خطرات کا بروقت سدباب کرنے کا گر خوب آتا ہے۔

27 مئی

میں دیکھتا ہوں کہ میں شدت جذبات، حکایت اور تقریر کی فصاحت و بلاغت میں یوں کھویا رہا کہ ان بچوں کے بارے میں آپ کو مزید بتانا ہی بھول گیا۔ میں اپنے شغل (تصویر کشی) کے خیالات میں ڈوبا تقریباً دو گھنٹے اسی جگہ بیٹھا رہا۔۔۔جو تصویر میں نے کل بنائی تھی وہ تو اس کا محض ایک ادھورا تاثر دے سکتی ہے۔ تب شام کے دھندلکوں کی آمد سے پہلے ایک نوجوان عورت ان بچوں کی سمت آتی دکھائی دی جو ہنوز اپنی جگہ سے نہیں ہلے تھے۔۔۔اس عورت کے ایک بازو میں ٹوکری سی لٹکی ہوئی تھی۔ اس نے کچھ فاصلے سے بچوں کو آواز دی۔ "فلپ بیٹے! تم کتنے اچھے لڑکے ہو!" اس نے میری طرف سلام کا اشارہ کیا جس کا میں نے جواب سلام میں دیا اور اس جگہ سے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم ہی ان بچوں کی ماں ہو؟" اس نے کہا۔ "جی ہاں۔" اس کے ساتھ ہی اس نے بڑے لڑکے کو ایک بن دیا اور چھوٹے بچے کو سنبھالتے ہوئے مادرانہ شفقت کے ایک دلکش انداز میں اسے بوسہ دیا۔ "میں نے فلپ کو کہا تھا کہ منے کو سنبھالے رکھنا۔" اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "اس دوران میں میں اپنے سب سے بڑے لڑکے کے ساتھ شہر سے کچھ سفید نان، چینی اور منے کو دلیا کھلانے کے لئے ایک چھوٹی سی مٹی کی پلیٹ لینے چلی گئی۔" جن

چیزوں کا تذکرہ اس نے کیا تھا ان سب کو میں اس کی ٹوکری میں دیکھ سکتا تھا جس کا ڈھکنا کھلا تھا۔ ''میں آج شام کو اپنے ہانس کے لئے سوپ بنا رہی ہوں۔'' ہانس سب سے چھوٹے بچے کا نام تھا۔ ''کل میرے بڑے لڑکے نے، جو بڑا ہی شیطان ہے، بچے کھچے سالن پر فلپ کے ساتھ لڑائی میں پلیٹ توڑ دالی تھی۔'' میں نے پوچھا کہ تمہارا بڑا لڑکا کہاں ہے؟ اس نے ابھی مشکل سے یہ بتایا ہی تھا کہ ایک قریبی کھیت میں کونجوں کے ایک جوڑے کا تعاقب کر رہا ہے کہ وہ دوڑتا ہوا وہاں آ پہنچا۔۔ اس کے ہاتھ میں اپنے چھوٹے بھائی کے لئے ایک خوبصورت خمیدہ لاٹھی تھی۔ میں اس عوت کے ساتھ اسی طرح باتیں کرتا رہا اور مجھے معلوم ہوا کہ اس کا خاوند اپنے ایک چچازاد بھائی سے اپنی موروثی جائداد کا تصفیہ کرنے کے لئے سوئٹزر لینڈ سفر پہ گیا ہوا تھا۔ ''وہ لوگ میرے خاوند کے ساتھ غداری کرنا چاہتے ہیں۔'' اس نے بتایا۔ ''وہ کبھی ہمارے خطوط کا جواب نہیں بھیجتے تھے لہٰذا میرے خاوند کو خود وہاں جانا پڑا۔ مجھے امید ہے کہ وہ بالکل سلامت ہو گا۔ جب سے وہ گیا ہے اس کا کوئی خط نہیں آیا۔'' مجھے اس عورت کو الوداع کہنا نہایت دشوار محسوس ہوا۔ میں نے اس کے دونوں لڑکوں کو ایک ایک سکہ دیا اور ایک سکہ اس کے چھوٹے بچے کے لئے دیا تاکہ جب وہ دوبارہ شہر میں جائے تو اس کے لئے سوپ کے ساتھ کھلانے کے لئے کچھ سفید نان خرید سکے۔ اس کے بعد میں نے اسے خدا حافظ کہا۔

میرے پیارے ساتھی، میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب میری روح کے لئے قرار کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تب میرے لئے ایسے شخص کا نظارہ جو اپنی زیست کے محدود دائرے میں قانع اور مطمئن ہے، جو ایک کے بعد دوسرے دن کے ساتھ زندگی بسر کرنا جانتا ہے اور وہ

جسے درختوں کے پتے گرتے دیکھ کر اس کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں آتا کہ بس اب سرما آرہا ہے ۔۔۔۔۔۔ من میں اٹھتے ہوئے طوفانوں کو خاموش کر دیتا ہے۔

اس دن کے بعد سے میں واہلہیم اکثر چلا جاتا ہوں۔ بچے مجھ سے مانوس ہو چکے ہیں۔ جب میں کافی پیتا ہوں تو ان کو چینی دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ شام کے وقت انہیں اپنی روٹی مکھن اور دودھ میں شریک کر لیتا ہوں۔ ہر اتوار کو میں انہیں ایک ایک سکہ دیتا ہوں اور اگر کسی وجہ سے (گرجا میں عبادت میں مصروف ہونے کے باعث) میں نہیں جا سکتا تو سرائے کے مالک کو کہہ دیتا ہوں کہ انہیں وہ سکے میری عدم موجودگی میں دے دیئے جائیں۔ وہ ہر نوع کے معاملات میں مجھ پر اعتماد کرتے ہیں لیکن ان کی سب سے زیادہ محظوظ کرنے والی بات ان کا فطرتی پن اور اپنی تعریف آپ کے وہ معصومانہ دعوے ہوتے ہیں جب وہ گاؤں کے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ میرے لئے ان کی ماں کو قائل کرنا کہ وہ مجھے پریشان نہیں کرتے، آسان نہیں تھا۔

30 مئی

اگلے روز جو کچھ میں نے مصوری کی بابت عرض کیا تھا، شعر و شاعری کے بارے میں بھی اسی نظریے کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ آدمی جو فی الحقیقت شاندار شے ہو، اسے پہچانے اور اس کا اظہار کرے۔ اور یہ کوزے میں دریا بند کرنے والی بات ہے! آج مجھے ایک ایسی بات کا تجربہ ہوا جو مختصراً ایک خوبصورت بیانیہ نظم کا موضوع بن سکتی تھی، لیکن شاعری، حکایت اور نظم ہیں کیا چیز؟ کیا شاعری ایک قسم کا ڈھانچہ ہے جو ہمیشہ فطرت کے انکشاف میں ہماری شرکت کے لمحات میں ہمارے پیش نظر ہوتا ہے؟

اب اگر اس تمہید کے بعد آپ کسی اعلیٰ اور نفیس چیز کی توقع کر رہے ہیں تو آپ افسوس ناک غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اس سے زیادہ شاندار چیز اور کیا ہو سکتی ہے جو ایک کسان لڑکے نے میرے اندر تاثرات کی صورت میں پیدا کی تھی۔ میرا اس کہانی کو سنانے کا انداز بیان حسب معمول بھدا ہو گا اور آپ بھی حسب معمول یہی کہیں گے کہ میں مبالغہ آرائی کر رہا ہوں۔ یہ پھر واہلہیم کا قصہ ہے جہاں ایسے بے نظیر واقعات پیش آتے ہیں۔ لوگوں کا ایک گروہ لیموں کے درختوں کے سائے میں کافی پی رہا تھا۔ چونکہ میرے لئے ان میں کوئی کشش نہ تھی لہٰذا میں نے ان کے ساتھ شریک نہ ہونے کا بہانہ گھڑا اور الگ جا بیٹھا۔ ایک کسان لڑکا قریبی کچے مکانوں سے باہر نکلا اور جس ہل کی چند روز پہلے میں نے تصویر کھینچی تھی اسے گاڑنے میں مصروف ہو گیا۔ مجھے اس کی وضع قطع پسند آئی لہٰذا میں اس کے پاس گیا اور اس سے اس کے اپنے بارے میں کچھ سوالات کئے۔ بہت جلد ہم دونوں بے تکلف ہو گئے اور جس طرح کہ اس قسم کے لوگوں کی فطرت ہوتی ہے، وہ مجھ پر اعتماد کرنے لگا۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک بیوہ کے ہاں نوکری کرتا ہے جہاں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ وہ متواتر اپنی مالکن کے متعلق باتیں کرتا رہا اور اس کی خوب تعریفیں بھی کیں۔ چنانچہ جلد ہی مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ وہ اپنی مالکن کی محبت میں بری طرح گرفتار ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ عورت اتنی جوان نہیں ہے اور یہ کہ اس کے پہلے خاوند نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا اس لئے وہ اس کے ساتھ دوبارہ شادی کرنا نہیں چاہتی۔ جو کچھ اس کسان لڑکے نے بتایا اس سے اس عورت کے حسن اور دلکشی کا اندازہ ہوتا تھا اور یہ کہ اس لڑکے کی خواہش تھی کہ اس کی مالکن اس کا انتخاب کرلے تاکہ وہ اس کی پہلی شادی کی غلطی کا غم بھلانے میں اس کی مدد کر سکے۔ اگر میں مالکن کے ساتھ اس لڑکے کی وابستگی، اس کی محبت اور

جذباتی لگاؤ، آپ تک پہنچانا چاہوں تو مجھے لفظ بلفظ اس لڑکے کی باتیں دہرانی ہوں گی بلکہ اگر اپنے تجربے کی کیفیت کے ساتھ میں وہ سب کچھ بیان کرنا چاہوں جو اس لڑکے نے مجھ سے کہا، یعنی اس کا انداز گفتگو، آواز کی صفائی اور آنکھوں کی مسحور کن چمک، تو مجھے پہلے ایک بہت بڑا شاعر بننا پڑے گا۔ لیکن اس کے باوجود انسان جس لطیف جذبے کا اظہار بطور مجموعی کرتا ہے، اس کی ترجمانی کے لئے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اس کے لئے ہر تشبیہہ بھونڈی ثابت ہو گی۔ اس کے اس خدشے کے اظہار نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا ہے کہ میں کہیں اس کے اور اس عورت کے درمیان تعلقات کی نوعیت اور اس کے نیک کردار کے متعلق غلط فہمی کا شکار نہ ہو جاؤں۔ اسے اس عورت کی شکل وصورت اور سراپا کے متعلق باتیں کرتے سننا (جس کے ساتھ وہ اس قدر مسحور تھا حالانکہ وہ اب جوان نہیں رہی تھی) نہایت دلکش تجربہ تھا۔ جسے اب میں صرف روح کی گہرائیوں میں دہرا سکتا ہوں۔ پہلے کبھی اپنی زندگی میں میں نے جذبے اور خواہش کی شدید قوت کا ایسا خالص اظہار نہیں دیکھا بلکہ میں یہاں تک کہوں گا کہ پہلے کبھی ان کو اس قدر پاکیزگی اور عصمت کے تصور کے ساتھ نہیں دیکھا۔ اب اگر میں آپ سے کہوں کہ میں اس لڑکے کی سچی اور پاکیزہ جذباتی محبت کو یاد کرکے خود بے قرار ہو جاتا ہوں تو آپ حیران نہ ہوں۔ اس لڑکے کی وفاداری اور محبت کا تصور ہر جگہ میرا پیچھا کرتا ہے اور میں جذبات کی فراوانی سے خود کو مدہوش محسوس کرتا ہوں، گویا کہ اس کا جذبہ چھوت رکھتا ہوں۔

یقیناً میں اس عورت کی ایک جھلک دیکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا، یا کم از کم جھلک دیکھنے کے متعلق سوچوں گا، تاہم مجھے کامیابی کی توقع نہیں ہے۔ میرے لئے زیادہ مناسب یہ ہو گا کہ میں اس عورت کا تصور اس کے عاشق کی آنکھ سے کیا کروں۔ کون جانے۔۔۔۔۔ اگر میں اسے

اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تو وہ مجھے اس طرح حسین نظر نہ آئے جیسا کہ وہ اب چشم تصور میں میرے روبرو ہے، لہٰذا کیوں ایک حسین تصویر کو برباد کروں؟

16جون

آپ نے پوچھا ہے کہ میں نے لکھنا کیوں بند کر دیا ہے؟ آپ یہ بات مجھ سے پوچھ رہے ہیں، حالانکہ آپ تو پڑھے لکھے آدمی ہیں! میری طرف سے کسی رقعہ یا خط کے بغیر آپ کو سمجھ جانا چاہیئے کہ میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔۔۔۔ مگر، آہ اس بات کو چھپانے کی کوشش کیوں کروں! میں نے ایک ایسی ہستی سے ملاقات کی ہے جس نے میرے دل پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ میں نے۔۔۔۔ آہ، مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔ مجھے کیا ہو گیا ہے! میرے لئے یہ بتانا کچھ آسان نہیں ہے کہ واقعات کی ترتیب جو بالآخر اس صورت حال کا سبب بنی، کس طرح تھی۔ سیدھی سادی بات یہ ہے کہ میری ملاقات ایک نہایت دلکش شخصیت سے ہوئی ہے۔ میرے اندر ولولوں کا ہجوم ہے اور میں بہت خوش ہوں، لہٰذا معاملات کی مربوط اور سلسلہ وار حکایت بیان کرنا بے معنی ہے۔

فرشتہ؟ بکواس! اس طرح تو ہر عاشق اپنی محبوبہ کے متعلق کہتا ہے، کیا یہ غلط ہے؟ تاہم میں آپ پر یہ واضح کرنے سے قاصر ہوں کہ وہ کیوں اور کس طرح ایک مکمل ترین شخصیت ہے! پس یہ کہنا کافی رہے گا کہ اس نے مجھے اپنا اسیر بنالیا ہے۔

وہ معصوم مگر سمجھدار ہے، مہربان مگر مستقل مزاج ہے۔ اپنا روزمرہ کا کام کرتے ہوئے وہ اطمینان اور سکون کا مجسمہ معلوم ہوتی ہے۔

اور یہ جو کچھ ابھی میں نے اس کے بارے میں لکھا ہے، یہ سراسر غلط اور بیزاری پیدا کرنے والے کنائے ہیں جو اس کی کسی ایک خوبی کی عکاسی بھی پوری طرح نہیں کر سکتے۔ پھر کسی وقت!۔۔۔۔ نہیں کسی اور وقت نہیں بلکہ ابھی اور اسی وقت میں آپ کو بتانے لگا ہوں۔ اگر میں اس وقت ایسا نہ کروں تو پھر کبھی نہ کر سکوں گا۔۔۔۔ کیونکہ، سچی بات کہوں، جب سے میں نے یہ خط آپ کو لکھنا شروع کیا ہے، اس وقت سے لے کر اب تک کوئی تین مرتبہ میں نے قلم روک کر یہ جائزہ لیا ہے کہ اپنی محبوبہ کے پاس جانے کے لئے گھوڑے پر زین کسی گئی ہے کہ نہیں؟ اگر چہ آج صبح میں نے اپنے دل کو قسمیں دیں اور کہا کہ آج اس کے پاس نہیں جاؤں گا لیکن اب یہ عالم ہے کہ میں کھڑکی میں سے حیران اور اداس باہر یہ دیکھنے کے لئے جھانک رہا ہوں کہ ابھی تک سورج کتنا بلند ہوا ہے۔

وہاں! اب ہو بھی کیا سکتا تھا، مجھے وہاں جانا اور ضرور جانا پڑا۔ اور ولیم، یہاں، اس سے ملنے کے بعد، میں دوبارہ موجود ہوں! اب میں رات کا کھانا کھاؤں گا اور دوبارہ لکھنا شروع کروں گا۔ اس کو اپنے آٹھ بھائیوں اور بہنوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے دیکھ کر جو سرور آتا ہے، اب میں کیا بتاؤں! یہ سب بڑے خوبصورت، شوخ اور چنچل بچے ہیں۔

اگر میں اسی طرح لکھتا رہوں تو خط کے اختتام تک بھی آپ کو اس سے زیادہ میری کہانی کا علم نہ ہو سکے گا جو خط کے آغاز میں آپ کو تھا۔ اچھا یہ ٹھیک ہے، لو پھر سنو میں اپنی طرف سے تفصیلات بتانے کی پوری کوشش کروں گا۔

میں نے تھوڑا عرصہ پہلے آپ کو لکھا تھا کہ میں نے ایک "ایس" نامی مجسٹریٹ سے واقفیت پیدا کی تھی جس نے مجھے جلد اپنے خلوت کدے (یا دوسرے معنوں میں چھوٹی سی

پرائیویٹ مملکت) پر آنے کی دعوت دی تھی۔ اس وقت میں نے اس دعوت پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا اور شاید کبھی ایسا نہ کرتا اگر ایک حادثے سے مجھ پر یہ انکشاف نہ ہوتا کہ اس گھر میں کیسا خزانہ چھپا ہوا ہے!

ہماری پارٹی کے کچھ نوجوانوں نے باہر دیہات میں رقص کا اہتمام کیا تھا اور میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ میں یہاں رہنے والی ایک نوجوان خاتون (جو قبول صورت ہونے کے باوجود معمولی درجے کی لڑکی ہے) کو ساتھ چلنے کی دعوت دی اور فیصلہ یہ ہوا کہ میں، ہم دونوں اور اس کی چچازاد بہن کے لئے گاڑی کا انتظام کروں گا اور راستے میں "شارلٹ ایس" کو ساتھ لے لیا جائے گا۔ "آپ ایک نہایت حسین لڑکی سے ملاقات کریں گے!" میری ہمراہی نے کہا، جب ہم ایک صاف ستھرے راستے سے بنگلے کی طرف مڑنے لگے۔۔۔۔ "لیکن خیال رکھنا کہیں اس کی محبت کے دام میں گرفتار نہ ہو جانا۔" اس کی چچازاد بہن نے کہا۔ میں نے پوچھا۔ "آخر وجہ کیا ہے کہ میں اس کے ساتھ محبت نہ کروں۔" "کیونکہ اس کی پہلے ہی منگنی ہو چکی ہے۔" میری ہم نشین نے بتایا۔ "منگنی ایسے شخص کے ساتھ ہے جو بڑا رئیس ہے اور حال ہی میں بیرون ملک کسی کاروبار کے سلسلے میں گیا ہے۔ اس کا باپ مر چکا ہے اور اسے بہت بڑی جاگیر کا انتظام و انصرام کرنا پڑ رہا ہے۔" ان معلومات کا مجھ پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔

جب گاڑی اس بنگلے کے صحن میں داخل ہو رہی تھی، آفتاب پہاڑیوں پر بہت نیچے چمک رہا تھا، اور حبس سے دم گھٹا جاتا تھا۔ میرے ساتھ بیٹھی عورتوں کو اندیشہ تھا کہ افق پر جمع ہونے والے سرمئی بادل طوفانِ بادوباراں کا پیش خیمہ ہو سکتے ہیں۔ میں نے اس وقت یہ ظاہر کیا گویا مجھے موسم کی تبدیلیوں کے بارے میں بہت زیادہ علم ہے اور اس طرح میں ان عورتوں کی خاطر جمع رکھنے میں

کامیاب ہو گیا۔ تاہم دل ہی دل میں مجھے یہ پریشانی ضرور لاحق تھی کہ کہیں ہمارا موج میلہ منانے کا
پروگرام موسم کے ہاتھوں خراب نہ ہو جائے۔

میں گاڑی سے تقریباً اتر ہی چکا تھا جب ایک خادمہ نے (جو بڑے دروازے تک آ گئی
تھی) ہمیں تھوڑی دیر کے لئے انتظار کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ "مس لوتی ابھی باہر آیا ہی
چاہتی ہے۔" میں اتر کر صحن کو عبور کرتا ہوا اس پر کشش گھر کی طرف چل دیا۔ مکان کی
سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد اندرونی دروازے سے گزرا تو میرا سامنا دائرہ تصور میں آسکنے والے
حسین ترین منظر سے ہوا۔ چھ بچے جن کی عمریں دو سے گیارہ برس کے درمیان ہوں گی، ایک میانہ
قامت حسین و جمیل لڑکی کے ارد گرد جمع تھے۔ اس نے سادہ سا لباس پہن رکھا تھا، آستینوں اور
سینے پر زرد اور گلابی پٹیاں تھیں، اس کے ہاتھ میں بڑی سی ڈبل روٹی تھی جس کے ٹکڑے کاٹ کر
وہ ان بچوں میں ان کی عمر اور بھوک کے مطابق تقسیم کر رہی تھی۔ وہ ایک شانِ دلربائی سے ہر
ایک کو اس کا حصہ دے رہی تھی اور بچے حصہ وصول کرنے سے پہلے ہاتھ پھیلاتے اور بڑی بے
تکلفی سے چلاتے "شکریہ!" اس کے بعد وہ اپنا کھانا لئے خوشی خوشی ناچتے ہوئے چلے جاتے۔ یا
پھر ان میں سے ہر ایک اپنی طبیعت کے تقاضوں کے مطابق خاموشی سے صحن کی جانب دوڑتا
جہاں ہم "اجنبی لوگ" اور وہ گاڑی کھڑی تھی جس میں ان کی "لوتی" نے سوار ہو کر جانا تھا۔

آتے ہی اس نے کہا۔ "میں معذرت طلب ہوں کہ آپ کو بذات خود مجھے لینے کے لئے
یہاں آنا پڑا اور یہ کہ خواتین باہر میرے لئے انتظار کر رہی ہیں۔۔۔۔۔ درحقیقت کپڑے تبدیل
کرنے اور دیگر چھوٹے موٹے گھریلو امور جن کو باہر جانے سے پہلے نپٹانا ضروری تھا، طے کرنے
میں، بچوں کو کھانا کھلانا یاد ہی نہ رہا۔ بچوں کی ایسی عادت بن گئی ہے کہ میرے علاوہ کسی کے ہاتھ

سے کچھ کھاتے ہی نہیں۔" جواب میں میں نے کچھ کہا، معمول کے آداب عرض وغیرہ۔ لیکن سارے عرصے میں میرا وجود اس کے دیدار، اس کی آواز اور اس کے طرز عمل کی خوش اسلوبی میں کھویا رہا۔ بالآخر جب وہ اپنے کمرے سے اپنے دستانے اور پنکھا اٹھانے کو دوڑی اس وقت بھی میں صرف چند لمحوں کے لئے اپنے حواس درست کر سکا۔ بچے مشکوک اور ترچھی نگاہوں سے مجھے دیکھتے اور دور دور رہتے۔ میں سب سے چھوٹے بچے کے پاس گیا جو انتہائی حسین تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر بھاگنے لگا لیکن اسی لمحے لوتی اپنے کمرے سے باہر آئی اور بچے سے مخاطب ہو کر کہا۔ "دیکھو منے، ان سے ہاتھ ملاؤ، یہ آپ کے چچیرے ہیں۔" اس پر بچے نے وہی کیا جو لوتی نے کہا تھا۔ اس کے معصومانہ انداز کو دیکھ کر میں اس کی بہتی ہوئی ناک کے باوجود اسے چومنے سے باز نہ رہ سکا۔

"چچیرے!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ لوگ مجھے اپنے ساتھ رشتہ داری کے لائق سمجھتے ہیں!" "اوہو!" اس نے تابناک مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے بہت سارے عم زاد ہیں، البتہ افسوسناک بات ہو گی اگر آپ ان سب میں سے خراب نکلیں۔" باہر جاتے ہوئے اس نے دوسری سب سے بڑی بہن گیارہ سالہ "سونی" کو مخاطب کر کے کہا کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں بچوں کا خوب خیال رکھے اور جب ابا جان سیر وشکار سے واپس لوٹیں تو انہیں اس کی طرف سے بہترین "مبارک باد" پیش کرے۔ اس نے بچوں سے بھی کہا کہ اس کی گیارہ سالہ بہن کا کہا مانتے رہیں۔ چند بچوں نے تو کہا کہ ہم کہا مانیں گے لیکن ان میں سے ایک بڑی تیز اور دودھیا رنگت والی چھوٹی سی چھ سالہ بچی نے جواب دیا کہ یہ اطاعت اس کے لئے ویسی نہ ہو گی جیسی سب سے بڑی بہن کے لئے بلکہ "ہم تو چاہتے ہیں کہ صرف آپ کی اطاعت کریں" ۔۔۔۔۔ دو سب سے بڑے لڑکے گاڑی کے اندر باکس میں بھی بیٹھ چکے

تھے اور جب میں نے ان کی سفارش کی تو انہیں قریبی جنگل تک گاڑی میں سواری کی اجازت اس شرط کے ساتھ دے دی گئی کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے چھیڑ خانی یا شرارت نہ کریں گے اور گاڑی کے اندر سکون سے بیٹھے رہیں گے۔

ہم ابھی مشکل سے گاڑی میں جم کر بیٹھے ہی تھے اور عورتوں نے ایک دوسری کے ساتھ علیک سلیک اور مزاج پرسی، ایک دوسری کے لباس اور ہیٹ کے بارے میں رائے زنی اور جن لوگوں کو ملنے کے لئے جانا تھا ان کے متعلق تبصرہ و تنقید کا سلسلہ ختم ہی کیا تھا کہ لوتی نے کوچوان کو گاڑی روکنے کے لئے کہا اور بچوں کو اتار دیا۔ جانے سے پہلے بچوں نے بار بار لوتی کا ہاتھ چومنے پر اصرار کیا۔ بڑے لڑکے کے چہرے پر جو محبت بھرے تاثرات تھے وہ عموماً فطری طور پر پندرہ سالہ لڑکوں کے چہرے پر نظر آتے ہیں۔ چھوٹا لڑکا اس سے بھی زیادہ آزاد طبع اور اپنی خواہش پر مصر نظر آتا تھا۔ چنانچہ لوتی نے ایک بار پھر دونوں بچوں کو محبت سے تھپکی دی اور ہم روانہ ہو گئے۔

لوتی کی رشتہ دار (عم زاد) لڑکی نے اس سے پوچھا کہ آیا اس نے وہ کتاب جو اس نے حال ہی میں بھیجی تھی، اس نے (لوتی نے) پڑھی ہے؟ ”نہیں“ لوتی نے کہا ”مجھے وہ کتاب پسند نہیں، آپ اسے واپس منگوا سکتی ہیں۔ مجھے وہ کتاب بھی پسند نہیں جو آپ نے اس سے پہلے بھیجی تھی۔“ جب میں نے اس سے کتابوں کے متعلق پوچھا اور اس نے بتایا تو میں دم بخود رہ گیا۔ مجھے مکمل طور پر یہ احساس دامنگیر ہونے لگا کہ وہ جو حرف منہ سے نکالتی تھی اس سے اس کے کردار کی مضبوطی ظاہر ہوتی تھی اور اس کی ہر بات میں ایک نئی کشش اور چہرے پر ایسا نکھار نظر آتا تھا جو ہر قسم کی بناوٹ اور تصنع سے مبرا تھا، گویا اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں اسے پوری طرح سمجھ گیا ہوں۔

"جب میں چھوٹی سی تھی" اس نے کہا "مجھے سب سے زیادہ ناول اچھے لگتے تھے۔ میں نہیں بتا سکتی کہ جب میں کسی اتوار کے دن ایک کونے میں گھس کر کسی مس جینی یا کسی اور کے غم یا خوشی کی داستان میں اپنے آپ کو مگن کر لیتی تو مجھے کتنی خوشی ہوا کرتی تھی۔ سچی بات یہ ہے کہ اس قسم کی چیزیں پڑھنا مجھے اب بھی پسند ہیں لیکن چونکہ اب مطالعہ کا موقع بہت کم میسر آتا ہے لہٰذا میں کوئی ایسی چیز چاہتی ہوں جس سے واقعی میں پورا لطف اٹھا سکوں۔ اور اب میرے پسندیدہ ترین مصنف وہ ہیں جن کی بدولت میں اپنی اس دنیا میں دوبارہ جا سکوں جہاں بالکل وہی واقعات پیش آتے ہوں جو میرے ارد گرد برپا ہوتے ہیں اور کہانی ویسی ہی دلچسپ اور ہمدردانہ ہو جیسی کہ گھر میں میری اپنی زندگی، جو باغِ ارم کی زندگی نہ سہی پھر بھی مجموعی طور پر میرے لئے ناقابل بیان مسرت کا سرچشمہ ہے۔"

اس کی باتوں نے میرے اندر جو جذبات پیدا کئے انہیں چھپانے کی میں نے ہر ممکن کوشش کی۔ تاہم میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ جب میں نے اسے بڑے سکون اور بے نیازی سے "وائکر آف ویک فیلڈ" (ویک فیلڈ کا پادری) اور۔۔۔۔۔۔ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے سنا تو میں ضبط نہ کر سکا اور جو کچھ مجھے ان کتابوں کے متعلق معلوم تھا کہہ ڈالا اور چند ثانیے بعد جب لوتی نے دوسری خواتین کی طرف رخ کر کے انہیں مخاطب کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ عورتیں ایسے اپنی آنکھوں پر چشمے لگائے بیٹھی تھیں جیسے وہاں ان کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ لوتی کی عم زاد لڑکی نے چشمے سے نیچے میری طرف متعدد مرتبہ غور سے دیکھا، لیکن میں نے کوئی توجہ نہ دی۔

اس کے بعد گفتگو کا رخ رقص کی طرف مڑ گیا۔ لوتی نے کہا۔ "اگر رقص کا اشتیاق گناہ ہے تو پھر میں خوشی سے اس گناہ کا اقرار کرتی ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ ناچنے کے سوا اور کون سا

اچھا شغل ہو سکتا ہے۔ جب کبھی میں پریشانی محسوس کرتی ہوں اور میں اپنے پرانے پیانو کے ساتھ بیٹھ جاؤں (جسے مرمت کی ضرورت ہے) اور دیہاتی رقص کی دھن بجاؤں تو ساری پریشانی کافور ہو جاتی ہے۔"

جب تک اس کی مترنم آواز کانوں میں رس گھولتی رہی، میں اپنی نگاہیں اس کی غزالی آنکھوں سے ہٹا نہ سکا۔ میرے لئے اس کے رسیلے دہن اور استخوانی رخساروں کے نظارے سے آنکھیں دور ہٹانا ناممکن تھا۔ میں اس کی گفتگو کے ہر لفظ میں موجود دلفریب لذت میں مکمل طور پر کھویا ہوا تھا جس میں بعض اوقات اس کے لب کھلنے کی نوبت بھی نہ آتی تھی۔ اس طرح آپ کو کچھ اندازہ ہو سکے گا کیونکہ آپ بہر حال مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جب بالآخر ہم اس گرمائی بنگلے کے سامنے آکر رکے، میں خواب کی سی کیفیت میں گاڑی سے اترا اور اپنے ارد گرد کی قوس و قزح کی دنیا میں ایسا مستغرق تھا کہ وہاں جگمگاتے ہوئے کمرہ رقص سے تیرتی ہوئی موسیقی کی آواز بھی بمشکل سن سکا۔

لوتی اور اس کی عم زاد بہن کے دو ساتھی، غالباً آندران اور این این نامی (ان کے پورے نام کون یاد رکھ سکتا ہے؟)۔۔۔۔۔ ہمیں اندر داخل ہوتے ہی ملے۔ انہوں نے اپنے رقص کی ساتھی ان دونوں خواتین کا ہاتھ پکڑا اور میں اپنی ساتھی خاتون کا ہاتھ تھام کر اوپر سیڑھیوں پر چڑھ گیا۔

ایک کے بعد دوسرا منٹ گزرتا رہا اور میں یکے بعد دیگرے نوجوان خواتین کو اپنے ہمراہ رقص کی دعوت دیتا رہا، اتفاق سے مجھے جن عورتوں سے پالا پڑا وہ سب انتہائی بدصورت ہوتی تھیں اور یہ سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ پھر لوتی اور اس کے ساتھی نے مدوّر رقص کا آغاز کیا اور

آپ اس وقت میری مسرت کا اندازہ لگا سکتے ہیں جب انہوں نے ہمارے ساتھ مدوّر رقص شروع کیا۔ آپ ذرا اس کے رقص کو دیکھئے۔ وہ جسم کی حرکت میں مکمل طور پر مستغرق ہے، وہ اپنے پورے روحانی، جسمانی اور قلبی انہماک کے ساتھ ناچتی ہے۔ اس کا نتیجہ آوازوں اور حرکتوں کی ایک ایسی قدرتی اور آزاد ہم آہنگی ہے جسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے زندگی میں ناچنے کے علاوہ اور کوئی حقیقت نہ موجود ہو اور گویا اس نے ناچنے کے علاوہ اور کسی چیز کے متعلق کبھی سوچا ہی نہ ہو۔۔۔۔اور مجھے یقین ہے کہ ان لمحات میں اس کے ذہن سے باقی ہر چیز محو ہو جاتی ہو گی۔

میں نے رقص کے ایک اور دور کے لئے اس سے درخواست کی۔ اس نے جواب دیا کہ وہ میرے ساتھ تیسری دفعہ بھی ناچنے کو تیار ہے۔ اور پھر اس نے بڑی دلآویز بے تکلفی سے مجھے کہا کہ اسے "والنر" نامی رقص زیادہ محبوب ہے۔ اس نے بتایا "کہ یہاں یہ رواج ہے کہ یہ رقص صرف اپنے ساتھی کے ساتھ کیا جاتا ہے لیکن میرا نوجوان اس خاص رقص میں اچھی طرح مہارت نہیں رکھتا لہٰذا اگر میں اسے اس فرض سے نجات دلادوں تو اسے ہر گز اعتراض نہ ہو گا۔ آپ کی ساتھی خاتون بھی اس رقص کو نہیں جانتی اور نہ یہ اسے پسند ہے، لہٰذا اگر آپ یہ رقص میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کیوں میرے ساتھی سے جا کر اجازت نہیں مانگتے؟ میں بھی جا کر آپ کی ساتھی سے اس کی اجازت لیتی ہوں۔" چنانچہ یہی طے ہوا اور ہمارے ساتھیوں نے ایک دوسرے کے ساتھ رقص سے لطف اٹھایا جبکہ میں اور لوتی باہم محوِ رقص رہے۔

پس یوں میری محبت کا آغاز ہوا۔ کچھ وقت تک رقص میں ہم ایک دوسرے کے بازوؤں کے لمس کی خوشی میں کھوئے رہے۔ اس کی ہر حرکت کتنی مسحور کن اور ہلکی پھلکی تھی۔ جب والنر کی نوبت آئی اور جوڑے ایک دوسرے کے گرد دائروں کی طرح گھومنے لگے تو اول اول خاصی

الجھنیں پیدا ہوئیں کیونکہ بہت کم لوگوں کو یہ رقص کرنا آتا تھا۔ ہم نے ذرا ہوشیاری سے کام لیا اور دوسروں کے لئے ناچنے کو جگہ چھوڑ دی۔ جب، آخرکار، ان میں سے ناقص ترین رقاص بھی ناچ سے سیر ہو چکے، تو ہم نے ناچنا شروع کر دیا اور آندران اور اس کی ہم رقص لڑکی کے ساتھ ہم وہاں ناچنے ولے آخری جوڑے تھے۔ میں نے کبھی خود کو اتنا ہلکا پھلکا محسوس نہیں کیا تھا۔ ایک وجد کا عالم طاری تھا۔ دنیا کی سب سے پیاری ہستی کو اپنے بازوؤں میں تھامے ہونا اور کمرے میں اس کے ساتھ اڑتے پھرنا حتیٰ کہ اپنے گردوپیش سے بیگانہ ہو جانا۔۔۔۔ ولیم، سچ کہوں، میں نے اسی مقام پر اور اسی وقت تہیہ کر لیا کہ جس لڑکی کے ساتھ مجھے محبت ہے اور جس پر میرے کچھ حقوق بنتے ہیں وہ آئندہ میرے سوا اور کسی کے ساتھ نہ ناچے گی خواہ اس میں مجھے برباد ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔ کیا آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟

ہم نے اپنا سانس درست کرنے کے لئے کمرے کے اندر چند چکر کاٹے اس کے بعد وہ بیٹھ گئی۔ سنگترے جو میں نے اس کے لئے منگوائے تھے اور جو کھانے کی آخری چیز تھی۔۔۔۔ نہایت خوش ذائقہ تھے۔ سوائے اس امر کے کہ جب بھی وہ کسی پاس بیٹھی حریص لڑکی کو ان پھلوں کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر دیتی تو میرے سینے میں ایک تلوار سی جا کے لگتی۔

اس رقص کے تیسرے دور میں ہمارا دوسرا جوڑا تھا۔ قطار میں ناچتے ہوئے مجھے اس کے بازوؤں کا اپنے بازوؤں میں ہونے اور اس کے چہرے پر بے تکلفی سے پھیلی ہوئی خالص ترین مسرت کے علاوہ اور کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ ہم ایک عورت کے قریب سے گزرے جس کی طرف میں پہلے بھی متوجہ ہوا تھا کیونکہ اس کے چہرے (جو اب جوان چہرہ نہیں رہا تھا) پر ایک مخصوص مشفقانہ اظہار تھا۔ اس عورت نے لوتی کی طرف دیکھا، تنبیہی انداز میں اپنی انگلی اٹھائی اور

جس وقت ہم دونوں اس کے قریب سے ناچتے ہوئے گزرے تو اس نے دو دفعہ زور دے کر البرٹ کانام دہرایا۔

"البرٹ کون ہے؟" میں نے دریافت کیا؟ "کیا میں یہ معلوم کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟" لوتی جواب دینے ہی والی تھی جب ہمیں آٹھویں نمبر کے لئے جدا ہونا پڑا اور جب دوبارہ ناچتے ہوئے ہماری مڈ بھیڑ ہوئی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے چہرے سے غور و فکر صاف عیاں تھا۔ "آپ کیوں جاننے کی کوشش نہ کریں!" اس نے ٹہلتے ہوئے مجھے اپنا ہاتھ تھماتے ہوئے کہا۔ "البرٹ اچھا آدمی ہے اور میرا مقصد یہ ہے کہ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ وہ میرا منگیتر ہے۔" ـــــــــ اس انکشاف سے میرے لئے حیرت زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ اس بات کا تذکرہ راستے میں عورتیں بھی کر چکی تھیں ـــــــــ تاہم اب یہ انکشاف مجھے کچھ پریشان سا کر گیا کیونکہ میں نے اس کے بارے میں امر وابستہ ہی نہیں کیا تھا اور کیونکہ وہ میرے لئے ایک قیمتی متاع بن چکی تھی۔ بہر نوع میں ایک عجیب اضطراب اور الجھن میں پڑ گیا۔ اسی ذہنی الجھاؤ اور پریشانی میں ایک غلط جوڑے سے وابستہ ہو گیا۔ نتیجہ مزید الجھن کی صورت میں نکلا اور آخر لوتی نے بڑی حاضر دماغی اور جدوجہد کے بعد ہمیں دوبارہ ترتیب میں کھڑا کیا۔

بجلی کی چمک جو کچھ دیر سے دور افق پر دکھائی دے رہی تھی اور جس کے متعلق میں ہر ایک کو یقین دلا رہا تھا کہ یہ فقط حرارت کی چمک ہے، اب تیز سے تیز تر ہو گئی تھی اور بادلوں کی گھن گرج میں ناچ کے خاتمے سے پہلے ہی موسیقی کی آوازیں ڈوب گئیں۔ خواتین میں سے تین نے رقص ہی ختم کر دیا، ان کے ہم رقص مردوں نے ان کا ساتھ دیا، افراتفری عام پھیلنے لگی اور بالآخر موسیقی بند ہو گئی۔

اگر خوشی کی حالت میں ہم کسی اچانک حادثے یا مصیبت سے پریشان ہو جائیں تو جو اثرات ہمارے ذہن پر مرتب ہوتے ہیں وہ معمول سے زیادہ گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو وہ تقابلی کیفیت ہوتی ہے جو اسے زیادہ محسوس کراتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس وقت ہمارے حواس ایسے تمام احساسات اور اثرات کو قبول کرنے پر معمول سے زیادہ آمادہ ہوتے ہیں، لہٰذا تاثرات انتہائی گہرے اور ہمہ گیر ہوتے ہیں۔ کم از کم میں اپنی حد تک عورتوں کے چہروں پر رونما ہونے والے آسیبی تاثرات اور ان کے عجیب و غریب طرز عمل کو اسی بات سے منسوب کرتا ہوں۔ ان میں سے جو چالاک ترین عورت تھی وہ عقلمندی سے ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گئی، کھڑکی کی طرف پشت کر لی اور کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ دوسری اپنے سامنے گھٹنوں پر جھک گئی اور اپنا سر دوسری کی گود میں چھپا لیا، تیسری کسی رکھ رکھاؤ کے بغیر ان دونوں کے درمیان جا گھسی اور آنسو ٹپکاتے ہوئے اس نے اپنے بازو اپنی بہن کے گرد حمائل کر لئے۔ اکثر عورتوں نے گھر جانے کی استدعا کی۔ باقی جنہیں اتنا بھی ہوش نہ تھا کہ وہ کیا کر رہی ہیں انہیں ہم میں سے بعض نوجوان عناصر کی ان بے محل حرکات کو روکنے کا بھی خیال نہیں رہا تھا جن سے وہ ان خوفزدہ عورتوں کی خدا کے حضور پیش کی جانے والی دعاؤں اور التجاؤں میں مداخلت کر رہے تھے۔ شرفاء میں سے چند لوگ تو سیڑھیوں سے نیچے سکون کے ماحول میں پائپ پینے چلے گئے اور باقی جنہیں سرائے کے منتظم نے ایک بند کمرے کے اندر چلے جانے کا مشورہ دیا تھا، بڑے خوش تھے ہم سب مشکل سے وہاں جمع ہی ہوئے تھے کہ لوتی نے کمرے کے اندر کرسیوں کا گول دائرہ بنانا شروع کر دیا، جب سب لوگ ان دائرہ نما کرسیوں پر بیٹھ چکے تو لوتی نے تجویز پیش کی کہ سب مل کر ایک کھیل کھیلیں۔

میں نے دیکھا کہ یہ تجویز سنتے ہی بعضوں نے اپنے جسم کو حرکت دی اور اپنے ہونٹ چبائے کیونکہ انہوں نے خیال کیا ہو گا کہ کھیل کا انعام گرم گرم بوسے کی صورت میں ملے گا۔ "ہم ہندسوں کا کھیل کھیلنے والے ہیں" لوتی نے کہا "اب ذرا غور سے سنیئے، میں اس دائرے کے اردگرد، دائیں سے بائیں چکر لگاؤں گی اور آپ اس سمت میں گنتی کریں گے۔ ہر ایک کو اپنی باری پر دوسرا ہندسہ بولنا پڑے گا، گنتی نہایت تیزی سے ہو گی اور جو ذرا رکے گا یا غلط ہندسہ بولے گا اس کے کانوں پر مکہ پڑے گا۔ گنتی ہزار تک ہو گی۔"

کیسا دلکش منظر تھا! وہ بازو پھیلائے دائرے میں گھوم رہی تھی۔ "ایک" پہلا شخص جس کے قریب سے وہ گزری، بولا "دو" دوسری لڑکی بولی "تین" اور وغیرہ وغیرہ!

اس کے بعد اس نے تیز رفتاری سے چلنا شروع کیا اور کسی نے گنتی میں ٹھوکر کھائی۔۔۔۔۔ "پس" ۔۔۔۔۔ کانوں پر مکہ پڑا۔ اس سے قریب بیٹھا ہوا دوسرا آدمی ہنسنے لگا۔۔۔ "پس" ۔۔۔۔۔ اس نے بھی ایک مکہ کھایا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی رفتار تیز سے تیز تر ہو گئی۔ میرے کانوں پر دو مرتبہ مکے پڑے اور ایک ان جانی مسرت کے ساتھ میں نے محسوس کیا کہ اس نے دوسروں کی نسبت مجھے زیادہ سخت مکے لگائے ہیں۔۔ تاہم یہ کھیل ہزار کی گنتی کے مکمل ہونے سے پہلے لوگوں کے قہقہوں کے شور اور جوش وخروش میں ختم ہو گیا۔

19 جون

پتہ نہیں اپنے پچھلے خط میں مجھے کتنا وقت لگا، جو کچھ مجھے یاد ہے اس کے مطابق جب بالآخر میں سونے کے لئے بستر میں گھسا رات کے دو بج چکے تھے۔ تاہم اگر میں یہ حال لکھنے کے بجائے آپ کو سنانے بیٹھ جاتا تو شاید سلسلہ صبح تک جاری رہتا۔

میں نہیں سمجھتا کہ میں نے آپ کو رقص کے خاتمے پر گھر کی طرف واپسی کے دوران پیش آنے والے واقعات بتا دیئے ہیں! بہر حال آج ان کو احاطہ تحریر میں لانے پر طبیعت راغب نہیں ہے۔ لیکن میں کبھی نہ کبھی ان کو ضرور بتاؤں گا۔

صبح کے وقت طلوع آفتاب کا منظر بڑا دلفریب تھا۔ درخت بارش سے نہائے ہوئے، کھیت تر و تازہ اور خواتین کے محافظ لڑکے سر ہلا رہے تھے۔ لوتی نے مجھے کہا کہ کیا میں بھی آنکھیں بند کرنا نہیں چاہتا۔۔۔۔۔۔ میں نے سوچا کہ اب میں اس کے ساتھ تکلفات میں کیوں پڑوں۔ لوتی پر بھرپور انداز میں نگاہ ڈالتے ہوئے میں نے کہا۔ "جب تک میں تمہاری آنکھوں میں جھانک رہا ہوں، میرا سونے کا کوئی امکان نہیں۔" چنانچہ ہم دونوں جاگتے رہے حتیٰ کہ ہم اس کے گھر کے دروازے تک پہنچ گئے۔ خادمہ نے آہستگی سے دروازہ کھولا اور لوتی کے پوچھنے پر بتایا کہ اس کا باپ اور بچے بالکل ٹھیک ٹھاک اور ابھی تک سوئے ہیں۔ تب میں نے اسے اسی دن دوبارہ ملنے کی استدعا کے ساتھ الوداع کہا۔ اس نے ملنے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ میں دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر اسے ملنے کے لئے وہاں گیا۔ اس وقت کے بعد آفتاب، چاند اور ستارے خواہ کچھ کریں، مجھے کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ اب دن ہے کہ رات گویا میرے چاروں طرف دنیا وجود ہی نہیں رکھتی!

<u>21جون</u>

جب میں نے پہلے پہل واہلہیم کو اپنی سیر اور چہل قدمی کے مقام کے طور پر منتخب کیا تھا تو کون یہ سوچ سکتا تھا کہ یہ قصہ میرے لئے باغ ارم کے اس قدر قریب ہو گا۔ کتنی ہی مرتبہ میں نے گشت کرتے ہوئے، کبھی کسی پہاڑی اور کبھی کسی دریا کے کنارے سے اس شکار گاہ والے مکان کا نظارہ کیا ہے جو اب میری حسرتوں اور تمناؤں کا گھر بھی ہے۔

پیارے ولیم، میں نے انسان کی ترقی کرنے اور روئے زمین پر گھومنے اور نت نئے مقام دریافت کرنے کی تڑپ پر کافی غوروخوض کیا ہے، اس کے بعد میں نے یہ بھی سوچا ہے کہ کس طرح انسان کے اندر زندگی کی عائد کردہ پابندیوں کے سامنے سر جھکانے اور اپنے دائیں بائیں واقع ہونے والے حادثات کا ذرا بھی خیال کئے بغیر معمول کی زندگی کے راستے پر گامزن ہونے کی خواہش بھی موجود ہے۔

یہ نہایت دلکشا مقام ہے۔۔۔۔۔جب میں پہلے پہل یہاں آیا اور اس پہاڑی پر کھڑے ہو کر نیچے وادی کی طرف دیکھا تو اس علاقے نے میرا دل موہ لیا۔۔۔۔۔ایک طرف۔۔۔۔۔ایک چھوٹا سا جنگل کا قطعہ اراضی۔۔۔۔۔جس کے سائے میں خود کو فراموش کر دینے کو جی چاہتا ہے۔ دوسری طرف پہاڑی کی چوٹی۔۔۔۔۔جہاں سے نظارہ کرنا عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے۔ قطار اندر قطار پہاڑیاں اور مسحور کن گھاٹیاں۔۔۔۔۔رہ رہ کر دل میں یہ آرزو پیدا ہوتی تھی کہ خود کو اس ماحول میں گم کر دوں۔

اب میں جلدی جلدی نیچے اتروں گا لیکن گھر جب پہنچوں گا تو جو کچھ لینے کے لئے باہر نکلا تھا وہ نہیں ملا ہو گا۔ فاصلہ، زمانہ مستقبل کی طرح ہے۔ گویا ایک وسیع و عریض نیم روشن وجود سامنے پڑا ہوا ہے، ہماری بصارت اس میں کھو جاتی ہے اور منظر دھندلا جاتا ہے اور ہم یہ خواہش

کرتے ہیں کہ اے کاش ہم اپنے آپ کو فنا کر دیں اور اپنی ہستی کا پیمانہ صرف ایک زبردست اور عظیم الشان جذبے سے پر کر لیں، لیکن افسوس! جب ہم منزل پر پہنچتے ہیں اور "وہاں" "یہاں" میں تبدیل ہو جاتا ہے تو ہر چیز اسی طرح نظر آنے لگتی ہے جیسے پہلے دکھائی دیتی تھی۔ اس وقت ہم خود کو غربت اور مجبوری میں گھرا ہوا پاتے ہیں اور ہماری روحیں اس مرہم کی تمنا کرتی ہیں جو ہمارے اختیار میں نہیں ہوتا۔ پس ایک انتہائی آوارہ اور جہاں گرد آدمی بھی آخر اپنے آبائی وطن کی طرف لوٹنے اور اپنے جھونپڑے، اپنی بیوی کے بازوؤں، اپنے بچوں اور ان کے مشاغل میں اس مسرت سے ہمکنار ہونے کی آرزو کرتا ہے جسے وہ ادھر ادھر بھٹکتے ہوئے ڈھونڈتا ہے۔

جب میں سورج کے بلند ہوتے ہی صبح سویرے واہلہیم کا رخ کرتا ہوں اور سرائے کے عقب میں واقع باغ سے کچھ تر و تازہ مٹر کی پھلیاں توڑ کر ان کو پروتا ہوں اور پروتے ہوئے تھوڑا سا ہومر کا مطالعہ کرتا ہوں، اس کے بعد جب میں چھوٹے سے باورچی خانے میں جاتا ہوں اور کڑاہی میں تھوڑا سا مکھن ڈال کر ان کا سالن تیار کرتا ہوں، کڑاہی کو ڈھانپ کر تھوڑی دیر بعد اسے ہلاتا جاتا ہوں، اس طرح وہاں بیٹھے ہوئے میں صاف تصور کر سکتا ہوں کہ کیسے پینی لوپ کے پرجوش چاہنے والوں نے بیل اور سؤر ذبح کئے تھے اور ان کا گوشت کاٹ کر آگ پر بھونا تھا۔ زمانہ قدیم کی زندگی کی اور کوئی خصوصیت اس طرح میرے اندر شفاف اور سچے جذبات کو نہیں ابھار سکتی جیسا کہ یہ۔۔۔۔ خدا کا شکر ہے کہ میں ان جذبات کو اپنی زندگی میں کسی خوش فہمی کے بغیر مناسب جگہ دے سکتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے دل میں وہ سادہ اور خالص خوشی محسوس کر سکتا ہوں جس کا تجربہ ایسا آدمی کرتا ہے جو اپنی میز پر کھانے کے لئے گوبھی کا وہ پھول لاتا ہے جسے اس نے خود ہی بویا ہوتا ہے۔ ایسا شخص ایک لمحے کے اندر نہ صرف اس سبزی کے ذائقے سے لطف

اندوز ہوتا ہے بلکہ ان تمام عمدہ دنوں اور خوشگوار صبحوں کو جب اس نے اس کی کاشت کی، اور ملائم شاخوں کو جب اس نے اس کی آبیاری کی خوشی اور اس خوشی سے جو اس نے اس پودے کو پروان چڑھتے ہوئے محسوس کی تھی، بھی لطف اندوز ہوتا ہے۔

پرسوں ڈاکٹر ہمارے شہر سے یہاں لوتی کے مکان پر آیا، اس وقت میں فرشِ زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ لوتی کے کچھ بہن بھائی تو مجھ پر سوار تھے اور باقی مجھے چھیڑ رہے تھے۔ اس نے مجھے ان بچوں کو گدگدی کرتے اور انہیں کھکھلا کر ہنستے دیکھا۔ ڈاکٹر قدامت پرستی کا پتلا ہے اور بات کرتے ہوئے اپنی آستینوں کے کف بار بار اوپر کی طرف تہہ کرتا ہے اور ادھر ادھر سے کسی نکلے ہوئے تاگے کو کھینچتا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ اس نے مجھے جس حال میں دیکھا اسے میرے جیسے صاحبِ دماغ آدمی کے وقار کے منافی سمجھا۔ اس کا یہ احساس میں نے اس کے مجھے دیکھنے کے بعد ناک بھوں چڑھانے سے معلوم کیا۔ میں نے اس بات کا کوئی اثر نہیں لیا۔ لیکن جب وہ اپنے زیادہ دانشمندانہ کام میں مصروف ہو گیا، میں نے بچوں کے کاغذی گھر جو گر چکے تھے دوبارہ تعمیر کر دیئے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر جب شہر میں پہنچا تو اس نے ہر ایک کو یہ بتانا شروع کر دیا کہ لو بھئی مجسٹریٹ کے بچے اجڈ تو پہلے ہی تھے اب ورتھر ان کی مکمل تباہی کے درپے ہے۔

1 جولائی

میرا بیچارہ دل جو بسترِ علالت پہ کراہنے والے بہت سے دلوں سے کہیں زیادہ خستہ حال ہے، مجھے بتا سکتا ہے کہ ایک مریض کے لئے لوتی کی قدر و قیمت کیا ہے!

وہ شہر میں ایک معزز عورت کے بستر کے پاس چند روز گزارنے کے لئے جارہی ہے جس کے متعلق ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ وہ صرف چند روز کی مہمان ہے۔ڈاکٹروں نے ہدایت کی ہے کہ اس بیچاری عورت کے آخری لمحات میں لوتی اس کے پاس موجود رہے۔

پچھلے ہفتے میں لوتی کے ہمراہ سنیٹ ۔۔۔۔۔(یہاں سے ایک گھنٹے کی مسافت پر پہاڑیوں میں واقع ایک چھوٹا سا شہر) کے بڑے پادری کو ملنے گیا۔ ہم وہاں چار بجے پہنچے۔ لوتی کے ساتھ اس کی دو بہنیں بھی تھیں۔ جب ہم پادری کی اقامت گاہ کے احاطے میں، جو دو بلند و بالا اخروٹ کے درختوں کے سائے میں ہے، پہنچے تو ہم نے بوڑھے آدمی کو دروازے سے باہر بینچ پر بیٹھے ہوئے پایا۔ لوتی کو دیکھتے ہی گویا اس کا مردہ زندہ ہو گیا۔ اسے اپنی گول سروں والی چھڑی کا سہارا لینا بھی یاد نہ رہا اور اس کے بغیر ہی لوتی کو خوش آمدید کہنے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا وہ اس کی طرف بھاگی اور بینچ پر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اسے اپنی جگہ دوبارہ بٹھایا۔ اس کے بعد اس نے اپنے باپ کی طرف سے سلام پیش کیا اور اس کے سب سے چھوٹے اور میلے کچیلے لڑکے (جو بوڑھے کی اس عمر میں اس کا کھلونا تھا) کے متعلق مبالغہ آرائی کرتی رہی۔ آپ دیکھتے کہ کیسے اس نے بوڑھے پادری کو محظوظ کئے رکھا، کبھی وہ اپنی آواز اونچی کرتی تا کہ اس کے بہرے کانوں تک پہنچ سکے۔ کبھی وہ ان نوجوان اور توانا لوگوں کی بات کرتی جو اچانک موت کا شکار ہو گئے تھے اور کارلسبد کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتی کہ اس نے آئندہ اپنی گرمیاں وہاں گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس بات کو اس نے بار بار دہرایا کہ اس کے خیال میں اس کی صحت اور توانائی پہلے کی نسبت بہتر نظر آتی تھی۔ اس دوران میں میں نے پادری کی بیوی کو اپنے آداب پیش کئے۔

بوڑھا اب زیادہ سے زیادہ خوش طبع ہوتا گیا۔ مجھے، البتہ اخروٹ کے شاندار درختوں کی تعریف کرنی پڑی جو خوشگوار سایہ فراہم کر رہے تھے۔ اس پر بوڑھے نے ذرا بھدے سے انداز میں ان درختوں کی کہانی سنانا شروع کی۔

"ہمیں معلوم نہیں کہ بڑا درخت کس نے لگایا" اس نے کہنا شروع کیا "بعض کہتے ہیں کہ اِس پادری نے اور بعض کہتے ہیں کہ اُس پادری نے۔ لیکن چھوٹا درخت میری بیوی کی عمر کا ہے، اسے اکتوبر میں پچاس برس ہو جائیں گے۔ جس دن شام کو میری بیوی پیدا ہوئی اس کے باپ نے اس دن صبح کے وقت یہ پودا لگایا تھا۔ وہ اس قصبے میں میرا پیشرو تھا اور میں یہ بتانے کے قابل نہیں کہ یہ درخت اسے کس قدر عزیز تھا۔ قدرتی بات ہے کہ مجھے بھی یہ اتنا ہی عزیز ہے۔ آج سے ستائیس سال پہلے میری بیوی اس پیڑ کے نیچے ایک بینچ پر بیٹھی تھی جب میں اس احاطے میں پہلی مرتبہ داخل ہوا۔ میں اس وقت محض ایک غریب طالب علم تھا۔"

لوتی نے اس کی بیٹی کے متعلق پوچھا، اسے بتایا گیا کہ وہ ہر شمدت کے ہمراہ باہر کھیت میں مزدوروں کی طرف گئی تھی۔ بوڑھا آدمی داستان سناتا رہا کہ کس طرح پھر بڑا پادری اس کا گرویدہ بن گیا اور بعد میں اس کی بیٹی، اور کیسے وہ ترقی کرتے کرتے پہلے چھوٹا اور بعد میں بڑا پادری بن گیا۔ اس نے داستان ختم ہی کی تھی کہ اس کی بیٹی متذکرہ بالا ہر شمدت کے ساتھ باغ سے گزر کر وہاں آ پہنچی۔۔۔۔۔۔اس نے بڑی گرم جوشی سے لوتی کو سلام کیا اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ پرکشش تھی۔۔۔۔۔ خوبصورت سراپا کی مالک، چنچل، سرخی مائل رنگت والی، جسے اپنے علاقے میں پردیسیوں کے قیام کرنے میں مدد کا فن آتا تھا۔ اس کا ساتھی۔۔۔۔۔۔ ہر شمدت، واضح طور پر ایسا ہی ایک نووارد تھا۔۔۔۔۔ وہ ایک خاموش طبع اور حساس آدمی نکلا جو ہماری گفتگو میں

شریک نہیں ہونا چاہتا تھا اگر چہ لوتی نے اسے شامل کرنے کی بہت کوشش کی۔۔۔۔۔۔بیزار کن بات یہ ہوئی کہ میں نے اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگایا کہ ایک قسم کی ہٹ دھرمی اور بدمزاجی، نہ کہ ذہنی صلاحیتوں کی کمی، اس کے بولنے میں مانع تھی۔ بد قسمتی سے یہ بات زیادہ کھل کر اس وقت سامنے آگئی جب ہم سب باہر سیر کو نکلے۔ ہوا یہ کہ فریڈرائیکی میرے یا لوتی کے ساتھ چلنے لگتی، اس آدمی کا چہرہ جو پہلے ہی کالا تھا، اس قدر واضح طور پر متغیر ہو جاتا کہ لوتی میری آستینوں کو کھینچتی اور مجھے سمجھانے کی کوشش کرتی کہ میں اس لڑکی پر بہت زیادہ توجہ دے رہا ہوں۔ اب مجھے دنیا میں اس سے زیادہ اور کوئی چیز پریشان نہیں کرتی جب لوگ ایک دوسرے کو یوں تکلیف پہنچاتے ہیں، خاص طور پر نوجوان لوگ جو اپنی چڑھتی جوانیوں کے عہد میں، جبکہ انہیں ہر قسم کی خوشی کے لئے اپنے دل کے دروازے کھلے رکھنے چاہیئں، حسد اور جلن میں اپنے یہ چند ایام گنوادیتے ہیں اور بڑی تاخیر کے بعد انہیں احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ضائع کر چکے ہیں جو دوبارہ نہیں مل سکتی۔ اس بات کا تلخ احساس اندر ہی اندر مجھے کاٹتا رہا اور جب ہم شام کے وقت واپس پادری کے گھر پہنچے اور میز کے ارد گرد بیٹھ کر دودھ پینے لگے اور گفتگو زندگی کے دکھ سکھ کے متعلق چل نکلی تو میں نے فوراً ہی گفتگو کا رشتہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور انسان کی متلون مزاجی کو اپنا نشانہ بنایا۔۔۔۔

"لوگ عموماً یہ گلہ کرتے ہیں" میں نے کہا"کہ زندگی میں اچھے دن بہت کم اور برے دن بہت زیادہ ہیں اور جہاں تک میرا اندازہ ہے وہ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ اگر ہم اپنے دل کے دروازے خدا کی اچھی چیزوں کے لئے ہر وقت کشادہ رکھیں تو بہت جلد ہمارے اندر ناخوشگوار اتفاقات کو برداشت کرنے کی قوت بھی پیدا ہو جائے گی۔"۔۔۔۔۔ "لیکن ہم اپنی روح کے

احساسات تبدیل کرنے پر قادر نہیں کیونکہ وہ ہماری ملکیت نہیں ہے۔"۔۔۔۔۔پادری کی بیوی نے اعتراض کیا" آپ غور کیجئے کہ ہماری جسمانی حالت پر کیا کچھ منحصر ہے۔ اگر ہم اچھے نہ ہوں تو ہر چیز بے جوڑ نظر آتی ہے۔"

میں نے اس سے اتفاق کیا" پس ہمیں متلون مزاجی کو ایک قسم کی جسمانی علامت سمجھنا چاہیئے" میں نے جواب دیا" اور اس کے علاج کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

"یہ ایک خیال ہے" لوتی نے کہا" میری ذاتی یہ رائے ہے کہ بہت کچھ ہم پر منحصر ہے۔ میں یہ بات اپنے تجربے سے جانتی ہوں۔ اگر کوئی چیز مجھے پریشان یا غمگین کر رہی ہو، تو میں اٹھ کر باغ میں چلی جاتی ہوں اور دو چار رقص یا گیت گاتی ہوں۔ پریشانی فوراً کافور ہو جاتی ہے۔"۔۔۔۔۔

"آپ نے میرے دل کی بات کہی۔" میں نے کہا۔ "حس مزاح کا نہ ہونا جسمانی کاہلی کی طرح ہے کیونکہ یہ کاہلی ہی کی ایک قسم ہے۔ ہماری فطرت اس کی طرف راغب ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہم اس سے خود کو باز رکھنے کی کوشش کریں تو نہ صرف محنت آسان معلوم ہوتی ہے بلکہ مصروفیت اور کام کاج میں حقیقی خوشی محسوس ہوتی ہے۔"

فریڈرائیکی بڑے غور سے سن رہی تھی، اور اب اس کے جوان ساتھی نے مداخلت کی اور کہا کہ انسان کا ہمیشہ اپنے آپ پر اختیار نہیں ہوتا، کم از کم جذبات کے معاملے میں!

"لیکن ہم تو ایک ناپسندیدہ احساس کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں" میں نے کہا" اور جو شخص بھی اس احساس سے چھٹکارا حاصل کر لے اُسے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ کسی کو جب تک وہ آزما کر نہ دیکھے، اپنی طاقت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ اور بہر حال اگر ایک شخص بیمار ہو تو وہ علاج کے

لئے ایک ڈاکٹر کے بعد دوسرے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے اور اپنی صحت کی بحالی کے لئے ہر قسم کی تلخ سے تلخ دوائی اور پرہیز کو قبول کرتا ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ بوڑھا پادری اس ساری بحث میں حصہ لینے کے لئے ہماری باتوں کو سننے کی کوشش میں مصروف تھا۔ لہٰذا میں نے ذرا اونچی آواز میں اسے مخاطب کیا اور کہا۔ "ہمارے مقدس کلام میں بہت سی برائیوں کے خلاف لکھا ہوا ہے لیکن میں نے کبھی کسی منبر سے ترش روئی اور بدمزاجی کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سنا۔"

"شہر کے مبلغین کو اس موضوع پر اظہار خیال کرنا چاہیئے۔" بوڑھے آدمی نے کہا۔ "جہاں تک ہمارے کسانوں کا تعلق ہے وہ پہلے ہی فطرتاً خوش مذاق ہیں۔ لیکن کبھی کبھی یہاں ایسا کر لینے سے کوئی حرج بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یقیناً یہ نہ صرف میری بیوی بلکہ مجسٹریٹ صاحب کے لئے بھی ایک اچھا سبق ہو گا۔"

سب لوگ ہنسنے لگے اور بوڑھا بھی اس ہنسی میں شریک ہو گیا حتٰی کہ کھانسی کے دورے نے اس بحث کو کچھ دیر کے لئے زائل کر دیا۔۔۔۔ اب اس جوان آدمی نے دوبارہ رشتہ گفتگو اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا۔ "آپ نے حس مزاح کے فقدان کو برائی سے تعبیر کیا ہے، کیا یہ مبالغہ نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں" میں نے جواب دیا۔ "ہر وہ چیز جو انسان کو خود یا اس کے ہمسائے کو نقصان پہنچائے وہ برائی کہلانے کی مستحق ہے۔ کیا یہ امر افسوسناک نہیں کہ ہم ایک دوسرے کو خوش نہیں کر سکتے؟ کیا ہم ایک دوسرے کو اس مسرت سے محروم کر دیں جس کو ہر ایک دل کبھی کبھار اپنے لئے فراہم کر سکتا ہے؟ آپ مجھے کوئی ایسا شخص دکھائیں جو تلخ مزاج ہو اور اپنی تلخ مزاجی کو

گرد وپیش کے لوگوں کی خوشی برباد کئے بغیر، فقط اپنی ذات تک محدود رکھ سکے۔ کیا تلخ مزاجی ہماری اپنی نالائقی کے خلاف ہمارے اندرونی غصہ کا اظہار نہیں؟ اپنے آپ کے ساتھ اظہار نفرت نہیں؟ اور کیا ایک طرح سے اس کا تعلق حسد سے نہیں جو ہماری احمقانہ خودپسندی کا براہ راست نتیجہ ہوتا ہے؟ ہم ایسے خوش باش لوگ دیکھتے ہیں جنہیں ہم نے خوش رکھنے کی کوشش نہیں کی ہوتی۔ بس اس بات کو ہم برداشت نہیں کرپاتے۔"

لوتی مجھے دیکھ کر مسکرائی کیونکہ وہ محسوس کرچکی تھی کہ اس موضوع نے مجھ کتنا متاثر کر رکھا ہے۔ فریڈرائیکی کی آنکھ میں آنسو کا ایک قطرہ میری روانیء گفتگو کے لئے مہمیز ثابت ہوا اور میں نے کہا۔ "وہ لوگ کتنے بدنصیب ہیں جو دوسروں کے دل پر اپنے اختیار کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں اپنے من کی پاکیزہ مسرتوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ دنیا بھر کے سارے تحفے اور انعام مل کر بھی انسان کی اس ذاتی مسرت کے ایک لمحے کا نعم البدل ثابت نہیں ہوسکتے جسے ہم میں سے ایک حاسد اور جابر انسان کی تلخ مزاجی زہر آلود کر دیتی ہے۔"

باتیں کرتے ہوئے اس المناک منظر کی تصویر میرے ذہن پر چھاگئی، میرا دل پگھل گیا اور رومال سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے میں اس گروپ سے باہر نکل گیا۔ صرف اس وقت میں اپنے آپ پر کچھ ضبط کرنے کے قابل ہوا جب لوتی نے مجھے پکار کر کہا کہ وہاں سے رخصت ہونے کا وقت ہو گیا ہے۔۔۔۔۔راستے میں اس نے اردگرد کی ہر چیز میں میرے ضرورت سے زیادہ شرکت کرنے پر مجھے ڈانٹ ڈپٹ کی اور متنبہ کیا کہ یہ طرز عمل بالآخر میری تباہی پر منتج ہو گا۔ اس نے مجھے صرف اپنے کام پر توجہ دینے کی نصیحت کی۔۔۔۔۔ اے فرشتہ صورت! مجھے صرف تمہارے لئے زندہ رہنا ہے۔

6جولائی

آجکل وہ مستقل اپنی قریب المرگ سہیلی کے ساتھ رہتی ہے اور ہمیشہ ایک جیسی حالت پر ہر وقت حاضر، ہر وقت دلنشیں! جہاں بھی اس کی نگاہ پڑتی ہے درد مٹاتی جاتی ہے، اور سکھ کا احساس پیدا کرتی ہے۔ اگلے روز وہ میریانا اور امیلیا کے ہمراہ سیر سپاٹے کے لئے نکلی۔ مجھے اس کا علم تھا اور ان سے جا ملا۔ ہم اکٹھے سیر کرتے رہے اور کوئی ڈیڑھ گھنٹہ بعد جب ہم دوبارہ شہر کی طرف آرہے تھے، اس چشمے کی طرف جا نکلے جس میں کبھی میرے لئے بڑی کشش تھی اور اب تو پہلے سے بھی کئی ہزار گنا زیادہ کشش ہے۔ لوتی پتھر کی بنی ہوئی چھوٹی سی دیوار پر بیٹھ گئی اور ہم سب اس کے گرد ہالہ بنا کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور اس وقت کا تصور کیا جب میں یہاں اکیلا تھا، دوبارہ میرے اندر زندہ ہونے لگا۔ "میرے محبوب چشمے!" میں نے سوچا "تب سے اب تک مجھے تیرے ٹھنڈے ماحول میں آرام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ کبھی کبھار، جب میں اتفاقاً تیرے پاس سے گزرتا ہوں، تجھے ایک نظر دیکھ بھی نہیں سکتا۔" میں نے نیچے نگاہ کی اور دیکھا کہ امیلیا ہاتھ میں بڑی احتیاط کے ساتھ پانی سے بھرا پیالہ پکڑے ہوئے تھی۔ میں نے لوتی کی جانب دیکھا اور اس کا اشارہ سمجھ گیا۔ اسی اثناء میں امیلیا پیالے کے ساتھ اوپر پہنچ گئی اور میریانا نے اس کے ہاتھ سے پیالہ چھیننے کی کوشش کی۔۔۔۔۔ "نہیں" بچی نے کہا۔۔۔۔۔ بڑے پیار بھرے انداز میں انکار کرتے ہوئے اس نے کہا "۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ لوتی، پہلے آپ یہ پانی پئیں گی" ۔۔۔۔۔

بچی کے خلوص اور نیکی نے مجھے اس قدر متاثر کیا کہ میں نے اظہار عقیدت کے طور پر اسے گود میں اٹھالیا اور محبت سے چوم لیا۔ اس پر بچی نے فوراً رونا اور چلانا شروع کر دیا۔۔۔۔ "آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔" ۔۔۔۔۔۔لوتی نے کہا۔۔۔۔۔

میں شرمندہ سا ہو گیا۔

"آؤ، میلی!" اس نے بچی کا ہاتھ پکڑ کر نیچے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے کہا۔۔۔۔ "چشمے کے تازہ پانی سے نہالو، ان باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں اپنی جگہ پہ کھڑا بچی کو بڑے اعتماد کے ساتھ زور زور سے اپنے رخسار اپنے گیلے ہاتھوں سے ملتا ہوا دیکھ رہا تھا، گویا اس کا خیال تھا کہ یوں ملنے سے چشمے کا معجز نما پانی میرے اس کو چھونے کا تمام اثر دھوڈالے گا اور بدصورت داڑھی مونچھ کے نکلنے کا خدشہ باقی نہیں رہے گا۔۔۔۔۔ ولیم، میں یقین سے کہتا ہوں کہ میں نے کسی بپتسمہ میں اس قدر احترام اور عقیدت سے شرکت نہیں کی۔ جب لوتی آخر کار سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی تو میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس کے قدموں پر اپنے آپ کو گرادوں۔۔۔۔۔ بالکل ایسے جیسے ایک پیروکار اپنے آپ کو پیغمبر کے سامنے گرادیتا ہے جس نے ابھی ابھی اپنے لوگوں کو گناہوں سے پاک وصاف کیا ہوتا ہے۔

میرا دل اس واقعے کے تاثرات کی مسرت سے اس قدر لبریز تھا کہ اس شام کو میں اس کا اظہار بظاہر معقول اور انسانی فطرت کے اچھے نباض شخص سے کئے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن ایسا کرنا بہر حال میری غلطی تھی۔ اس کی رائے میں لوتی نے جو کچھ کیا وہ غلط تھا۔۔۔۔۔ بچوں کو غلط راستے پر کبھی نہیں چلانا چاہیئے۔ ایسی واہیات حرکت بے شمار غلطیوں اور توہمات تک لے جاسکتی تھی اور بچوں کو ان کی زندگی کے اوائل میں اس سے نہیں بچایا جاسکتا تھا۔ اس وقت مجھے اچانک خیال آیا

کہ صرف ایک ہفتہ قبل اس شخص نے اپنے ایک بچے کا بپتسمہ کرایا تھا، لہٰذا میں نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور دل میں اپنے اس عقیدے پر قائم رہا۔ ہمیں بچوں کے ساتھ اس طرح سلوک کرنا چاہیئے جس طرح خدا ہمارے ساتھ کرتا ہے جب وہ ہمیں مسرت آمیز واہمات کے جنون میں اپنی اپنی راہ پر لگا دیتا ہے۔۔۔۔۔

8جولائی

ولیم، ہم بچے ہیں۔ کیا آپ کچھ تصور کرسکتے ہیں کہ ایک عاشق اپنے محبوب کی محض ایک نگاہ کے لئے کس قدر بے تاب ہو سکتا ہے؟ ہاں، ہم بچے ہی ہیں!

ہم واہلہیم پہنچے۔ خواتین گاڑی پر سوار باہر سیر کو روانہ ہوئیں۔۔۔۔۔ اور انہی سیروں میں سے ایک کے دوران مجھے احساس ہوا کہ میں لوتی کی آنکھوں میں۔۔۔۔۔ دیکھ سکتا تھا۔۔۔۔۔ میں پاگل ہوں، مجھے معاف کر دیجئے! لیکن آپ ایک دفعہ ان آنکھوں کو ضرور دیکھتے!

اب زیادہ لکھنے کی سکت نہیں کیونکہ نیند کا خمار طاری ہے اور میری پلکیں بند ہوئی جاتی ہیں۔ بہر حال قصہ مختصر۔۔۔۔۔ خواتین گاڑی میں بیٹھ رہی تھیں۔ نوجوان، ڈبلیو سیلتارت اندران اور میں دونوں گاڑی کے ساتھ کھڑے بے معنی گپیں لگا رہے تھے۔ میں نے کوشش کی کہ لوتی کی نگاہ مجھ پر پڑ جائے۔ وہ میرے سوا، صرف میرے سوا، یکے بعد دیگرے ہر ایک مرد کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔ حالانکہ فقط میں ہی وہاں اس کی ایک نگاہ کا منتظر تھا۔ ادھر میرا دل اسے ہزاروں الوداعی سلام کہہ رہا تھا ادھر وہ تھی کہ مجھے دیکھتی بھی نہ تھی۔ جب گاڑی چلتے ہوئے ہمارے قریب سے گزری تو اس وقت میری آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ میری آنکھوں نے اس کا تعاقب کیا اور

میں نے اسے گاڑی سے جھک کر باہر جھانکتے اور مڑ کر کسی کو (خدا جانے کس کو؟) دیکھتے ہوئے اس کا لہراتا ہوا اڑو پٹہ دیکھا۔۔۔۔ اور بس یہی، مختصر طور پر، میری تسکین اور میری بداعتمادی کا حال بیان کرنے کو کافی ہے۔ شاید اس نے مڑ کر مجھے ہی دیکھا تھا۔۔۔۔ شاید!۔۔۔۔

اچھا شب بخیر! میں بھی کیا بچہ بن گیا ہوں!

10 جولائی

کبھی آپ دیکھئے کہ محفل میں اس کا ذکر آنے پر میں کس طرح احمق بن جاتا ہوں۔۔۔۔ اور اگر کبھی کوئی یہ سوال کر بیٹھے کہ مجھے وہ کس قدر "پسند" ہے۔ یعنی وہ؟ میں اس لفظ پر اکتفا نہیں کر سکتا۔۔۔۔ کس قسم کا انسان ممکنہ طور پر لوتی کو "پسند" کر سکتا ہے؟ کس قسم کا آدمی دراصل اسے دیکھ کر اپنے آپ کو بالکل فراموش نہیں کر سکتا؟ پسند کرنا تو معمولی بات ہے! مثلاً اگلے دن کسی نے مجھ سے دریافت کیا کہ آیا مجھے اوزین کی نظمیں پسند ہیں!

فرا۔ ایم بہت بیمار ہے۔ لوتی کی ہر پریشانی میں شریک ہوتے ہوئے میں اس کی صحت کے لئے دست بدعا ہوں۔ آجکل وہ بہت کم ملتی ہے اور وہ بھی ایک دوست کے گھر پہ۔۔۔۔ آج اس نے مجھے بڑی عجیب و غریب چیز بتائی۔

بوڑھا، ایم، بظاہر نہایت کنجوس اور دولت پرست آدمی ہے جس نے ہمیشہ اپنی بیوی کو ستایا ہے اور اسے انتہائی سادہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا ہے۔۔۔۔ تاہم بوڑھی عورت کسی نہ کسی طرح گذر بسر کرتی رہی ہے۔ اگلے روز ڈاکٹر نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ اب اس کی بیوی کا آخری

وقت آن پہنچا ہے، تو اس نے اپنے خاوند کو بلایا۔۔۔۔ لوتی بھی اس وقت کمرے میں موجود تھی۔۔۔۔ اور اسے یوں مخاطب کیا۔۔۔۔

"آج مجھے ایک ایسا اعتراف کرنا ہے جس کی بدولت شاید میری موت کے بعد پیدا ہونے والی الجھنوں اور چہ میگوئیوں کے ازالہ میں مدد ملے گی۔ اب تک جس طرح بن سکا، میں گھر کو کفایت شعاری اور سلیقہ مندی کے ساتھ چلاتی رہی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ گذشتہ تیس سال کے دوران میں میں نے کس طرح آپ کو اندھیرے میں رکھا ہے، اس پر آپ مجھے معاف کر دیں گے۔ شادی کے آغاز ہی میں آپ نے گھریلو ضروریات کے لئے بہت قلیل رقم مہیا کی ہے۔ حتٰی کہ جب ہمارا معیار زندگی کچھ بلند ہوا اور کاروبار نے ترقی کی، تب بھی آپ کو گھر کے اخراجات پورے کرنے کے لئے ، حالات کے مطابق ہفتہ وار رقم میں اضافہ کرنے پر مائل نہ کیا جا سکا۔۔۔۔ مختصر یہ کہ جب ہمارا انتہائی خوشحالی کا زمانہ تھا، تب بھی آپ مصر رہے کہ میں محض سات گلڈر ہفتہ میں گزارا کروں۔۔۔۔ میں نے کسی احتجاج کے بغیر سات گلڈر قبول کر لئے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے باقی مطلوبہ رقم محصولات میں سے لیتی رہی کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ کوئی شخص بیوی پر خاوند کی چوری کرنے کا شبہ نہیں کر سکتا۔۔۔۔ اس میں سے میں نے کوئی رقم کبھی ضائع نہیں کی اور اب بھی کسی قسم کا انکشاف کئے بغیر میں سکون سے قبر میں چلی جاتی اگر مجھے اس حقیقت کا احساس نہ ہوتا کہ جو بھی میرے بعد گھر کے معاملات کو چلائے گا اسے ان کو چلانے کا طریقہ معلوم نہ ہوگا اور آپ اصرار کریں گے کہ آپ کی بیوی تو اسی قلیل رقم سے تمام گزر بسر کرتی رہی تھی۔۔۔۔"

تب میں اور لوتی دونوں ایک مرد کی اس ناقابل تصور محبت کا تذکرہ کرتے رہے، جسے ساٹ گلڈرز پر گذارا کرنے والی بیوی پر شبہ نہیں ہوتا حالانکہ، دراصل، خرچ اس سے دگنی رقم ہو رہی ہوتی ہے۔ لیکن مجھے ایسے لوگ بھی معلوم ہیں جنہوں نے کسی حیرت کے بغیر کنجوس بیوہ کا نہ ختم ہونے والا گھی کا مرتبان قبول کیا ہے۔

13 جولائی

نہیں، میں کسی دھوکے میں نہیں ہوں۔۔۔۔۔ میں اس کی سیاہ آنکھوں میں پر خلوص ہمدردی کا پیغام پڑھ سکتا ہوں۔۔۔ہاں۔۔۔ میں اسے محسوس بھی کر سکتا ہوں۔۔۔ اور ہاں مجھے معلوم ہے کہ میں اپنے دل پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔۔۔یعنی یہ کہ۔۔۔۔۔کیا میں یہ جسارت کروں۔۔۔۔ کیا میں چند الفاظ میں بہشت کا تذکرہ کر سکتا ہوں؟۔۔۔۔۔ کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے!

محبت میرے ساتھ! میری قدروقیمت اپنی نگاہوں میں کتنی بڑھ گئی ہے، میں کیسے ۔۔۔۔ یہ بات میں صرف آپ کو بتا سکتا ہوں کیونکہ آپ کو ان جذبات کا علم ہے۔۔۔۔ اب میں کیسے اپنی قربان گاہ پر مصروف مناجات ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے!

اس مفروضے یا حقیقت کے ساتھ میں اپنے آپ سے سوال کرتا ہوں؟۔۔۔۔ مجھے کسی ایسے آدمی کا علم نہیں جو لوتی کے دل میں کوئی مقام رکھتا ہو لیکن پھر بھی جب وہ اپنے منگیتر کا ذکر ایک قسم کی محبت اور گرمجوشی کے ساتھ کرتی ہے، تو میں ایک ایسے مرد کی طرح خود کو محسوس کرتا ہوں جس کی توہین کی گئی ہو اور جسے اس کی عزت، منصب اور تلوار سے محروم کر دیا گیا ہو۔

16جولائی

اوہو، جب کبھی میرا ہاتھ اس کے ہاتھوں کو چھوتا یا جب میز کے نیچے ہمارے پاؤں ایک دوسرے کے ساتھ لگتے ہیں تو کس جوش وخروش کے ساتھ خون میری رگوں میں دوڑتا ہے۔ میں فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہوں گویا کسی آگ پر ہاتھ پڑ گیا ہو۔۔۔۔۔ایک قسم کی پراسرار قوت مجھے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتی ہے اور میرا ذہن چکرا جاتا ہے۔ وہ بیچاری اپنی سادگی اور معصومیت میں یہ نہیں جان سکتی کہ اس کی ان قربتوں سے مجھے کس قدر پریشانی ہوتی ہے، جب وہ کبھی دوران گفتگو، محویت کے عالم میں میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ڈال دیتی ہے یا میرے بالکل قریب آکر بیٹھتی ہے حتیٰ کہ اس کی خوشبودار اور مقدس سانسیں میری سانسوں کے ساتھ مل جاتی ہیں۔ اس وقت مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے مجھے بجلی نے چھو لیا ہو اور گویا مجھے زمیں دھنس جانا چاہیئے۔۔۔۔ ولیم، خدا نہ کرے کہ میں اس کے اعتماد کو ٹھیس لگاؤں اور اس زمیں کی جنت کا غلط فائدہ اٹھانے کا تصور کروں۔۔۔۔ آپ جانتے ہیں جو میرا مطلب ہے!۔۔۔۔ لیکن میں کمینہ نہیں ہوں۔ ہاں، کمزور۔ خدا جانتا ہے کہ میں کمزور ضرور ہوں۔۔۔۔۔اور کیا اس کمزوری کو کمینگی کے مترادف سمجھا جا سکتا ہے؟ وہ میرے لئے مقدس ہے۔ اس کی موجودگی میں جسمانی محبت کا خیال ہی باقی نہیں رہتا۔۔ میں اس کے ساتھ ہوتے ہوئے جو محسوس کرتا ہوں اس کو بیان کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ پس ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے میرے جسم کا ہر تار میری روح کے قبضے میں ہو۔ ایک خاص قسم کی موسیقی وہ کسی فرشتے کی طرح بڑی سادگی مگر ولولہ انگیز انداز میں اپنے پیانو پر بجاتی ہے۔ یہ اس کا پسندیدہ نغمہ ہے اور اسے سنتے ہی میرا تمام درد، پریشانی اور دکھ غائب ہو جاتے ہیں۔

موسیقی کی جادو بھری طاقت کے بارے میں جو کچھ بھی کہا گیا ہے وہ اب مجھے ناقابل یقین معلوم نہیں ہوتا۔۔۔اس کی سیدھی سادی موسیقی مجھے کیسے متاثر کرتی ہے!اور اچھی طرح وہ جانتی ہے کہ اس موسیقی کو کب چھیڑنا ہے۔۔۔۔اکثر ایسے لمحات میں، جب میرا دل کسی دیوار سے سر پھوڑنے کو چاہتا ہے۔۔۔۔تب میرے اندر سے تمام اندھیرا اور بیزاری نکل جاتی ہے اور میں دوبارہ سکھ کے ساتھ سانس لینا شروع کر دیتا ہوں۔

18جولائی

ولیم، محبت کے بغیر زندگی کی قدر و قیمت ہی کیا ہے؟۔۔۔۔۔ایسے جیسے روشنی کے بغیر طلسماتی چراغ۔۔۔آپ محض اس کو روشن کریں اور دیکھیں کہ یہ کس طرح سفید دیوار پر انتہائی پیاری اور رنگین تصاویر بناتا ہے۔۔۔اگر اس کا اور کوئی فائدہ نہ بھی ہو پھر بھی، اس کے یہ جلد جلد تبدیل ہونے والے تصویری عکس، ہمارے لئے اس وقت مسرت کا سامان رکھتے ہیں جب ہم اس کے سامنے نادان بچوں کی طرح کھڑے ہوتے ہیں اور اس کے طلسماتی منظر میں کھو جاتے ہیں۔۔۔آج ایک ضروری اجلاس کی وجہ سے میں لوتی کے گھر نہ جاسکا۔اب میں کیا کرتا؟میں نے ایک نوکر کو وہاں بھیجا تاکہ کم از کم کوئی ایسا شخص تو میرے پاس ہو جو اس کے قریب سے ہو کر آیا ہو۔بے صبری اور بے چینی جس کے ساتھ میں نے اس کی واپسی کا انتظار کیا اور وہ مسرت جس کے ساتھ میں نے اس لڑکے کو واپس لوٹتے دیکھا، بیاں کی حدود سے باہر ہیں۔میں شاید لپک کر اسے گلے لگالیتا اور اسے چوم لیتا لیکن قدرتی حجاب میرے مانع آیا۔۔۔

میں نے سنا ہے کہ ایک قیمتی پتھر ایسا ہوتا ہے کہ جسے اگر سورج کے سامنے رکھا جائے تو وہ شمسی کرنوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور اس کے بعد اندھیرے میں کچھ دیر تک چمکتا رہتا ہے۔ نوکر لڑکے نے بھی مجھے کچھ اسی طرح متاثر کیا۔ اس تصور نے کہ لوتی نے اس لڑکے کی واسکٹ کے بٹنوں، جیکٹ، کالر اس کے چہرے اور اس کے رخساروں کو دیکھا ہو گا، میرے لئے ان تمام چیزوں کو مقدس اور انمول بنا دیا۔ اس وجہ سے میں اس لڑکے کو لاکھ روپے میں بھی دینے کو تیار نہیں۔ اس کی موجودگی میں میں اپنا دماغ آسمان پر محسوس کرنے لگا۔ کیا آپ کے خیال میں اس طرح خوش ہونا فریب خوردگی ہے؟

19 جولائی

آج میں اس سے ملوں گا۔ جب میں صبح کو بیدار ہوتا ہوں اور مسرت کے ساتھ دھوپ کو دیکھتا ہوں تو پکار اٹھتا ہوں "آج اس سے ملاقات ہو گی۔" اس کے بعد آئندہ چوبیس گھنٹوں میں میری اور کوئی خواہش باقی نہیں رہتی۔ ہر چیز، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہر چیز، اس ایک آرزو میں کھو جاتی ہے۔

20 جولائی

مجھے آپ سے اتفاق نہیں کہ میں وہاں۔۔۔۔۔ ہمارے سفیر کے ہمراہ جاؤں۔ میں ماتحتی کو پسند نہیں کرتا، اور اس کے علاوہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ بہت ناپسندیدہ شخصیت کا مالک

ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میری ماں مجھے کہیں معقول ملازمت پر دیکھنا چاہتی ہے۔ مجھے ہنسی آتی ہے! کیا اب میں معقول طور پر ملازم نہیں ہوں؟ اور اس سے فرق ہی کیا پڑتا ہے کہ میں گھاس یا سبزی بیٹھ کر چھانٹتا رہوں۔ اس دنیا میں کون سی چیز ہے جس کی وقعت گھٹا کر اسے ناچیز نہیں بنایا جا سکتا۔ جو شخص محض دولت، عزت اور اس طرح کی کسی چیز کے لئے اپنے آپ کو کھپا دیتا ہے، پاگل ہے!

24جولائی

آپ کی باتوں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ اس بات کو بہت اہمیت دیتے ہیں کہ میں مصوری کی طرف توجہ کم نہ کر دوں۔ اس وقت تو میں یہی کہوں گا بلکہ اعتراف کروں گا کہ جب سے میری زندگی میں لوتی داخل ہوئی ہے میں نے مصوری کا کام بہت کم کیا ہے۔

میں کبھی خوش نہیں رہا۔ بظاہر فطرت میں میری دلچسپی، معمولی پتھر سے لے کر گھاس کے پتے تک، اتنی گہری یا خود فراموشانہ نہیں رہی۔ پھر بھی۔۔۔۔۔ میں نہیں جانتا میں کیسے اس کی وضاحت کروں۔ میری اظہار و بیان کی طاقت بڑی کمزور ہے اور ذہن میں تمام چیزیں کچھ اس طرح گڈ مڈ ہیں کہ ان کے خطوط کوئی واضح شکل اختیار کر کے سامنے نہیں آرہے۔ دل میں کہتا ہوں کہ اگر میرے پاس اس وقت گیلی مٹی یا موم بتی ہوتی تو میں ان کی کوئی شکل بنا سکتا تھا۔ اگر یہ کیفیت مجھ پر طاری رہتی ہے تو میں ضرور تھوڑی سی مٹی لے کر اس کا ماڈل بنانا شروع کر دوں گا خواہ نتیجہ ایک بھدے سے کیک کی شکل میں ہی کیوں نہ نکلے۔

26جولائی

ہاں، پیاری لوتی، میں سب کچھ کروں گا۔ آپ صرف مجھے مزید کام بتائیں اور زیادہ سے زیادہ پیغام بھیجا کریں۔ اور مزید ایک التجا۔ جو تحریر تم میری طرف لکھ کر بھیجتی ہو اس پر آئندہ ریت نہ ہو۔ آج میں نے تمہارا خط اپنے ہونٹوں سے لگایا تو ریت کے ذرے اپنے دانتوں پر محسوس کئے۔

26جولائی

گاہے گاہے میں یہ مصمم ارادہ کرتا ہوں کہ اب آئندہ برس اس کو کم ملا کروں گا۔۔۔ گویا اس اصول پر عمل درآمد کرنا ممکن ہو سکتا ہے! تاہم ہر روز میں اپنی خواہش کے آگے ہتھیار ڈال دیتا ہوں اور دوبارہ عہد کرتا ہوں کہ کل وہاں نہیں جاؤں گا لیکن جب کل آتا ہے تو وہاں جانے کی کوئی انتہائی ناگزیر وجہ پیدا ہو جاتی ہے اور قبل اس کے کہ میں کچھ اور جان سکوں ۔۔۔ میں وہاں پہنچ چکا ہوتا ہوں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس نے کل شام پوچھا تھا "کیا آپ کل آئیں گے ؟" پس جانے سے کون باز رہ سکتا ہے ؟ یا دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس نے مجھے کوئی کام کرنے کو کہا اور میں اپنے دل میں کہتا ہوں کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ میں وہاں ذاتی طور پر جا کر اسے بتاؤں کہ کام ہو چکا ہے۔ یا پھر دن بڑا سہانا ہے اور میں سیر کے لئے واہلیہم چلا جاتا ہوں۔ بس ایک

دفعہ وہاں پہنچنے کی دیر ہے۔۔۔۔۔وہ، بہر حال یہاں سے آدھ گھنٹے کے فاصلے پر ہی تو ہے، میں اس کی دنیا سے قریب ہی تو ہوں۔۔۔اچھا۔۔۔اور میں وہاں ہوتا ہوں!

میری دادی مجھے ایک مقناطیس والی پہاڑی کہانی سنایا کرتی تھی کہ اس کے قریب جو سمندری جہاز بھی جاتا تھا، اچانک اس کی تمام دھات اکھڑ جاتی تھی حتٰی کہ کیل تک اڑ کر پہاڑی کی طرف چلے جاتے تھے اور ہمارے ملاح گرتی لکڑیوں سے ٹکرا کر سمندر میں ڈوب جاتے ہیں۔

البرٹ (لوتی کا منگیتر) واپس آچکا ہے اور میں چلا جاؤں گا۔ وہ کتنا ہی عالی نسب اور دنیا کا بہترین انسان ہو اور میں اس کی ماتحتی میں کسی بھی حیثیت میں کام کر کے خوش ہوں گا، لیکن میرے لئے حسن کے اس کامل ترین نمونے پر اس کا قبضہ ناقابل برداشت ہو گا۔ اس کا قبضہ ۔۔۔۔۔بس، یہی کافی ہے، ولیم کہتا ہے کہ وہ آچکا ہے۔۔۔۔۔اس کا منگیتر جو کہ ایک لائق اور مہربان انسان ہے اور جسے پسند کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ خوش قسمتی سے جب وہاں آیا ہے تو میں وہاں موجود نہیں تھا ورنہ میرا دل پارہ پارہ ہو جاتا اور ویسے تو وہ ایک باعزت اور باوقار آدمی ہے۔ اس نے میری موجودگی میں ایک مرتبہ بھی لوتی کو بوسہ نہیں دیا۔ خدا اسے اس کا صلہ دے! جس انداز میں وہ اس لڑکی کا احترام کرتا ہے مجھے اس پر پیار آتا ہے۔ لگتا ہے کہ وہ بھی مجھے پسند کرنے لگا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس میں مجھے اس کے ذاتی تاثرات کی نسبت لوتی کا ممنون ہونا چاہیئے کیونکہ اس قسم کی چیزوں میں عورتوں کو بڑا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔۔۔ہونا بھی چاہیئے، کیونکہ ان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنے دونوں چاہنے والوں میں باہمی ہم آہنگی پیدا کر سکیں، خواہ ایسا ہونا کتنا ہی دشوار کیوں نہ ہو۔

اس اثناء میں مجھے البرٹ کا احترام کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اس کا پر سکون اور آرام ده رویہ، میری واضح بے چینی سے حیران کن طور پر متصادم ہوتا ہے۔ وہ نہایت پختہ احساسات رکھنے والا انسان ہے اور جانتا ہے کہ لوتی کی ذات میں خوبیوں کا کتنا زبردست خزانہ پوشیدہ ہے۔ وہ نہایت زندہ دل آدمی بھی لگتا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ میری رائے میں افسردہ دلی سے بڑی اور کوئی برائی نہیں۔ بظاہر وہ مجھے سمجھ دار آدمی سمجھتا ہے اور لوتی کے ساتھ میرے لگاؤ اور اس کی ہر چیز میں میری دلچسپی سے نہ صرف اس کے احساس برتری میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اس طرح وہ لوتی سے بھی زیادہ محبت کرنے لگتا ہے۔ ویسے مجھے معلوم نہیں کہ آیا وہ کبھی کبھی لوتی کو احساس رقابت سے پریشان بھی کرتا ہے کہ نہیں؟ ہمیں یہ معاملہ تصفیہ کئے بغیر ہی یہیں چھوڑنا پڑے گا۔ لیکن اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو میرا خیال ہے کہ میں اس گھٹیا جذبے سے مغلوب ہوئے بغیر شاید نہ رہ سکتا۔

اب آگے جو ہونا ہے سو ہو، لوتی کے ساتھ گذارے سنہرے دن ختم ہو چکے! اب میں اسے کیا کہوں؟ حماقت؟ دھوکہ، سراب؟ اسے کسی نام کی ضرورت نہیں۔ یہ حادثہ اپنی دستان آپ ہے جو کچھ مجھے اب معلوم ہے اس کا پہلے ہی اندازہ تھا جب وہ ابھی نہیں آیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میرا اس پر کوئی دعویٰ نہیں، کوئی مطالبہ نہیں بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ مجھے اس کی محض اتنی ہی آرزو تھی جتنی کہ کوئی شخص کسی انتہائی حسین ہستی کے لئے کر سکتا ہے۔ اور اب، اپنی اس حماقت کے ساتھ میں اپنے رقیب کو حیرت سے تک رہا ہوں جو بالآخر اس لڑکی کو مجھ سے چھیننے کے لئے آ پہنچا ہے۔

میں دانت پیس رہا ہوں اور غم کو ضبط کر رہا ہوں۔ اگر کوئی مجھے یہ کہے کہ میں اس صورت حال کے مقابلے میں خود کو قسمت کے حوالے کر دوں کیونکہ اب کوئی تدبیر کار گر نہیں ہو سکتی تو پھر شاید زیادہ ضبط کر لوں گا۔ گھاس پھوس کاٹنے والوں کی نظر بچا کر میں جنگل میں چلا جاتا ہوں اور جب بالآخر میں گرمائی محل کے قریب پہنچ کر لوتی کو البرٹ کے ساتھ اس کے چھوٹے سے باغیچے میں بیٹھا ہوا پاتا ہوں تو میں پاگلوں کی طرح عجیب و غریب حرکتوں پر اتر آتا ہوں۔ اس دوران میں عقل کے تمام تقاضے فراموش کر جاتا ہوں۔ آج اس نے مجھے کہا۔ "خدا کے لئے، میں درخواست کرتی ہوں کہ آپ گذشتہ رات باغیچے والی حرکت دوبارہ نہ کرنا۔ جب آپ ایسی مضحکہ خیز حرکتیں کرتے ہیں تو بہت خوفناک بن جاتے ہیں۔" آپ سے کیا چھپاؤں، بات یہ ہے کہ میں تاک میں رہتا ہوں اور جب اس کے منگیتر کو کہیں مشغول دیکھتا ہوں تو فوراً وہاں آموجود ہوتا ہوں اور جب اسے تنہا ملتا ہوں تو دل خوشی سے کھل اٹھتا ہے۔

18اگست

پیارے ولیم، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب میں نے پچھلے خط میں راضی بر قسمت کا راگ الاپنے والے ناصحوں کی مذمت کی تھی تو اس وقت آپ سے میری مراد ہر گز نہ تھی۔۔ مجھے کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ آپ اس قسم کی رائے کے حامل ہو سکتے ہیں۔ اور حقیقت میں آپ درست ہی کہتے ہیں۔ لیکن میرے دوست، اس دنیا میں "یوں نہ سہی یوں ہی سہی" کے طرز عمل سے بہت کم مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ احساسات اور طرز عمل، باہمی رد عمل سے جو تاثرات پیدا کرتے ہیں وہ ایک دوسرے سے اتنے ہی مختلف ہو سکتے ہیں جتنا کہ ایک عقاب بطخ سے۔ پس آپ، مجھے

امید ہے کہ ناراض نہیں ہوں گے۔ اگر میں آپ کی دلیل سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے "یوں نہ سہی۔۔۔یوں سہی" کے درمیان اپناراستہ تلاش کرنے کی کوشش کروں۔

آپ کہتے ہیں کہ مجھے لوتی کو حاصل کرنے یااس کا خیال ترک کر دینے میں سے کسی ایک بات کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ بہت خوب! پہلی صورت میں مجھے اپنی آرزو کی تکمیل اور اپنی امیدوں کے بر آنے کی کوشش کرنی ہو گی اور دوسری صورت میں مجھے اپنے آپ پر قابو پانا اور اس تکلیف دہ احساس سے چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا جس کا انجام میری مکمل تباہی کی صورت میں بھی نکل سکتا ہے۔ پیارے ولیم، آپ نے بات تو دل لگتی کہی ہے اور نصیحت بھی خوب ہے۔ لیکن کیا آپ ایک مہلک بیماری میں مبتلا آہستہ آہستہ ختم ہونے والے مریض سے یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ وہ چاقو کے ایک وار سے اپنی تکلیف کو خیر باد کہہ دے؟ اس کے بر عکس آپ یہ کہنا مناسب نہیں سمجھیں گے کہ وہ مریض اپنی بیماری سے آہستہ آہستہ اتنا کمزور ہو جائے کہ اس میں بیماری ے چھٹکارا پانے کا حوصلہ ہی باقی نہ رہے؟

آپ، البتہ جواب میں یہ مثال دے سکتے ہیں۔ کون شخص مایوسی اور ہچکچاہٹ میں جان سے ہاتھ دھونے کی بجائے اپنے دائیں ہاتھ کی قربانی دینا پسند نہیں کرے گا؟ ۔۔۔مجھے معلوم نہیں۔ اور ہمیں اس معاملے کو مثالوں سے طے بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ ٹھیک ہے! ہاں، ولیم کبھی کبھی میرے اندر بھی اس تمام قضیے کو جھٹکا دے کر مٹانے کا احساس ضرور بیدار ہوتا ہے اور پھر۔۔۔۔۔ کاش کہ مجھے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ میری منزل کیا ہے۔۔۔۔۔ پھر غالباً میں چلا جاتا۔

آج میں نے اپنی ڈائری کو کھولا۔ کچھ مدت ہوئی کہ میں نے اس میں کچھ بھی نہیں لکھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کس طرح میں قدم بہ قدم اس دلدل میں پھنستا گیا ہوں۔ کس طرح

تمام حالات اور اپنی کیفیت کا علم ہوتے ہوئے بھی، بالکل بچے کی طرح میرا طرز عمل رہا۔ بالکل وہی کیفیت اس وقت بھی موجود ہے اور کسی قسم کی تبدیلی یا اصلاح پیدا نہیں ہوئی۔

10 اگست

اگر میں اس طرح احمق نہ ہوتا تو انتہائی خوشگوار زندگی گذار رہا ہوتا۔ جس قدر ساز گار حالات مجھے آجکل میسر ہیں اتنے شاید ہی پھر کبھی مل سکیں۔ تاہم مجھے پورا یقین ہے کہ ہمارے لئے مسرت کا واحد سرچشمہ ہمارے دل ہیں۔ اس خوبصورت گھرانے کا ایک فرد شمار ہونا، اس کے باپ سے بیٹے کی طرح چاہا جانا اور بچوں اور لوتی کی محبت کا مرکز ہونا۔۔۔ اور اس کے علاوہ نیک اور محترم البرٹ ہے جو اپنے خاموش رویے کے باوجود میری خوشی میں مداخلت نہیں کرتا اور مجھے دوستانہ انداز میں قبول کرتا ہے بلکہ لوتی ہوتی ہے تو اس وقت ہماری باتوں کو سننا سرور کا درجہ رکھتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس دنیا میں ہمارے ان تعلقات سے زیادہ مضحکہ خیز اور کوئی چیز ہو سکتی ہے۔ اور پھر بھی جب میں اس کا تصور کرتا ہوں تو میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں۔

اس نے مجھے لوتی کی مرحوم والدہ کے متعلق بتایا ہے۔ کیسے اس نے مرتے وقت اپنا گھر اور بچے لوتی کی تحویل میں دیئے۔ اس وقت سے لوتی کی شخصیت میں انقلاب آچکا ہے۔ گھر بار کی ذمہ داری اور زندگی کے زیادہ سنجیدہ پہلوؤں کا سامنا کرنے سے وہ ایک حقیقی ماں بن گئی ہے اس کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اب کام یا محبت کے اظہار سے خالی نہیں گذرتا۔ تاہم ان تمام باتوں کے باوجود اس کی خوش مزاجی اور توانائی برقرار رہی ہے۔ البرٹ کی باتیں سنتے ہوئے اور اس کے

ساتھ ساتھ چلتے ہوئے، میں پھول اکٹھے کرتا جاتا ہوں اور بڑی احتیاط سے انہیں گلدستے کی شکل دے کر قریبی ندی میں پھینک دیتا ہوں اور ان کے ڈوبنے کا نظارہ دیکھتا ہوں۔

معلوم نہیں میں نے پہلے آپ کو بتایا ہے کہ نہیں کہ البرٹ یہاں قیام کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور یہ کہ شہزادے نے اسے یہاں کچھ آمدنی کا ذریعہ مہیا کرنے کا یقین بھی دلایا ہے کیونکہ دربار میں اس کی خاصی مقبولیت ہے۔ ویسے کاروباری معاملات میں جو محنت اور سلیقہ درکار ہوتا ہے اس میں البرٹ کا جواب ملنا مشکل ہے۔

12 اگست

مان لیا کہ البرٹ دنیا کا بہترین آدمی ہے۔ کل مجھے اس کے ساتھ ایک عجیب تجربہ حاصل ہوا۔ میں اسے خدا حافظ کہنے کے لئے اس کے پاس گیا، بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ میرا مقصد اس کے ساتھ ذرا پہاڑیوں میں ہوا خوری کے لئے گھومنا تھا (یہ خط میں وہیں سے لکھ رہا ہوں) جب میں اس کے کمرے میں ٹہل رہا تھا تو اتفاق سے میری نگاہ اس کے پستولوں پر پڑی۔ میں نے کہا۔ ”سیر کرنے تک مجھے اپنے پستول تو ذرا دے دیجئے۔“

”بڑی خوشی سے لے جاؤ۔“ اس نے کہا۔ ”بشرطیکہ آپ انہیں بھرنے کی تکلیف گوارہ کریں۔ میں تو انہیں یہاں صرف نمائش کے طور پر لٹکا دیتا ہوں۔“ میرے لئے پستول اتارتے ہوئے اس نے کہا۔ ”جب سے ایک دفعہ مجھے تلخ تجربہ ہوا ہے میں نے ان کے بھرنے سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔“

میں کہانی سننے پر مصر ہوا۔ اس نے بتایا"ایک دفعہ میں دیہات میں اپنے ایک دوست کے پاس تین مہینوں کے لئے ٹھہرا ہوا تھا۔ میرے پاس خالی پستولوں کی ایک پیٹی تھی اور میں وہاں بڑے سکون سے سویا تھا۔ ایک بھیگی ہوئی سہ پہر کو میں یونہی بے شغل بیٹھا ہوا تھا کہ نہ جانے کیسے میرے دماغ میں یہ خیال دوڑنے لگا کہ ہم پر کوئی حملہ ہو سکتا ہے اور یہ کہ ہمیں پستولوں کی ضرورت پڑے گی۔ جانتے ہو، پھر کیا ہوا؟ میں نے وہ پستول صاف کرنے اور بھرنے کے لئے ایک نوکر کو دے دیئے۔ وہ پاگل انہیں لے کر لڑکیوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے ان کے پیچھے پھرتا رہا۔ خدا جانے پھر کیسے یہ حادثہ پیش آیا کہ ایک پستول خود بخود چل گیا اور گولی ایک لڑکی کو جا کر لگی اور اس کے انگوٹھے کو اڑا دیا۔ نتیجہ یہ کہ مجھے ہر طرف سے لعن طعن اور برے بھلے کے علاوہ جراح کا خرچہ بھی اپنی جیب سے برداشت کرنا پڑا۔ تب سے میں ہمیشہ پستول خالی کر کے رکھتا ہوں۔ میرے دوست! انسان کیوں ایسی احتیاط کرتا ہے؟ یقین کریں کہ ویسے بھی ہم خطرات کے متعلق ہرگز علم نہیں رکھتے۔" اب آپ کو معلوم ہے کہ میں اس شخص کو بہت پسند کرتا ہوں، سوائے اس کی "آپ یقین کریں" عادت کے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر عمومی دعوے میں مستثنیات کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ لیکن یہ شخص "برخود درست" ہونے کی عادت رکھتا ہے۔ جب وہ سمجھتا ہے کہ اس نے کوئی بات ذرا جلدی میں کہہ دی ہے یا یہ کہ ادھوری حقیقت کا احاطہ کیا ہے یا حد سے زیادہ تعمیم کر دی ہے، پھر اس نے جو کچھ کہا ہے اس میں حدود کا تعین کرنے، ترمیم یا کمی بیشی کرنے سے آپ اسے باز نہیں رکھ سکتے۔ یہاں تک کہ اس خیال اولین میں سے کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔

اپنی گفتگو کے اختتام پر البرٹ بحث میں کچھ اس طرح کھو گیا کہ میں نے سننا بند کر دیا اور جلد ہی اپنے خیالات کی دنیا میں محو ہو گیا۔ اچانک ہی ایک تیز اور سخت حرکت کے ساتھ میں نے پستول کی نالی کا منہ اپنے ماتھے پر، اپنی داہنی آنکھ کے عین اوپر، دبایا۔۔۔ ''آپ کو شرم آنی چاہیئے۔'' البرٹ نے فوراً میرا ہاتھ ماتھے سے نیچے کھینچتے ہوئے کہا۔ ''آخر اس حرکت کا مطلب کیا ہے۔'' ''پستول تو بالکل خالی ہے!'' میں نے کہا۔ ''پھر کیا ہوا۔۔۔ آخر آپ کے دماغ میں کیا بات چکر لگا رہی ہے؟'' اس نے بے چینی سے پوچھا۔ ''میرے لئے یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ ایک شخص اتنا احمق ہو جائے کہ اپنے آپ پر گولی چلا دے۔ اس کا خیال ہی میرے لئے سوہان روح ہے۔''

''آہ، آپ لوگ'' میں نے چلا کر کہا ''جو اپنی باتوں میں کسی چیز کے متعلق فوراً یہ رائے قائم کر لیتے ہیں۔ وہ احمقانہ ہے، وہ اچھی ہے، وہ مکارانہ ہے، وہ غلط ہے، وغیرہ وغیرہ! آخر ان سب کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اپنے سوالات سے آپ کسی واقع کے پس منظر میں کار فرما حالات کو منکشف کر سکتے ہیں؟ کیا آپ کو کسی معاملے کی تہ میں پہنچنے کا طریقہ معلوم ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور کس وجہ سے ہوا؟ اگر آپ کو یہ یقین ہو تو آپ فیصلے صادر کرنے میں اس قدر جلد بازی نہیں کر سکتے''

''مجھے یقین ہے کہ آپ اتفاق کریں گے'' البرٹ نے کہا ''کہ بعض اعمال خواہ ان کی وجہ کوئی ہو، بذات خود بھی برے ہوتے ہیں۔''

یہ سن کر میں نے شانوں کو جنبش دی اور اس سے اتفاق کیا۔ ''اس کے باوجود میرے پیارے ساتھی'' میں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ''یہاں بھی آپ کو مستثنیات مل سکتی

ہیں۔ مثلاً چوری کرنا گناہ ہے، مان لیا، لیکن اگر ایک نادار شخص اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو فاقہ کشی سے بچانے کے لئے چوری کا مرتکب ہو تو وہ کس چیز کا مستحق ہے؟ رحم کا یا سزا کا؟

اس شادی شدہ نوجوان پر پہلا پتھر کون پھینکے گا جو آتش غیرت سے مغلوب ہو کر اپنی بے وفا بیوی اور اس کے بدکار ورغلانے والے کو قتل کر دے؟ اور اس نوجوان لڑکی کے متعلق آپ کیا کہیں گے جو ایک سرور آمیز ساعت میں اپنا وجود محبت کی ناقابل مزاحمت لذتوں میں گم کر بیٹھی ہے؟ حتیٰ کہ ہمارے بے رحم اور مکتبی قوانین بھی، ایسی صورت میں، سزا کی ممانعت کے لئے استعمال کئے جاسکتے ہیں۔"

"یہ ایک علیٰحدہ اور مختلف چیز ہے۔" البرٹ نے کہا۔ "جو شخص خود کو کسی خاص جذبے سے مغلوب ہونے کی اجازت دے دیتا ہے، اسے دماغی طور پر غیر متوازن سمجھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ایک پاگل یا نشے میں مدہوش شخص کا سا سلوک کیا جاتا ہے۔"

"واہ رے دانشمندو!" میں چلایا لیکن مسکراتے ہوئے۔ "جذبہ، نشہ، دیوانگی، آپ جیسے بزعم خود معزز افراد، کسی احساس شرکت کے بغیر کیسے اپنی جگہ پہ خاموش کھڑے رہتے ہیں اور نشے میں مدہوش پر طعن کرتے ہیں، دیوانے سے نفرت کرتے ہیں۔ اور منافقوں کی طرح خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے انہیں ان میں سے ایک نہیں بنایا۔ میں ایک سے زیادہ مرتبہ نشے میں مدہوش ہو چکا ہوں اور جذبات میں بھی اکثر سرحد دیوانگی کو چھو لیتا ہوں اور میں دونوں میں سے کسی حالت پر پشیماں نہیں ہوں۔

کیونکہ جو کچھ میں اپنے اندازے کے مطابق سیکھ چکا ہوں اس کے مطابق وہ تمام بے مثال لوگ جنھوں نے کوئی عظیم چیز تخلیق کی، ایسی چیز جو ناممکن دکھائی دیتی تھی، پاگل یا مدہوش

ٹھہرائے جاتے رہے ہیں۔ عام طور پر روزمرہ زندگی میں لوگوں کو کسی غیر رسمی، غیر متوقع اور خوبصورت چیز پیدا کرنے والے کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہوئے سننا بھی میرے لئے ناقابل برداشت ہوتا ہے کہ وہ تو پاگل ہے وہ تو مست ہے! ان پرہیز گاروں کو ایسی باتوں پر شرمندہ ہونا چاہیئے، اور دانشمندوں کو بھی!"

"اب آپ دوبارہ تخیلاتی ہوئے جاتے ہیں۔" البرٹ نے کہا۔ "آپ ہمیشہ مبالغہ کرتے ہیں اور آپ کا خودکشی کو کوئی خوبی قرار دینا بھی غلطی ہے۔۔۔اس وقت ہم خودکشی کے بارے میں بحث کر رہے ہیں۔ یہ کوئی کارنامہ نہیں بلکہ کمزوری کی علامت ہے کیونکہ یقیناً زندگی کے نشیب و فراز کے سامنہ سینہ تان کر جدوجہد کرنے کی نسبت خودکشی کر کے مر جانا آسان ہے۔"

میں بحث ختم کرنے کو تھا کیونکہ مجھے اس سے زیادہ اور کسی بات کی کوفت نہیں ہوتی جب کوئی شخص میرے روبرو جبکہ میں دل کی گہرائیوں سے کوئی بات کر رہا ہوتا ہوں، ادنیٰ قسم کی بات کہہ دے۔ لیکن چونکہ یہی بات میں متعدد مرتبہ سن اور برداشت کر چکا تھا لہٰذا میں نے اپنے آپ پر ضبط کیا۔ بلکہ قدرے زور دے کر میں نے کہا۔ "کیا آپ اسے کمزوری کہتے ہیں؟ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لئے ظاہر پر اعتبار نہ کرو۔ کیا آپ ایک ظالم حکمران کے پنجے تلے آ کر کراہتی قوم کو بزدل کہیں گے اگر وہ قوم بغاوت کر کے غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالے؟ اس آدمی کو آپ کیا کہیں گے جس کے گھر کو آگ لگی ہوئی ہو اور وہ جوش میں اپنی قوت مجتمع کر کے بڑی آسانی سے اتنا بوجھ اٹھا لے جاتا ہے جسے وہ عام حالات میں حرکت بھی نہ دے سکتا ہو؟ یا پھر وہ آدمی جو بے عزتی کے احساس سے مغلوب ہو جائے اور چھ آدمیوں کو پکڑ کر دبا لے؟ کیا آپ ان آدمیوں کو کمزور سمجھیں گے؟ اور اگر جوش ایک قوت ہے تو مبالغہ اس کے برعکس کیوں؟"

البرٹ نے میری طرف دیکھا اور کہا۔ ”ناراض ہونے کی ضرورت نہیں، جو مثالیں آپ نے دی ہیں وہ یہاں پوری نہیں اترتیں۔“

”ہو سکتا ہے ایسا ہو۔“ میں نے جواب دیا۔ ”اکثر لوگ یہی کہتے ہیں کہ میرا مختلف چیزوں کو متصل کرنے کا طریقہ بیہودگی کے قریب ہے۔ ہمیں کوشش کر کے یہ دیکھنا ہے کہ آیا ہم کسی اور طریقے سے تصور کر کے یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو گولی مار کر عام طور پر پیاری لگنے والی زندگی کا بوجھ اتار پھینکتا ہے کیسے محسوس کرتا ہے؟ کیونکہ ہمیں ایک چیز کے متعلق بحث کرنے کا حق اس وقت پہنچتا ہے جب ہم اس کا واضح احساس قائم کر سکیں۔“

”فطرت انسانی“ ۔۔۔ میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”اپنی حدود رکھتی ہے۔ یہ خوشی اور دکھ درد کو ایک خاص حد تک برداشت کر سکتی ہے۔ اگر یہ حد عبور کر لی جائے تو یہ فنا ہو جاتی ہے۔ یہاں کسی انسان کے کمزور یا مضبوط ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ اپنے دکھ، خواہ وہ جسمانی ہوں کہ روحانی برداشت کر سکتا ہے کہ نہیں؟ اور میرے لئے ایک خودکشی کرنے والے انسان کو بزدل کہہ دینا اتنا ہی تعجب انگیز ہے جتنا کہ ایک مہلک بخار کی تاب نہ لا کر مرنے والے شخص کو بزدل کہنا غلط ہے۔“

”بے جوڑ بات، بے جوڑ بات!“ البرٹ چلایا۔

”اتنی بے جوڑ نہیں جتنی آپ سمجھ رہے ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ ”آپ یہ تو ضرور مانیں گے کہ ہم اس وقت بیماری کو مہلک کہتے ہیں جب ہماری طبیعت پر کچھ اس طرح سے حملہ ہوتا ہے کہ قواء کا ایک حصہ تو تباہ ہو جاتا ہے اور باقی ماندہ حصہ اس حد تک مفلوج ہو جاتا ہے کہ طبیعت دوبارہ بحال نہیں ہو سکتی اور زندگی کا نارمل بہاؤ پھر کبھی بحال نہیں ہو سکتا۔ اچھا، میرے

دوست، اب یہی کلیہ ہم انسانی روح پر بھی لاگو کر سکتے ہیں۔ ذرا انسان پر نظر ڈالیں۔ اپنی تمام تر خامیوں کے ساتھ، کس طرح بعض تاثرات اسے متاثر کرتے ہیں اور کچھ خیالات اس پر قابض ہو جاتے ہیں، حتٰی کہ آخر کار اس کے اندر ایک ایسا جذبہ پرورش حاصل کرتا ہے جو بڑھ کر اسے ذہنی آرام سے محروم کر دیتا ہے اور اسے تباہ کر ڈالتا ہے۔ خاموش اور سمجھدار آدمی بیکار اوپر سے اس غریب کی تباہ حالی کو دیکھتا ہے اور کسی کامیابی کے بغیر اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے بالکل ایسے جس طرح کہ ایک توانا اور تندرست شخص بیمار کے سرہانے کھڑے ہو کر اسے اپنی قوت عطا نہیں کر سکتا۔"

البرٹ کا خیال تھا کہ میری باتوں میں تعمیم کا عنصر بہت زیادہ تھا۔ میں نے اسے ایک لڑکی کی بابت یاد دلایا جسے دریا میں ڈوبا ہوا پایا گیا تھا اور جس کی کہانی اب میں اسے سنا رہا تھا۔ وہ ایک نوجوان اور شیریں لڑکی تھی جو ایک ایسی دنیا میں پلی بڑھی تھی جو گھر کی روزمرہ زندگی یعنی چولہے اور جھاڑو تک محدود تھی۔ وہ اس سے زیادہ نہ کسی مسرت سے آگاہ تھی اور نہ توقع کر سکتی تھی۔ مدت کے اندوختے سے بنائے ہوئے بھڑکیلے لباس میں ملبوس اپنے جیسی ہم جولیوں کے ہمراہ اتوار کی سیر کے لئے چلی جاتی۔ شاید وہ کسی تہوار کے دن ناچ لیتی یا پھر گپ شپ اور جھگڑے وغیرہ کے سلسلے میں پوری دلچسپی اور زندہ دلی کے ساتھ اپنے چند گھنٹے کسی ہمسائے کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کر کے گذار لیتی تھی اور اس کے بعد اس کی جذباتی طبیعت آہستہ آہستہ داخلی تقاضوں کو شدت سے محسوس کرنا شروع کر دیتی ہے۔ یہ تقاضے اپنے ارد گرد کے مردوں کی تعریف اور خوشامد سے مزید بڑھ جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ وہ معمولی چیزیں جو کبھی اسے پسند آیا کرتی تھیں، اپنی دلکشی کھو بیٹھتی ہیں اور بالآخر اس کی ملاقات ایک ایسے مرد سے ہو جاتی ہے جو اسے ایک

نامعلوم جذبے سے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اب اس کی تمام امیدیں اس کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہیں، وہ گردوپیش کی دنیا کو بھول جاتی ہے، نہ کچھ سنتی ہے، نہ کچھ دیکھتی ہے، نہ کوئی چیز اس کے علاوہ محسوس کرتی ہے، صرف اسی کی آرزو کرتی ہے۔۔۔ اس کا سب کچھ وہی ہوتا ہے! ناپائیدار اور جھوٹی پریت کی خالی خولی لذتوں سے بے نیاز اس کی ساری خواہش کا صرف ایک مقصد ہوتا ہے، اس کا ہو جانا! اس کے ساتھ دائمی رفاقت میں اسے ان تمام خوشیوں کے مل جانے کی امید ہوتی ہے جن سے وہ محروم ہوتی ہے اور جن کی اسے آرزو ہوتی ہے۔ محبوب کے وعدے۔۔۔ جنہیں وہ بار بار دہراتا ہے۔ اس کی امیدوں کی تکمیل کے ضامن نظر آتے ہیں، بے دھڑک ہم آغوشیاں اس کی آرزو مزید بھڑکاتی ہیں اور اس کی روح پر قابض ہو جاتی ہیں۔ بیداریء حواس کے معطل ہونے کے ساتھ وہ سرور کی توقع میں ڈگمگاتی ہے اور ہیجان کی آخری سطح تک پہنچ جاتی ہے۔ آخر کار وہ تمام آرزوؤں کو ایک بار تکمیل کے لئے بازو پھیلا دیتی ہے اور اس وقت اس کا محبوب اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ اب اس کے اردگرد گھپ اندھیرا ہوتا ہے۔ نہ چین نہ کوئی امید کا چراغ، کیونکہ جس کے ہاتھ اس کا سب کچھ تھا وہ اسے چھوڑ چکا۔ نہ اسے اپنے روبرو وسیع دنیا دکھائی دیتی ہے اور نہ اتنے سارے لوگ جو اس کے نقصان کی تلافی کر سکتے ہیں۔ اب وہ اپنے آپ کو تنہا اور فریب خوردہ سمجھتی ہے اور اپنے دل میں اٹھنے والے درد کی تاب نہ لا کر سوچے سمجھے بغیر موت کی آغوش میں اپنے درد کا درماں ڈھونڈنے چلی جاتی ہے۔ اور اب دیکھئے، البرٹ، یہ کہانی کئی لوگوں کی ہے۔ مجھے بتایئے کہ آپ اسے بیماری نہیں کہیں گے؟ جب فطرت کو متضاد اور متصادم قوتوں کی بھول بھلیوں میں باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تو اس کے لئے مر جانے کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں ہوتا۔

اس شخص کی کم ظرفی کے کیا کہنے جو یہ حادثہ ہوتا ہوا دیکھے اور کہے۔ ”آہ بے عقل لڑکی، کاش کہ وہ کچھ اور انتظار کر لیتی۔ کاش کہ وہ ذرا وقت کو اپنا اثر دکھانے کی مہلت دیتی۔ اس طرح اس کی مایوسی کا علاج ہو جاتا اور کوئی دوسرا شخص اسے تسکین دینے کے لئے سامنے آجاتا۔“ یہ تو بالکل اس طرح ہے کہ کوئی شخص کہے ”احمق آدمی، وہ بخار سے مر گیا۔ کیوں اس نے اتنی بھی انتظار نہ کی کہ اس کی طاقت بحال ہو جاتی، جسمانی حالت ٹھیک ہو جاتی اور خون کا ہیجان ٹھنڈا پڑ جاتا۔ اس طرح وہ آج بھی زندہ ہوتا۔“

البرٹ، جو ابھی تک بات کا اصل نکتہ نہیں پا سکا تھا، فقط چند چیزیں کہنا چاہتا تھا، ان میں سے ایک بات اس نے یہ کہی کہ میں نے محض ایک سادہ لوح لڑکی کی بات کی تھی۔ اس کے مطابق یہ بات ناقابل تصور تھی کہ کیسے ایک سمجھ دار شخص، زندگی کے بارے میں وسیع نظریہ رکھنے کے باوجود اس قسم کے طرز عمل پر معذرت کا حقدار سمجھا جا سکتا ہے۔

”میرے دوست“ میں نے چلا کر کہا ”انسان فقط انسان ہے، جو تھوڑی بہت عقل یا سمجھ اس کے پاس ہوتی ہے، جب انسانی کمزوریاں اسے دبا لیتی ہیں اور اس کے اندر جذبات کا لاوا پھوٹ نکلتا ہے، وہ عقل بہت کم یا بالکل ہی کوئی کردار، اس وقت ادا نہیں کرتی۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ ۔۔۔ لیکن نہیں، اس موضوع پر ہم پھر کبھی بحث کریں گے۔“ یہ کہہ کر میں نے بات ختم کی اور اپنے ہیٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس وقت میرا دل جذبات کی آماجگاہ تھا اور ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھے بغیر رخصت ہو گئے۔۔۔ بہر حال دنیا میں اسی طرح ہوتا ہے۔ انسانوں کے لئے ایک دوسرے کو سمجھنا آسان نہیں ہے!

15 اگست

ایک بات واضح ہے۔ محبت سے بڑھ کر، زندہ رہنے کا اور کوئی جواز نہیں ہے! میں محسوس کرتا ہوں کہ میں کسی دن آنے کا ناغہ کر دوں گا۔ آج میں نے لوتی کا "پیانو" بجانے کی کوشش کی لیکن ایسا نہ کر سکا کیونکہ بچے مجھے تنہا چھوڑتے ہی نہیں۔ وہ پریوں کی کہانی سننا چاہتے تھے اور بالآخر لوتی نے بھی کہہ دیا کہ میں ان کی خواہش پوری کروں۔ میں نے ان کے لئے نان کے ٹکڑے کاٹے۔ اب وہ اسے مجھ سے لینے کے بھی اتنے ہی خواہشمند ہیں جتنے کے لوتی کے ہاتھوں سے۔۔۔ اور میں نے انہیں ان کی پسندیدہ شہزادی والی کہانی سنائی جسے غیر مرئی ہاتھ روک لیتے ہیں جب میں اس قسم کی کوئی بات کرتا ہوں تو یقین جانئے کہ بہت کچھ سیکھتا ہوں۔ جس قسم کا اثر اس کہانی سے بچوں پر مرتب ہوتا ہے اس سے مجھے حیرت ہوتی ہے۔ کبھی بھی جب ضرورتاً مجھے کوئی واقعہ اپنی طرف سے اختراع کرنا پڑ جاتا ہے (کیونکہ میں نے پہلے جس طرح کہانی سنائی ہوتی ہے اسے بھول جاتا ہوں) تو بچے فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ پچھلی مرتبہ تو یہ واقعہ مختلف تھا۔ لہٰذا اب میں بالکل ترتیب وار کہانی کے سب واقعات سنانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس سے میں نے یہ سبق بھی سیکھا ہے کہ ایک مصنف اگر اپنی کتاب کو دوسری مرتبہ ترمیم کے ساتھ، خواہ وہ شاعرانہ پہلو سے کتنی ہی بہتر ہو، شائع کرے تو وہ کتاب کا نقصان ہی کرتا ہے۔ کتاب کے پہلے تاثر کو قاری رغبت سے قبول کر لیتا ہے اور محال سے محال واقعے پر بھی ایمان لے آتا ہے اور ذہن میں اس واقعے کی جڑ فوراً قائم ہو جاتی ہے حیف اس شخص پر جو اس تاثر کو کھرچنے اور مٹانے کی کوشش کرے۔

18 اگست

جو چیز انسان کے لئے مسرت کا سبب بنتی ہے وہی اس کے دکھ اور تباہی کا باعث کیوں بن جاتی ہے؟

جس بھرپور زندہ دلی کے احساس سے میں اپنے گردوپیش کی زندہ اشیاء سے محظوظ ہوا کرتا تھا اور جس احساس سے دنیا میرے لئے بہشت میں تبدیل ہو جاتی تھی اور میں خوشی سے بے خود ہو جاتا تھا وہ احساس اب ایک ناقابل برداشت اذیت میں بدل چکا ہے اور آسیب کی طرح ہر جگہ میرا پیچھا کر رہا ہے۔ جب میں ڈھلوان چٹانوں پر سے دریا کے آر پار دور دراز پہاڑیوں کو دیکھتا ہوں (جن سے مجھے نیچے کی سرسبز وشاداب وادی کا سارا منظر دکھائی دے سکتا ہے) اور اپنے ارد گرد تمام چیزوں کو جوبن پر دیکھتا ہوں۔ سامنے طویل اور گھنے درختوں سے اٹی ہوئی پہاڑیاں، خوبصورت جنگلات میں بل کھاتی ہوئی وادیاں، سرگوشیاں کرتے ہوئے بانسوں کے جھنڈ میں رینگتا اور شام کی آہستہ چلنے والی ہوائیں افق کے درمیان اڑتے بادلوں کو منعکس کرتا دریا، جب میں جنگلات میں گاتے ہوئے پرندوں کی آواز سنتا اور کروڑوں پتنگوں کو سورج کی سرخ روشنی میں اڑتا ہوا دیکھتا، یہ بھی دیکھتا کہ کس طرح سورج کی آخری اور کپکپاتی شعاعیں راگ الاپنے والے گھاس کے ٹڈوں کو گھاس کی دنیا سے باہر کھینچ لاتیں اور اس تمام بھنبھناہٹ اور موسیقی سے اچانک مجھے اپنے پاؤں کے نیچے کی زمین کا احساس ہو جاتا۔ سخت چٹان سے خوراک کے لئے لڑنے والی کھمبیوں اور فطرت کی اندرونی اور درخشاں مقدس زندگی کا انکشاف کرنے والی، بنجر زمین اور ریتلی ڈھلوانوں پر پیدا ہونے والی ننھی منی جھاڑیاں۔۔۔ کس طرح گرمجوشی کے ساتھ میں ان سب سے ہمکنار ہوا کرتا تھا اور ان کی کثرت کے درمیان اپنے آپ کو خدا کی طرح محسوس کرتا تھا۔

کس طرح اس بیکراں دنیا کی پر شوکت مخلوقات میری روح میں زندہ ہو جاتی تھیں۔ میں بلند و بالا پہاڑیوں میں گھرا ہوا ہوتا، وسیع سمندر میرے قدموں میں ہوتا، ڈھلوان چٹانوں سے آبشاریں گرا کرتیں، دریا میرے قدموں کے نیچے بہتے اور ان سب کی گونج پہاڑوں اور جنگلوں میں صدائے بازگشت بن جاتی اور میں دیکھ سکتا تھا کہ زمین کے بطن میں کارفرما لامحدود طاقتیں مخلوقات کی بے شمار نسلیں پیدا کر رہی ہیں جو سطح زمین پر اور آسمان کے نیچے گروہوں کی صورت میں چلتی پھرتی ہیں اور ہزاروں مختلف صورتیں اختیار کر رہی ہیں۔۔۔ اور ان میں سے انسان اپنے چھوٹے چھوٹے گھروں میں پناہ لے رہے ہیں، اکٹھے رہائش اختیار کر رہے ہیں اور اپنے طور پر اس وسیع دنیا کے حکمران بن رہے ہیں۔ وہ شخص جو اس سب کا احترام نہیں کرتا کیونکہ وہ مقابلتاً بہت چھوٹا ہے، احمق ہے۔

ناقابل عبور سلسلہ کوہ سے لے کر انسانی قدموں سے ناآشنا بنجر میدان اور اس کے بعد اجنبی سمندروں کے کناروں تک، ہر ذرہ خاک پر مسرت سے رقصاں ابدی و ازلی خالق کی روح محسوس کی جاسکتی ہے۔ یہ خاک خالق کو پہچانتی بھی ہے اور زندہ بھی ہے۔ ان دنوں کس طرح میں یہ خواہش کیا کرتا تھا کہ آسمان میں تیرتے ہوئے سارس کے پروں کے ساتھ اڑتا ہوا بیکراں سمندروں کے ساحلوں پر جا اتروں اور ابدیت کے جوش کھاتے پیالے میں سے زندگی کے موجزن سرور کا ایک گھونٹ پی لوں اور اپنے من کی محدود طاقتوں کے ساتھ اس کی لذت کا ایک قطرہ چکھ سکوں، جس نے یہ سب کچھ تخلیق کیا ہے۔

<u>21 اگست</u>

اپنے خوابوں سے پریشان ہو کر جب میں علی الصبح بیدار ہوتا ہوں تو ایک موہوم امید پر میں اس کے لئے بازو پھیلا دیتا ہوں، رات کے وقت جب کسی سہانے اور پاکیزہ خواب میں اپنے آپ کو اس کے ہمراہ کسی کھیت میں بیٹھے اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر چومتا ہوا دیکھتا ہوں تو اسے بستر پر ڈھونڈتا ہوں۔ اف، جب میں اس کی تلاش کے لئے ادھر ادھر اپنی نیم خوابیدہ آنکھوں سے دیکھتا ہوں اور اس حالت میں بیدار ہوتا ہوں۔۔۔ آنسوؤں کا ایک سیلاب میرے مجبور دل سے جاری ہو جاتا ہے اور میں ایک تاریک اور اداس مستقبل کے خیال میں رونے لگتا ہوں۔

22اگست

ولیم، یہ ایک المیہ ہے۔ میری تخلیقی قوتیں ایک اضطراب آمیز کاہلی کی نذر ہو گئی ہیں۔ نہ تو میں بیکار ہوں اور نہ کچھ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہوں۔ میرا کوئی تخیل نہیں، مستقبل کا کوئی احساس نہیں۔ مطالعہ کرنا گراں معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم اپنے آپ سے محروم ہو جائیں تو سب چیزوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں بعض دن ایسے ہوتے ہیں کہ چاہتا ہوں کہ میں ایک عام محنت کش ہوتا تاکہ میرے پاس اس دن کرنے کو کچھ کام تو ہوتا، صبح سویرے جاگنے کے بعد کوئی امید یا جذبہ تو پاس ہوتا۔ اکثر میں البرٹ پر رشک کرتا ہوں جب میں اسے سر تاپا قانونی کاغذات میں مستغرق پاتا ہوں اور اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو بہت مزہ آتا۔ مجھے کئی دفعہ یہ خیال آیا ہے کہ آپ کو لکھوں کہ ہمارے سفارت خانے میں جس عہدے کا آپ نے مجھے یقین دلایا تھا اس کے بارے میں میں وزیر کو کہنے والا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ کام ہو

جائے گا۔ وزیر کچھ عرصے سے میری طرف مائل ہے اور مجھے عموماً کوئی مشغلہ اختیار کرنے کے لئے کہتا رہتا ہے۔ ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے میں اس کے لئے کسی حد تک پر جوش رہتا ہوں لیکن پھر جب میں دوبارہ کچھ غور و خوض کرتا ہوں تو مجھے وہ گھوڑے والی حکایت یاد آجاتی ہے جو اپنی آزادی سے اکتا کر سوار ڈھونڈنے نکلا اور جب اسے سوار مل گیا تو اس نے اتنا دوڑایا کہ وہ مر گیا۔ سمجھ نہیں آتی کیا کروں۔ اور کیا یہ ممکن نہیں، میرے دوست، کہ اپنے حالات میں تبدیلی کی خواہش، در اصل ایک اندرونی خلش ہے جو ہر جگہ میرا تعاقب کرے گی خواہ میں کہیں بھی چلا جاؤں؟

28 اگست

یہ صحیح ہے۔۔۔ اگر میری بیماری نا قابل علاج نہ ہوتی تو یہ لوگ اس کا علاج کر سکتے تھے۔
آج میری سالگرہ ہے اور صبح سویرے مجھے البرٹ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک پارسل ملا۔ جب میں نے اسے کھولا تو ایک دم مجھے وہ گلابی پٹی دکھائی دی جسے اس دن لوتی نے پہن رکھا تھا جب میں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا اور جسے لینے کے لئے میں کئی دفعہ لوتی سے درخواست بھی کر چکا ہوں۔ پارسل میں دو مختصر جلدیں ہومر کی تھیں جس کی میں اکثر تلاش کرتا رہا ہوں تاکہ مجھے سیر سپاٹے پر ارنسٹی ایڈیشن کی بھاری بھر کم جلدیں اپنے ساتھ نہ گھسیٹنی پڑیں۔ پس یہ اصل بات ہے۔ وہ دونوں میری ہر خواہش کی تکمیل کا خیال رکھتے ہیں، وہ بعض ایسی، میری ذاتی پسند کی بظاہر معمولی چیزوں سے مجھے ممنون کرتے ہیں جن کی قدر و قیمت میرے نزدیک ان چکا چوند کرنے والے تحائف سے کہیں زیادہ ہوتی ہے جنہیں پا کر ہم تحفہ دینے والے سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس گلابی پٹی کو ہزاروں مرتبہ چوما ہے اور ہر سانس کے ساتھ میں اس لذت کی خوشبو اپنے

اندر سمونے کی کوشش کرتا ہوں جس سے محبت کے ابتدائی چند ایام نے مجھے آشنا کیا تھا۔ ولیم یہ ہے ساری بات اور میں اب کسی قسم کی شکایت نہیں کروں گا۔ زندگی کے گلاب ایک سراب ہیں۔ کتنے ہیں جو کھلتے ہیں اور اپنا کوئی نشان باقی نہیں چھوڑتے، کتنے درخت ہیں جو بارآور ہوتے ہیں اور کس قدر تھوڑا پھل جا کر پکتا ہے لیکن جو پھل بچ رہتا ہے وہ کافی ہوتا ہے۔ اور کیا، میرے عزیز دوست، ہم اس کے پکے ہوئے پھل کو نظر انداز کر سکتے ہیں یا پھر اس سے نفرت کر کے اسے چکھے بغیر اسے گلنے سڑنے کے لئے چھوڑ سکتے ہیں؟

اچھا، خدا حافظ! گرمیاں اس مرتبہ بڑی عمدہ ہیں، میں اکثر لوتی کے باغیچے میں پھلدار درختوں کے درمیان جا کر بیٹھتا ہوں اور پھل توڑنے والے بانس کی مدد سے درختوں کی چوٹی سے پھل توڑ توڑ کر نیچے پھینکتا ہوں اور لوتی نیچے کھڑی ہو کر ایک ایک پھل مجھ سے لے لے کر جمع کرتی جاتی ہے۔

30 اگست

بدقسمت آدمی! کیا آپ احمق نہیں ہیں؟ کیا آپ خود فریبی کا شکار نہیں ہیں؟ اس شور انگیز اور بیکراں جذبے کا کیا مفہوم ہے؟ اب میرے ہاتھ اس کے سوا اور کسی دعاء کے لئے نہیں اٹھتے، میرا تخیل اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں تراش سکتا۔ اپنے ارد گرد کی ہر چیز پر میں اس کے ساتھ نسبت کی بنا پر نگاہ ڈالتا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجھے چند خوشگوار ساعتیں گذارنے کو مل جاتی ہیں حتٰی کہ مجھے دوبارہ اس سے دامن چھڑا کر تلخ حقائق کی دنیا میں لوٹنا پڑتا ہے۔ ولیم، ولیم، آپ تصور نہیں کر سکتے کہ اکثر میرا دل کیا کرنے کو چاہتا ہے۔ جب کبھی میں اس کے ہمراہ ایک دو گھنٹے گذارتا ہوں اور اس کے دیدار، اس کے رویے اور اس کے پاکیزہ اظہار (جو

اس کی ہر بات میں ہوتا ہے) سے اپنے آپ کو سیر اب کر لیتا ہوں تو اس وقت آہستہ آہستہ مگر حتمی طور پر میرے نازک احساسات اس معراج تک جا پہنچتے ہیں جہاں سے آگے ان کے مسمار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے میری آنکھیں دھندلا جاتی ہیں۔ قوت سماعت پر ٹھپہ لگ جاتا ہے اور گلا اس طرح شکنجے میں کسا جاتا ہے گویا وہ کسی خونی کے ہاتھ میں ہو۔ میر ادیوانہ وار دھڑکتا ہوا دل میرے مجروح احساسات میں زندگی ڈالنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس سے مزید الجھاؤ پیدا ہوتا ہے اس وقت کچھ یہ عالم ہوتا ہے۔

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی کچھ اپنی خبر نہیں آتی

اور اداسی میرے تمام وجود پر غالب آجاتی ہے اور میری تسکین کے لئے لوتی میرے غم میں ڈوب کر آنسو بہانے لگتی ہے (گو ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے) اس وقت میرے لئے وہاں سے چلے جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ اور میں غم سے نڈھال کھیتوں میں آوارہ پھرتا رہتا ہوں۔ ان لمحات میں دل چاہتا ہے کہ میں عمودی چٹانوں پر چڑھ جاؤں یا ناقابل گزر جنگل میں جا گھسوں یا باڑ اور خاردار جھاڑیوں کی طرف رخ کروں جو مجھے چھیل ڈالیں۔ تب مجھے کچھ سکون محسوس ہوتا ہے۔ صرف تھوڑا سا۔ اور جب میں تھکن اور پیاس سے چور راستے میں کہیں آرام کے لئے لیٹ جاتا ہوں، یا پھر رات کی تاریکی میں درخشاں ماہتاب کو اپنے سر پہ لے جا کر، جب میں کسی شکستہ درخت کی شاخ پر اپنے زخمی پاؤں کو آرام پہنچانے کے لئے تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتا ہوں اور پھر ملائم خاموشی میں صبح تک کے لئے سو جاتا ہوں۔ ولیم، ایک تنہا گوشہ، بالوں کی کھردری قمیص، اور کانٹوں کا تکیہ، میری بے چین کے لئے حقیقی مرہم ہیں۔۔۔ الوداع، مجھے تو اب یہی محسوس ہوتا ہے کہ:-

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

3 ستمبر

مجھے چلا جانا چاہیئے، شکریہ، آپ نے اس مشکل فیصلے میں میری بڑی ہمت افزائی فرمائی۔ گذشتہ دو ہفتوں سے متواتر میں یہ جگہ چھوڑنے کے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔ مجھے دور چلے جانا چاہیئے۔ وہ دوبارہ شہر میں آ چکی ہے اور ایک سہیلی کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہے۔ اور البرٹ۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔مجھے راہ سے ہٹ جانا چاہیئے!

10 ستمبر

کیسی خوفناک رات ہے! ولیم، اب میں سمجھتا ہوں کہ میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں میں اسے پھر نہیں ملوں گا۔ اف، میں آپ سے اس قدر دور کیوں ہوں اور ان آنسوؤں اور مسرتوں کے ساتھ، آپ جیسے بہترین دوست کو دل کو برباد کرنے والے طوفانی جذبات سے آگاہ کیوں نہیں کر سکتا؟ میں یہاں بیٹھا اپنے دل کے زخموں کو سہلا رہا ہوں اور سورج کے طلوع ہونے کا منتظر ہوں جب باہر گھوڑے تیار ہو کر آجائیں گے۔ ادھر وہ سکون کے ساتھ اپنی جگہ پڑی سوتی ہے اور نہیں جانتی کہ اب وہ مجھے پھر کبھی نہ دیکھ سکے گی۔ ولیم، اب میں اپنے آپ کو آزاد کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوں اور اس کے ساتھ دو گھنٹوں کی گفتگو میں، میرے پاس اتنی ہمت موجود تھی

کہ ذہن میں جو منصوبہ تھا اس کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اف، خدا کی قسم، وہ کیا غضب کی باتیں تھیں!

البرٹ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اور لوتی دونوں رات کے کھانے کے بعد باہر باغ میں آ جائیں گے۔ میں اخروٹ کے درختوں کے نیچے قدرے بلند مقام پر کھڑا خوبصورت وادی اور دھیرے دھیرے چلنے والی ندی کے اس پار ڈوبتے ہوئے سورج کی سنہری کرنوں کو آخری بار دیکھ رہا تھا۔ کتنی مرتبہ اس سے پہلے میں اس کے ساتھ یہ حسین منظر دیکھ چکا ہوں اور اب۔۔۔ میں اس راہ پر بار بار ٹہل رہا تھا جو مجھے بہت عزیز تھی۔ لوتی سے متعارف ہونے سے پہلے ایک پراسرار کشش مجھے اس جگہ لے آتی تھی۔ اور اس وقت ہم کتنے مسرور ہوا کرتے تھے جب دوستی کے ابتدائی دنوں میں ہم پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ ہم دونوں اس مقام کے دلدادہ ہیں جو کسی باغبان کا بنایا ہوا انتہائی رومان انگیز مقام ہو سکتا ہے۔ پہلے آپ اخروٹ کے درختوں کے درمیان وسیع منظر دیکھتے ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس کے متعلق میں آپ کو پہلے لکھ بھی چکا ہوں۔۔۔ کہ کس طرح لانبے "بیچ" کے درختوں کی دو قطاریں اس مقام کے گرد چار دیواری کا کام کرتی ہیں اور کس طرح ساتھ ساتھ ملی ہوئی جھاڑیوں کے سلسلے نے راستے کو تاریک کیا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ آخر میں ایک ایسا گوشہ بنتا ہے جہاں پراسرار خامشی کا راج ہے۔ میں اب تک خلوت کا وہ احساس نہیں بھولا جس کا تجربہ مجھے ایک دن عین دوپہر کے وقت یہاں پہلی مرتبہ آنے سے ہوا تھا۔ اس وقت بھی کچھ کچھ یہ احساس مجھے ہوا تھا کہ ایک دن یہ مقام میری زندگی کے درد اور مسرت میں کیا کردار ادا کرے گا۔

تقریباً نصف گھنٹے تک میں وہاں جدائی اور وصال کے تصور میں افسردہ دلی کے ساتھ منتظر کھڑا رہا جب بالآخر چبوترے کے زینے پر ان دونوں کے چڑھنے کی صدا سنائی دی۔ میں نے دوڑ کر

ان سے ملاقات کی اور جب میں نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے بوسہ دیا تو میں کانپ رہا تھا۔ عین اس وقت جب ہم تینوں چبوترے پر پہنچے چاند سر سبز پہاڑیوں کے اوپر مسکرا رہا تھا۔ ہم نے ادھر ادھر کی باتیں کیں اور چاند کے نکلنے کا احساس کئے بغیر درختوں سے گھرے ہوئے اداس گوشے کی طرف چلے گئے۔ لوتی اس میں داخل ہوئی اور جا کر بیٹھ گئی۔ البرٹ اس کے ایک پہلو میں بیٹھ گیا اور میں دوسرے میں۔ لیکن مجھے قرار نہیں آ رہا تھا۔ بے کلی حد سے زیادہ تھی۔ پس میں کھڑا ہو گیا اور ان دونوں کے ساتھ کچھ دیر تک ادھر ادھر چلنے کے بعد دوبارہ بیٹھ گیا۔ میرا برا حال ہو رہا تھا۔ لوتی نے ہماری توجہ حسین چاندنی کی طرف مبذول کرائی۔ "بیچ" کے درختوں سے پرے چبوترے کی ساری سطح چاندنی سے منور نظر آتی تھی اور پھر یہ منظر مزید دلکش اس لئے ہو گیا تھا کہ ادھر ہم سخت تاریکی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم سب خاموش تھے۔ کچھ توقف کے بعد لوتی بولی۔ "میں چاندنی میں چہل قدمی نہیں کرتی۔ کبھی نہیں کرتی کیونکہ جب بھی میں ایسا کرتی ہوں مجھے اپنے مردہ عزیز یاد آ جاتے ہیں اور میری روح میں موت اور آخرت کا خیال بھر جاتا ہے۔ اس طرح ہم زندہ رہتے ہیں۔" اور اب اس نے جذبات کے عروج میں کہا۔ "لیکن ورتھر، کیا ہم دوبارہ ملیں گے؟ کیا ہم ایک دوسرے کو پہچان سکیں گے؟ آپ کیسے محسوس کرتے ہیں؟ آپ کا کیا عقیدہ ہے؟"

"لوتی" میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے کہا۔ "ہم دوبارہ ضرور ملیں گے۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ ہم دوبارہ ضرور ملیں گے۔" اس سے بڑھ کر میں کچھ نہ کہہ سکا۔ ولیم، کیا اس نے یہ بات عین اس وقت کہنی تھی جب میرا دل پہلے ہی جدائی کے خیال سے پاش پاش ہو رہا تھا؟

"اور میں اکثر تعجب کرتی ہوں۔" اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آیا ہمارے وہ عزیز جو ہم سے بچھڑ چکے ہیں، ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ کیا وہ جانتے ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھاک زندگی بسر کر رہے ہیں اور یہ کہ ہم اب بھی انہیں یاد کرتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں؟ مجھے ہمیشہ اپنی ماں کا احساس ہوتا ہے جب میں بچوں کو پاس لے کر بیٹھتی ہوں۔۔۔ میرے بچے۔ جب وہ شام کی خاموشی میں بالکل اسی طرح میرے گرد جمع ہو جاتے ہیں جس طرح وہ ماں کے گرد جمع ہوا کرتے تھے۔ تب میں آسمان کی طرف دیکھتی ہوں اور میری آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں اس وقت میں چاہتی ہوں کہ کاش ایک لمحے کے لئے ماں ہماری طرف دیکھ لے کہ کس طرح میں اس کے آخری وقت کے وعدے کو نباہ رہی ہوں۔۔۔۔ کہ میں اس کے بچوں کے ساتھ ماں جیسا سلوک کروں گی۔ اف، احساسات کے کتنے بڑے ہجوم کے ساتھ میرا دل اس وقت پکار اٹھتا ہے۔ "میری پیاری ماں، اگر میں ان بچوں کے لئے تمہارا نعم البدل نہیں بن سکتی، تو مجھے معاف کر دیجئے۔۔۔ میں اپنی طرف سے تو پوری کوشش کرتی ہوں۔۔۔۔۔ میں ان کو کپڑے پہناتی ہوں، انہیں کھلاتی ہوں۔۔۔۔۔ آہ، اس کے علاوہ، ہم ایک دوسرے سے محبت کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں؟ اگر تم ہمارے درمیان اس محبت اور اتفاق کو دیکھ سکتیں، تو تم یقیناً اس اچھے مالک (خدا) کا شکریہ ادا کرتیں جس کے آگے اپنے آخری لمحات میں تم نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ اپنے بچوں کی بھلائی کی دعاء مانگی تھی۔"

یہ تو تھا اس کا کہنا۔ لیکن ولیم کون ہے جو اس کے کہے کو دہرانے پر قادر ہو سکتا ہے؟ یہ بے جان اور بے روح خطوط کیسے اس کی روح کے مقدس اظہارات کو منتقل کر سکتے ہیں؟ البرٹ نے

اس کی باتوں میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "پیاری، تم ان باتوں سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو جاتی ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ ان خیالات کی تمہارے نزدیک بہت اہمیت ہے۔ لیکن ازراہ کرم۔۔۔۔۔"

"اوہ، البرٹ" اس نے کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ تمہیں وہ شامیں نہیں بھولی ہوں گی جب ہم چھوٹی میز کے گرد بیٹھتے تھے۔۔۔۔۔ ابو کہیں باہر ہوتے تھے اور ہم ننھے منوں کو بستر میں سلا دیتے تھے۔ تب آپ اکثر ایک عمدہ کتاب ساتھ لایا کرتے تھے لیکن اسے اونچی آواز سے پڑھنے کی نوبت نہیں آتی تھی کیونکہ۔۔۔۔۔ کیا اس کی باتیں (ماں کی) سنتے رہنا دوسری کسی چیز سے زیادہ اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا؟ کیا عظیم الشان روح تھی! کیسی حسین اور ملائم اس کی شخصیت تھی۔۔۔۔۔ بیکار رہنا تو وہ جانتی ہی نہیں تھی۔ خدا کو معلوم ہے کہ میں اس کے لئے کتنے آنسو بہا چکی ہوں اور اکثر اپنے بستر پہ جھک کر خدا سے دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے اس کی طرح بنائے۔"

"لوتی" میں چلایا اور اس کے قریب جھک گیا۔ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے میرے آنسو اس کے ہاتھ پر گر پڑے۔ "لوتی، خدا کی رحمت تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اندر بھی تمہاری ماں کی روح سمائی ہوئی ہے۔"

"کاش، تم نے اسے دیکھا ہوتا۔" میرا ہاتھ زور سے دباتے ہوئے اس نے کہا۔ "وہ اس بات کی مستحق تھی کہ آپ اس سے واقف ہوتے۔"

میں یہ سن کر دم بخود رہ گیا۔ آج تک کسی شخص نے ایسی عظیم بات مجھ سے نہیں کہی تھی۔ "اور اسے عین جوانی میں موت نصیب ہوئی۔" لوتی نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "جبکہ اس کا سب سے چھوٹا بچہ ابھی چھ ماہ کا بھی نہیں ہوا تھا۔ وہ زیادہ بیمار بھی نہیں رہی تھی۔ وہ پرسکون اور خاموش تھی۔ جب اسے اپنے بچے نظر آتے تھے تو اسے کچھ درد محسوس ہوتا تھا۔ خاص طور پر

سب سے چھوٹے بچے کو دیکھ کر۔ جب خاتمے کا وقت قریب آگیا اس نے مجھ سے کہا۔ ”انہیں میرے پاس لاؤ۔“ ۔۔۔اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ سب سے چھوٹے (جو بالکل نہیں سمجھتے تھے) اور ان سے بڑے (جو معمولی سمجھ سکتے تھے) سب بچے اس کے ارد گرد کھڑے تھے۔ اس نے ہاتھ بلند کیا اور ان کے لئے دعاء مانگی اور باری باری ہر ایک کو الوداعی بوسے کے بعد رخصت کیا۔۔۔اس کے بعد اس نے مجھے کہا۔ ”ان کے لئے تم ہی ماں بن جانا، میں نے وعدہ کیا کہ میں یہی کروں گی اور میں نے اس کے لئے اپنا ہاتھ اسے دیا۔ ”تم نے ایک بھاری ذمہ داری کا عہد کرلیا ہے، میری بچی!“ ۔۔۔اس نے کہا۔ ”ایک ماں کے دل۔۔۔۔۔ایک ماں کی آنکھوں۔۔۔۔۔ اور تمہارے تشکر کے آنسوؤں نے اکثر مجھے بتایا ہے کہ جو کچھ بچے چاہتے ہیں تم جانتی ہو۔ پس تم اپنے بھائیوں اور بہنوں کے لئے اسی طرح محسوس کرنا اور اپنے باپ کے لئے بیوی جیسی اطاعت گذاری اور وفا مہیا کرنا۔ اس طرح تم اس کے لئے تسکین کا باعث بنو گی۔“ اس (ماں) نے ابا جان کو بلا بھیجا۔ لیکن وہ اپنے ناقابل برداشت درد سے نڈھال، اپنی کیفیت کو چھپانے کے لئے کہیں باہر چلے گئے تھے۔“

”البرٹ تم اس وقت کمرے میں تھے، اس نے کسی کے چلنے کی آواز سنی اور تمہیں اپنی چارپائی کے قریب آنے کے لئے کہا اور اس نے پر سکون آنکھوں سے پہلے تم پر اور پھر مجھ پر نگاہ ڈالی، گویا اسے یہ یقین ہو چکا ہو کہ ہم خوش ہیں اور اکٹھے رہ کر بھی خوش رہیں گے۔“

البرٹ نے لوتی کے گلے میں اپنے بازو ڈال دیئے، اسے بوسہ دیا اور کہا۔ ”ہم خوش ہیں، ہاں ہم خوش ہیں اور خوش ہی رہیں گے!“ خاموش طبع آدمی بالآخر مہر سکوت توڑنے پر مجبور ہو چکا تھا۔ اور میں۔۔۔۔۔مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میں زندہ بھی ہوں؟

"اور وہ نیک ہستی جو کہنے کو ہم سے رخصت ہو چکی ہے۔" لوتی نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "خدا کی قسم، ورتھر، جب میں سوچتی ہوں کہ انسان کس طرح اپنی عزیز ترین متاع کے چھن جانے کی اجازت دے دیتا ہے اور یہ کہ اس کا بچوں سے بڑھ کر تیز احساس اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ کافی دیر گذر جانے کے بعد جب تجہیز و تکفین وغیرہ ختم ہو چکی تو وہ پچھتائے۔۔۔ کہ کس طرح وہ سیاہ پوش لوگ آئے اور ان کی امی کو لے کر چلے گئے۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور یوں میں واپس اپنے حواس کی طرف لوٹ آیا۔ میں نڈھال ہو چکا تھا اور اس کا ہاتھ تھامے بیٹھا رہا۔ آخر اس نے کہا۔ "اب ہمیں جانا چاہیئے۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے پکڑ رکھا تھا۔ "ہم دوبارہ ملیں گے۔" میں نے چلا کر کہا۔ "ہم ایک دوسرے کو ڈھونڈھ لیں گے خواہ ہماری کوئی بھی شکل وصورت ہو گی۔ ہم ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ میں اب جا رہا ہوں۔" میں نے دوبارہ کہا۔ "میں اپنی منشاء سے جاؤں گا لیکن اگر ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہنا ہوا تو میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ اچھا خدا حافظ لوتی، خدا حافظ، البرٹ۔ ہم دوبارہ کبھی ملیں گے۔"

"کل ملیں گے، شاید۔" اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔۔۔ کل کا لفظ مجھے کسی ہتھوڑے کی طرح لگا۔ جب وہ یہ کہہ کر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے الگ کر رہی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ کیا کہہ رہی ہے۔۔۔۔

وہ دونوں چاندنی میں جا رہے تھے۔ میں اسی جگہ کھڑا ان کو جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور جب تک رو سکتا تھا روتا رہا۔ اس کے بعد میں اٹھ کر کھڑا ہو اور چبوترے کی طرف دوڑا۔ نیچے، لائم کے طویل قامت درختوں کے سائے میں، اس کا

جھلملاتا ہوا سفید لباس، جب وہ دونوں دروازے کی سمت مڑنے لگے، صاف دکھائی دے رہا تھا۔
میں نے اپنے بازو بلند کئے۔۔۔۔۔ اور وہ غائب ہو گیا۔

حصہ دوم

20اکتوبر 1771ء

ہم یہاں کل پہنچے۔ سفیر قدرے علیل ہے اور چند روز تک کہیں نہیں جاسکے گا۔ اگر وہ فقط اس قدر ناخوشگوار طبیعت کا آدمی نہ ہوتا تو معاملات بڑی حد تک آسان رہتے۔ لیکن ابھی میری قسمت میں بڑے امتحان لکھے ہیں۔ مجھے خوب معلوم ہے۔

تاہم حوصلہ ہارنے کی کوئی بات نہیں کیونکہ پر سکون دل ہی یہ سب چیزیں برداشت کر سکتا ہے۔ ایک پر سکون دل؟ مجھے ہنسی آتی ہے۔ یہ لفظ میں کیسے لکھ سکتا ہوں؟ ہاں، جوش خون میں تھوڑی سی کمی مجھے دنیا کا خوش ترین انسان بنا سکتی ہے! چلئے، چلئے، ورتھر! تم کیسے اپنی قوت اور اپنے اوصاف پر شبہ کر سکتے ہو جب دوسرے لوگ بڑی ڈھٹائی سے اپنی معمولی طاقت اور معمولی ذہانت پر اس قدر ناز کر رہے ہیں؟ پیارے خدا، یہ اہلیت کس نے مجھے عطا کی ہے؟ کیوں تو نے اس کا نصف مجھ سے نہیں لے لیا اور اس کی جگہ میرے اندر یقین محکم اور قناعت کی اہلیت پیدا نہیں کی؟

صبر۔ قناعت۔ معاملات سلجھ جائیں گے۔ اس لئے کہ میرے دوست، میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ درست کہتے ہیں۔ چونکہ اب دوبارہ میں نے لوگوں کے درمیان رہنا شروع کر دیا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اور جس طرح اپنی زندگی گزارتے ہیں، میں دیکھتا ہوں، لہٰذا میرے لئے اپنے آپ کے ساتھ گذر کرنا اب آسان ہو گیا ہے۔ چونکہ ہم فانی انسان کچھ اس طرح بنائے گئے ہیں کہ ہم ہر چیز کا موازنہ اپنے ساتھ کرتے ہیں اور اپنا مقابلہ اپنے ارد گرد کی سب چیزوں سے کرتے ہیں لہٰذا ہماری خوشی اور دکھ دونوں انہیں چیزوں میں پائے جاتے ہیں جن سے ہم اپنا مقابلہ

کرتے ہیں لہٰذا کوئی چیز اتنی زیادہ خطرناک نہیں جتنی کہ تنہائی۔ ہمارا تخیل، جو فطرتاً اظہار پر مجبور ہے۔ شاعری کے مبالغہ آمیز رنگوں سے پرورش حاصل کر کے، مخلوقات اور اشیاء کے ایک ایسے سلسلے کو جنم دیتا ہے جس میں ادنیٰ ترین حیثیت ہماری اپنی ہوتی ہے اور باقی ہر چیز ہمارے ارد گرد زیادہ ارفع اور ہر شخص زیادہ مکمل دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ سب بالکل قدرتی طور پر واقع ہوتا ہے۔ ہم اکثر محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے اندر کافی چیزوں کی کمی ہے اور یہ کہ جو کچھ ہمارے پاس موجود نہیں ہے وہ ہمارے ہمسائے کے ہاں موجود ہے۔ اس طرح بڑی حد تک ہم اس کے اندر اپنی ہی عمدہ خصوصیات کو پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس میں کچھ اپنے تخیلاتی رنگوں کی آمیزش کر کے ہم ایک ایسے مکمل طور پر خوش نصیب اور دلکش شخصیت کے مالک شخص کی اختراع کر ڈالتے ہیں جو حقیقت میں ہمارے اپنے تخیل کا پرتو ہوتا ہے۔ اگر اس کے برعکس ہم یہ تہیہ کر لیں کہ ہم اپنے روزمرہ کے کام، اپنی تمام تر خامیوں اور دشواریوں کے ساتھ انجام دیتے رہیں گے، تو پھر ہم اکثر یہ مشاہدہ کریں گے کہ راہ سے بھٹک جانے اور تاخیر کے باوجود بھی ہم موافق اور صحیح سلامت چپوؤں والے ملاحوں سے زیادہ آگے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ہمیں بڑا شاندار احساس ہوتا ہے جب ہم دوسرے لوگوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ چل رہے ہوں یا اس سے بڑھ کر ہم ان سے چلنے میں سبقت لے جائیں۔

26 نومبر

سب چیزوں کو دیکھنے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ یہاں زندگی بڑی حد تک قابل برداشت ہے۔ اس زندگی کا بہترین پہلو یہ ہے کہ مجھے خاصی حد تک مصروف رہنا پڑتا ہے اور مختلف اور نئی نئی شخصیات سے ملاقات ایسا ماحول پیدا کرتی ہے جس میں خیالات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

جاگیر دار "ک" سے میں مل چکا ہوں اور اس کے لئے ہر وقت رطب اللسان ہوں۔ وہ حقیقتاً ایک ذہین آدمی ہے لیکن تنہائی پسند نہیں کیونکہ وہ اکثر لوگوں سے زیادہ بصیرت رکھتا ہے۔ اس کی شخصیت سے محبت اور اپنائیت کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ اس نے اسی وقت سے مجھ میں دلچسپی لینی شروع کر دی جب مجھے اس کے ساتھ کاروباری گفتگو کا اتفاق ہوا تھا۔ بقول اس کے پہلی ہی ملاقات میں اس کو محسوس ہو گیا کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں اور یہ کہ جو کچھ وہ مجھ سے کہہ سکتا ہے کسی اور سے نہیں کہہ سکتا۔ میں اس کے اخلاق کی کماحقہ تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔ ایک واقعی عظیم ذہن کے اعتماد کے حصول سے بڑھ کر اور کوئی بڑی خوشی دنیا میں تصور نہیں کی جاسکتی۔

24 دسمبر

سفیر میرے لئے بڑی اذیت کا موجب بنا ہوا ہے۔ مجھے اس کی پہلے ہی توقع تھی۔ اس سے بڑھ کر کسی تکلفات کے پجاری احمق کا تصور نا ممکن ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہر چیز قدم بہ قدم اور آہستہ آہستہ ہو۔ وہ کبھی اپنے آپ کے ساتھ بھی مطمئن نہیں ہوتا اور نہ کبھی مطمئن ہو سکتا ہے۔ میری عادت ہے کہ میں جلدی کام کرتا ہوں لیکن وہ یہ کرتا ہے کہ مسودہ مجھے واپس دے کر کہے گا۔ "وہ برا تو نہیں ہے لیکن ایک بار پھر اس کو پڑھوں گا۔ اس طرح انسان کوئی اور بہتر لفظ یا زیادہ معیاری طرز اظہار ڈھونڈھ سکتا ہے۔۔۔۔۔" تب جی چاہتا ہے کہ میں اسے کہوں کہ "جاؤ جہنم میں۔" کوئی "اور" "لیکن" یا "جوڑ" غائب نہیں ہونا چاہیئے۔ متضاد الفاظ کے تو وہ سخت خلاف ہے جو کبھی کبھی نادانستہ طور پر میں لکھ جاتا ہوں۔ اور اگر میں جملوں کو متواتر ایک دوسرے کے

پیچھے نہ لکھوں تو وہ ان کا مفہوم ہی سرے سے نہیں سمجھ سکتا۔ ایسے آدمی کے ساتھ کام کرنا واقعی بڑی مصیبت ہے!

میرا اندازہ ہے کہ بوڑھے سفیر کو یہ احساس ہے کہ میں "ک" کو زیادہ پسند کرتا ہوں اور یہ بات اسے چڑانے کو کافی ہے، لہٰذا وہ "ک" کے بارے میں تنقید کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ میں بہر حال اس بات کو نظر انداز کئے جانے کی اجازت نہیں دیتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات مزید بگڑ جاتے ہیں۔ کل تو واقعی اس نے میرے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا کیونکہ اس نے میرا حوالہ دینا بھی شروع کر دیا تھا۔ کہنے لگا کہ جب تک معاملات صرف کاروبار تک محدود تھے "ک" کی کارکردگی بڑی اچھی رہی۔ وہ ان چیزوں کو سمجھتا تھا اور اس کا اسٹائل بڑا اچھا تھا لیکن دوسرے تمام فنکاروں کی طرح اس میں ٹھوس علمیت کی کمی تھی۔ اس کے بعد سفیر نے میری طرف کچھ اس زاویے سے دیکھا گویا کہنا چاہتا ہو "سمجھ گئے ہو کہ نہیں؟" لیکن مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ مجھے تو اس طرح سوچنے اور طرز عمل رکھنے والے ہر شخص سے نفرت ہے۔ میں اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور مقابلے کی ٹھان لی۔ میں نے کہا کہ جاگیر دار "ک" ایک معزز اور محترم شخص ہے اور لوگ اس کی عزت محض اس کی دماغی صلاحیت کی بنا پر ہی نہیں بلکہ اس کے کردار کی وجہ سے بھی کرتے ہیں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ مجھے آج تک ایسا شخص نہیں ملا جس کا دماغ اتنے ڈھیر سارے موضوعات پر حاوی ہو اور اس کے باوجود وہ روزمرہ زندگی کے معاملات پر بھی توجہ دیتا ہو۔ ان میں سے کوئی بات بھی اس کے پلے نہ پڑی اور قبل اس کے کہ میں اس کی واہی تباہی سنتا میں وہاں سے چلا آیا۔

اور یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے، آپ سب نے باتیں کر کر کے مجھے اس تنگ جیکٹ میں پھنسا دیا ہے۔ کیسے سلیقے سے آپ مجھے کچھ نہ کچھ کرنے کا مشورہ دیتے رہے ہیں۔ ایک شخص جو آلو کی فصل کاشت کر کے بیل گاڑی غلہ بیچنے کے لئے شہر میں لے جاتا ہے وہ بھی وہی کچھ کرتا ہے جو اب میں کر رہا ہوں۔ موجودہ حالت سے تو میں دس سال تک پھانسی کے تختوں کے ساتھ لٹک کر گذارنا زیادہ بہتر تصور کروں گا۔

اس پر مستزاد خوش نما بد بختی۔ یعنی جن بھیانک لوگوں سے ملاقات رہتی ہے ان کی بوریت ! ان کی سماج میں بلند ہونے کی امنگیں !کسی طرح آگے بڑھنے کی اندھی کوشش میں وہ دوسرے شخص کو آنکھ سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔ ذلیل ترین جذبات نہایت بے شرمی سے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ مثلاً یہاں ایک عورت ہے جسے اپنی جاگیروں اور القاب کے علاوہ کسی چیز کا ذکر کرنا آتا ہی نہیں۔ یہ سمجھنے کے لئے کہ وہ ایک مکمل طور پر احمق عورت ہے جو بڑھے ہوئے جاہلانہ تفاخر کا شکار اور گھٹیا القاب سے اپنی انا کی تسکین کرتی ہے، اسے جاننے کی بھی حاجت نہیں۔ لیکن اس روداد کا بدترین پہلو یہ ہے کہ دراصل وہ ایک مقامی مجسٹریٹ کی بیٹی ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ لوگ کیوں اور کیسے اتنے بے حس ہو جاتے ہیں کہ وہ نہایت بھونڈے انداز میں اپنی آبرو گنوا بیٹھتے ہیں۔

پس، میرے دوست، میں ہر روز مشاہدہ کرتا ہوں کہ ہم کتنے بے وقوف ہیں جو دوسروں کو اپنے ذاتی معیار سے جانچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور چونکہ مجھے اپنے حال سے فرصت نہیں اور میرے دل میں طوفان برپا ہیں، لہذا میری خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اپنے راستے پر گامزن رہیں او رمجھے تنہا چھوڑ دیں۔

جس چیز سے مجھے سب سے زیادہ کوفت ہوتی ہے وہ قابل مذمت سماجی حالات ہیں۔ دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی جانتاہوں کہ معاشرے میں درجوں کے اختلافات ضروری ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ ان اختلافات کا کیا فائدہ ہے۔ جو کچھ میں جانتاہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ یہ بات میرے اپنے آپ کو خوش کرنے کے کسی معمولی چانس یااس دنیامیں مسرت کی رہی سہی امید کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے۔ چند دن پہلے سیر کرتے ہوئے میر اتعارف فرالین وان بی نامی ایک دلکش شخصیت سے ہوا جو یہاں کی تصنع آمیز زندگی کے باوجود کسی طرح تکلفات کی قیود سے آزادرہنے میں کامیاب رہی ہے۔ ہمیں باہمی گفتگو میں بڑالطف آیااور جب ہم ایک دوسرے سے رخصت ہونے لگے تو میں نے اس کے ہاں آنے کی اجازت چاہی۔ اس نے کچھ اس طرح بے تکلفی سے اجازت دی کہ میں مناسب وقت گزرنے سے بھی پہلے اس کے گھر چلا گیا۔ وہ یہاں کی رہنے والی نہیں بلکہ ایک خالہ کے پاس رہتی ہے۔ میں نے بوڑھی عورت (اس کی خالہ) کی نظروں کو پسند نہیں کیا۔ میں نے اس کی طرف بہت توجہ دی بلکہ جو بات بھی کی اس کے لئے کی لیکن نصف گھنٹے سے بھی پہلے مجھے احساس ہو گیا(جسے بعد میں نوجوان خاتون نے بھی تسلیم کیا) کہ وہ بیچاری خالہ اپنے تھوڑے سے ترکے اور معمولی سے دماغ کے ساتھ اپنی تسکین فقط خاندانی برتری اور پناہ اپنے سماجی مقام کے بچے کھچے آثار، یعنی محل وغیرہ میں ڈھونڈنے کے قابل رہ گئی ہے اور اس کے لئے خوشی فراہم کرنے والی بات صرف ادنیٰ سماجی طبقوں پر ناک بھوں چڑھاناہے۔ اپنی جوانی میں وہ خاصی خوبصورت عورت تھی اور اپنی زندگی ابتدامیں تو بہت سے عشاق کو اپنی ستم پسند طبیعت سے مصائب کا شکار کرکے ضائع کی اور بعد میں، اپنی زندگی کے پختہ دور میں وہ ایک بوڑھے فوجی افسر کے زیر تسلط رہی جو اس کے ساتھ شادی کرلینے اور بری بھلی گزراوقات کے بدلے اس کے کانسی

کے دور (درمیانی عمر) کا ساتھی رہا اور پھر مر گیا۔ اب، اپنے موجودہ لوہے کے دور میں، وہ تنہا رہ گئی ہے اور اگر اس کی یہ بھانجی اس قدر مہربان نہ ہو تو کوئی شخص بھی اس کی طرف دیکھنا گوارا نہ کرے۔

8 جنوری 1772ء

وہ لوگ کتنے بھیانک ہیں جنہوں نے سالہا سال تک تکلفات و رسوم کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا اور جن کے ہر خیال اور ہر کوشش کا مرکزی نقطہ میز پر مزید بلند نشست حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ ان کے پاس کرنے کو اور کوئی مفید کام نہیں ہوتا۔ ایسا ہرگز نہیں! اہم کام اس لئے جمع ہو جاتا ہے کہ انسان مرتبہ اور ترقی کے متعلق ہزاروں پریشانیوں کی بنا پر اس کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔ اسی قسم کی بک بک گذشتہ ہفتے ہماری برف پر پھسلنے کی تفریح کے دوران پیش آئی اور نتیجۃً سیر و تفریح کا سارا لطف غارت ہو گیا۔

کاش یہ احمق یہ سمجھ جائیں کہ نشست کی کوئی اہمیت نہیں اور یہ کہ میز کے سرہانے بیٹھنے والا بہت کم رہنما کردار ادا کر سکتا ہے۔ بہت سے بادشاہوں پر ان کے وزیر اعظم حکومت چلاتے ہیں اور بہت سے وزراء پر ان کے سیکرٹری حاکم ہوتے ہیں، پھر آخر پہلے درجے پر کون ہے؟ میں کہوں گا کہ اول درجے پر وہ ہے جو تمام دوسروں کے اندر جھانک سکتا ہے اور اپنی چابکدستی یا قوت کے ساتھ ان سب کی امنگوں اور اختیارات کو اپنے مقاصد کی تکمیل میں استعمال کر سکتا ہے۔

20 جنوری

پیاری لوتی، میں تمہیں یہ خط ایک معمولی سی دیہاتی سرائے میں (جہاں میں نے شدید طوفان سے بچنے کے لئے پناہ لے رکھی ہے) بیٹھ کر تحریر کر رہا ہوں۔ جب سے میں اس منحوس شہر "ڈی" میں مقیم ہوں اور میرے ارد گرد ایسے اجنبی لوگ ہیں جو میری قلبی کیفیت سے نابلد ہیں، کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ میرے دل نے تمہیں خط لکھنے کو نہ کہا ہو۔ لیکن اب، اس ادنیٰ جائے پناہ میں، اس تنہائی اور قید میں، جبکہ برف اور اولے میرے کمرے کی چھوٹی سی کھڑکی سے ٹکرا رہے ہیں، میرا ذہن تمہاری طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ جب میں داخل ہوا تو تمہاری تصویر اور یادوں نے مجھے گھیر لیا۔ اف، لوتی۔۔۔ اتنی مقدس اور اتنی گہری یادیں! خدایا، جب سے میں وہ جگہ چھوڑ کر آیا ہوں یہ میری مسرت کا اولین لمحہ ہے!

میری عزیز ترین متاع! کاش تم مجھے اضطراب کے بھنور میں دیکھ سکتیں۔ لیکن میری روح کتنی بنجر ہے! نہ کوئی محبت کا لمحہ، نہ کوئی مسرت کی گھڑی۔ کچھ نہیں۔۔۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں! کبھی تو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ گویا کسی بازی گاہ کے سامنے کھڑا ہوں جہاں چھوٹے چھوٹے آدمی اور گھوڑے میرے روبرو اپنے کرتب دکھا رہے ہیں اور میں اپنے آپ سے پوچھتا ہوں کہ آیا یہ نظر کا دھوکہ نہیں ہے؟ میں کھیلوں میں شریک ہو جاتا ہوں، بلکہ یوں سمجھئے کہ میں اپنے آپ کو پتلی کی طرح استعمال کئے جانے کی اجازت دے دیتا ہوں۔ اور کبھی کبھی میں اپنے ہمسائے کے چوبی ہاتھ کو چھو کر دیکھتا ہوں اور خوف سے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیتا ہوں۔ شام کے وقت میں طلوع آفتاب سے محظوظ ہونے کا فیصلہ کرتا ہوں لیکن صبح کے وقت اٹھنے پر ہی آمادہ نہیں ہوتا۔ دن کے دوران میں چاندنی سے لطف اندوز ہونے کا منتظر رہتا ہوں لیکن پھر رات کے وقت اپنے کمرے میں

گھسارہتاہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کیوں اٹھتاہوں اور کیوں سوتاہوں۔ وہ حرارت جس سے میری زندگی میں حرکت آتی تھی اب باقی نہیں ہے، جو تحریک رات گئے تک مجھے بیدار رکھتی تھی اور علی الصبح جگادیتی تھی، اب ختم ہوچکی ہے۔

مجھے یہاں صرف ایک خاتون اپنی ہمدرد ملی ہے جس کا نام فرالین وان بی ہے۔ اگر مقابلہ کیا جاسکے تو وہ بالکل آپ جیسی ہے، پیاری لوتی۔ ہاں، میں اب تمہیں یہ کہتے سن سکتاہوں "اب اس کا موڈ کوئی خوبصورت داد دینے کو بن رہاہے۔" آپ یہ کہنے میں بالکل بھی غلط نہیں ہوں گی اب کچھ عرصے سے میں اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کر تارہاہوں کیونکہ کرنے کو یہ واحد چیز باقی رہ گئی ہے۔ میں خاصا چرب زبان ہوچکاہوں۔ خواتین کہتی ہیں کو کوئی شخص ان کی تعریف میں آسمان زمین کے قلابے ملانا اس طرح نہیں جانتا جس طرح کہ ورتھر جانتاہے۔ لیکن آپ سے میں فرالین وان بی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ ایک بیدار روح رکھنے والی شخصیت ہے جو انسان کی آنکھوں میں براہ راست جھانک سکتی ہے۔ اس کی نیلی آنکھیں ہیں۔ اس کا سماجی مقام اس پر بوجھ بنا ہوا ہے اور اس کی امنگوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ وہ اپنے چاروں طرف کھوکھلے ماحول سے نجات پانا چاہتی ہے اور ہم دونوں کئی کئی گھنٹے فرحت آمیز، خاموش اور شاداب گردوپیش میں، خواب و خیال کی گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ ہم تمہارے متعلق بھی باتیں کرتے ہیں۔ کتنی مرتبہ وہ تمہاری قربان گاہ پر عقیدت سے سر جھکاتی ہے۔ اور یہ سب کچھ وہ بڑی خوشی سے کرتی ہے۔ وہ مجھ سے تمہارا تذکرہ سننا پسند کرتی ہے۔ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔

آہ، دل چاہتاہے کہ اس وقت میں تمہارے قدموں میں اپنے اس چھوٹے کمرے میں بیٹھا ہوتا اور ہمارے وہ ننھے پیارے فرشتے ہمارے ارد گرد ناچتے کودتے ہوتے۔ اگر وہ زیادہ شور

مچانا شروع کر دیتے تو میں انہیں اپنے گرد جمع کر لیتا اور انہیں ایک مافوق الفطرت پریوں کی کہانی سنا کر خاموش کر دیتا۔

اس وقت آفتاب برف سے چمکتی ہوئی سطح زمین کے پیچھے بڑی آن بان سے غروب ہو رہا ہے۔ طوفان تھم چکا ہے اور میں دوبارہ اپنے قفس میں بند ہونے کو تیار بیٹھا ہوں۔ الوداع! کیا البرٹ آپ کے پاس ہے؟ اور کیسے۔۔۔ اف خدایا، اس سوال پر میں معذرت خواہ ہوں۔

8 فروری

متواتر آٹھ دن تک موسم بڑا خراب رہا ہے اور اس سے میرے دل کو فائدہ ہوتا ہے کیونکہ جب سے میں یہاں آیا ہوں ایک بھی عمدہ دن ایسا نہیں گزرا جو کسی نہ کسی شخص کے ہاتھوں برباد نہ ہوا ہو۔ لیکن اگر بارش برستی ہو اور جھکڑ چلتے ہوں، موسم سرد اور خون منجمد کرنے والا ہو۔ جیسے بھی ہو میں خود سے کہتا ہوں کہ باہر سے اندرونی حالات زیادہ خراب نہیں ہو سکتے۔ یا اس کے برعکس سمجھ لیجئے۔ یہ موسم مجھے موافق پڑتا ہے۔ لیکن اگر میں صبح سویرے صاف مطلع کی بشارت دیتے ہوئے سورج کو ابھرتا ہوا پاؤں تو میں اپنے آپ سے کہتا ہوں۔ "لو ایک دوسرے کو محروم کرنے کے لئے ان کے لئے ایک اور خزانہ پیدا ہو گیا۔" ولیم، اس دنیا کی کوئی چیز مثلاً، صحت، نیک شہرت، مسرت اور تفریح، ایسی نہیں جس سے وہ ایک دوسرے کو محروم کرنے کی فکر میں نہ ہوں۔ زیادہ تر اس لئے کہ وہ احمق، تنگ نظر اور حسن ظرافت سے خالی ہیں۔ آپ کتنی ہی کشادہ دلی سے ان کی باتیں سنیں اس کے علاوہ اور کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکیں گے۔ کبھی کبھی تو میں محسوس

کرتا ہوں کہ میں گھٹنوں کے بل جھک کر ان لوگوں سے درخواست کروں کہ اس طرح مجنونانہ انداز میں ایک دوسرے کی گردن پر چھری چلانے سے باز رہیں۔

17 فروری

مجھے ڈر ہے کہ سفیر کے ساتھ میرے لئے مزید صبر کرنا مشکل ہے۔ یہ آدمی ناقابل برداشت ہے! اس کی عادات کار اور کاروباری طریقہ اس قدر مضحکہ خیز ہیں کہ میں اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتا اور اس کی تردید کرنے پر مجبور ہو جاتا ہوں اور اکثر میں جس طرح مناسب سمجھتا ہوں کوئی چیز کر بیٹھتا ہوں جو کہ اسے اچھی نہیں لگتی۔ اگلے روز اس نے دربار میں میری شکایت کر ڈالی اور وزیر نے مجھے ہلکی سی ڈانٹ پلائی۔ ڈانٹ بہر حال ڈانٹ ہے خواہ ہلکی بھی ہو۔ میں احتجاجاً استعفیٰ دینے ہی والا تھا کہ مجھے اس کا (وزیر) ایک ذاتی خط ملا جسے پڑھ کر دل چاہتا ہے کہ میں سر جھکا لوں اور اس سدا نیک اور ہوشمند انسان کی پرستش کروں۔ وہ میری حد سے زیادہ حساس طبیعت پر تنقید کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اثر پیدا کرنے، دوسروں کو اپنا ہمنوا بنانے اور کاروبار میں کامیاب ہونے کے متعلق میرے خیالات (جنہیں وہ جوانی کا اعلیٰ شعور سمجھتا ہے) کی قدر کرتا ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے صرف یہ ہے کہ میں ان خیالات میں ذرا اعتدال پیدا کروں اور انہیں ایسے صحیح اور موزوں سانچے میں ڈھال لوں کہ ان کا خاطر خواہ اثر نمودار ہو سکے۔ اب میرے پاس ایک ہفتے تک کام کرتے رہنے کی قوت موجود ہے اور میں اپنے آپ کے ساتھ سمجھوتہ کر چکا ہوں۔ ذہنی سکون اور اپنے آپ سے مسرت پانے کی صلاحیت بے نظیر چیزیں ہیں۔ پیارے دوست، جس طرح خزانہ قیمتی اور خوبصورت ہے کاش یہ جلد مٹنے والا نہ ہوتا۔

20فروری

میرے پیارو، خدا تم دونوں پر مہربان ہو اور وہ تمام خوشگوار ایام جن سے مجھے محروم کیا ہوا ہے، تمہیں عطا کرے۔

البرٹ، مجھے فریب دینے کا شکریہ! میں تم دونوں کی شادی کے دن کی اطلاع کا منتظر تھا، میرا ارادہ تھا کہ اس دن میں لوتی کی وہ تصویر جو میں نے دیوار کے نیچے بنائی تھی، کو چند دوسرے کاغذات کے ساتھ دفن کرنے کی رسم ادا کرتا۔ اب تم دونوں کا ملاپ ہو چکا ہے اور اس کی تصویر جہاں تھی وہیں موجود ہے۔ بہت اچھا، اسے وہیں رہنا چاہیئے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ میں جانتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور لوتی کے دل میں میری بھی جگہ ہے جس سے تمہیں کوئی ہرج نہیں۔ میں بلکہ یہاں تک کہوں گا کہ تمہارے بعد دوسرا مقام میرا ہے اور میں اس مقام پر فائز رہنا چاہتا ہوں۔ فائز ہی رہنا چاہیئے! میں جانتا ہوں کہ اگر وہ مجھے بھول گئی تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ البرٹ سارا جہنم اسی ایک تصور میں پوشیدہ ہے۔ اچھا، البرٹ، الوداع! آسمانی فرشتہ، لوتی، پیاری لوتی، الوداع!

15مارچ

ابھی ابھی مجھے ایک ایسا تلخ تجربہ ہوا ہے جو میرے یہاں سے رخصت ہونے کا سبب بنے گا ابھی تک میں غصے سے پاگل ہوا جا رہا ہوں۔ جہنم میں جائے یہ نوکری! میں حالات پر قابو نہیں پا

سکتا اور یہ سب تمہارا قصور ہے۔ تمہارا۔۔۔کیونکہ تم نے ہی مجھے یہ آسامی قبول کر لینے پر بار بار آمادہ کیا تھا جو کہ میرے لئے طبعاً موزوں نہ تھی۔ بہر حال، اب میں اس سے بیزار ہوں۔ اب دوبارہ مجھ سے یہ کبھی نہ کہنا کہ میرے مبالغہ آمیز خیالات ہر چیز کو تباہ کر دیتے ہیں۔ پس یہ وہ ساری کی ساری حقیقی داستان ہے جو ایک مؤرخ آپ کو سنا سکتا ہے۔

جاگیر دار وان "کے" مجھے بہت پسند کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ مجھے ترجیح دیتا ہے۔۔۔اس کی تفصیل میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ کل اس نے مجھے اپنے ہاں دوپہر کے کھانے کی دعوت پر بلایا اور اتفاق سے یہ وہ دن تھا جب ادھر ادھر کے تمام رؤسا اس کے گھر سہ پہر کو اکٹھے ہوا کرتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں کے متعلق کبھی غور ہی نہیں کیا اور نہ یہ سوچنے کا اتفاق کبھی ہوا کہ ہم جیسے کمتر لوگ ان کے درمیان بھلے نہیں لگتے۔ خیر، میں نے جاگیر دار "ک" کے ساتھ کھانا کھایا اور اس کے بعد ہم بڑے ہال کمرے میں ذرا چہل قدمی کرنے لگے۔ میں اس کے ساتھ اور کرنل "بی" کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ کرنل صاحب ہمیں اس وقت آن ملے جب رؤسا کی آمد کا وقت قریب آ گیا تھا۔ اس وقت میرے ذہن کا مطلع بالکل صاف تھا۔ سب سے پہلے آنے والوں میں عزت مآبہ، لیڈی "وان ایس" بمعہ اپنے خاوند اور مرغابی کی طرح دبلی پتلی لڑکی، جسے ان دونوں نے کسی طرح مل کر جنم دے ڈالا تھا۔ اس کی چھوٹی سی چھاتی بالکل سپاٹ اور ننھی منی پیاری سی کمر یا تنگ پٹی سے کسی ہوئی تھیں۔ دونوں کے رئیسانہ ابرو تنے ہوئے اور ناک چڑھی ہوئی تھی۔

چونکہ میں ان نواب قسم کے لوگوں کی پوری نسل سے ہی متنفر ہوں لہذا میں کسی طرح وہاں سے چلے جانے کا خواہشمند تھا اور اس انتظار میں تھا کہ کسی طرح جاگیر دار "ک" ان کی طفلانہ اور بیکار باتوں سے فارغ ہو تو میں اجازت لوں کہ دیکھتا ہوں کہ فرالین وان بی اندر داخل ہوئی۔

اس کو دیکھتے ہی میرا دل ہمیشہ ہی کچھ نہ کچھ خوش ہو جاتا ہے۔ پس میں نے وہاں رک جانے کا فیصلہ کیا اور اس کی کرسی کے عین پیچھے جا کھڑا ہوا۔ تاہم مجھے جلد ہی یہ احساس ہونے لگا کہ وہ مجھ سے معمول کی بیباکی کے ساتھ باتیں نہیں کر رہی تھیں۔ بلکہ حقیقت میں وہ ایک قسم کے تکلف کے ساتھ مجھ سے برتاؤ کر رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد تو یہ تکلف بالکل ہی واضح ہو گیا۔ مجھے خیال تھا کہ وہ اوروں کی طرح نہیں ہو سکتی، لیکن اس کے رویے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی اور میں وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ ابھی یہیں رہوں کیونکہ میں اسے صورت حال سے نجات پانے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ میں یہ یقین ہی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اس قسم کی جھوٹی تمکنت کی اہل ہو سکتی ہے اور ابھی تک اس کے منہ سے چند خوش نما الفاظ سننے کا امیدوار تھا، اور۔۔۔۔۔ آہ، میں نہیں جانتا کہ کیا ہو گیا!

اس اثناء میں حال لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ ان میں نواب "ایف" تھے جنہوں نے شہنشاہ فرانز اول کی تاج پوشی کے دور کے مکمل تمغے اوپر سجا رکھے تھے۔ ان میں پریوی کونسلر "آر" تھے جو اپنی بہری بیوی کے ساتھ سرکاری حیثیت میں آئے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ مسٹر "ایس" بھی حسب معمول بھدے سے لباس میں موجود تھے۔ (وہ اپنے پرانے زمانے کے کپڑوں میں جدید کپڑوں کے پیوند لگا لیا کرتا ہے) اس کے بعد تو آنے والوں کا تانتا ہی بندھ گیا۔ ان میں سے میں نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ بات چیت کی لیکن سب کے سب کچھ تکلف برت رہے ہیں۔ میری دلچسپی کا تمام تر مرکز بہر حال میری دوست "بی" تھی۔ ہال کے ایک جانب خواتین کی کھسر پھسر (جسے میں نہیں دیکھ سکا تھا) شروع ہو گئی تھی اور اس کی خبر جب مردوں تک پہنچی تو فراؤ وان "ایس" میزبان "ک" کے پاس گئے اور ان سے کوئی بات کی (جس کا علم مجھے بعد میں ہوا)۔

اس پر "ک" نے مجھے ایک طرف کھڑکی کے پاس بلا کر کہا۔ "آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں کیسے خوبصورت نظارے موجود ہیں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے مہمان آپ کی یہاں موجودگی سے کچھ خوش نہیں ہیں۔ دنیا میں آخری بات جو میں کرنا چاہتا ہوں۔۔۔" "حضور والا!" میں نے اس کی بات درمیان میں کاٹتے ہوئے کہا۔ "میری طرف سے ہزار بار معذرت۔ مجھے خود اس امر کا اندازہ لگالینا چاہیئے تھا، اور میں جانا چاہتا تھا لیکن۔" میں نے مسکرا کر جھکتے ہوئے کہا۔ "ایک شیطانی تمنا نے مجھے روک لیا۔" "ک" نے زور سے دبا کر میرا ہاتھ ہلایا یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ اس کے متعلق کتنا جانتا تھا۔ میں خاموشی سے چلا آیا اور گاڑی میں سوار ہو کر "ایم" کی طرف روانہ ہو گیا تا کہ وہاں جا کر پہاڑی سے ڈوبتے سورج کا نظارہ کروں اور یولیسز اور سوروں کے مہمان نواز گلے کے متعلق ہومر کی بے نظیر نظمیں پڑھوں۔ اور یہ سب کچھ اچھا اور خوب رہا۔

اور اب یہ عالم ہے کہ میں جہاں بھی جاتا ہوں ہر شخص مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور مجھے بتایا گیا ہے کہ کل تک میرے جو حریف مجھ پر رشک کیا کرتے تھے وہ اب خوشی سے پھولے نہیں سما رہے اور کہتے پھرتے ہیں۔ "دیکھا ان شیخی بگھارنے والوں کا انجام جو اپنے ادنیٰ سروں کو بہت زیادہ بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جہاں چاہیں جاسکتے ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔" یہ سن کر دل چاہتا ہے کہ میں اپنے دل میں تلوار گھونپ لوں۔ آزاد خیالی کے متعلق تو لوگ جو کچھ بھی کہیں وہ کہہ سکتے ہیں۔ مجھے ایسا شخص بتایئے جو انگاروں پر کھڑے ہو کر اپنے گرائے جانے کو برداشت کر لے جب بدقماش لوگ اس پر واضح طور پر زیادہ قوت رکھتے ہوں۔ اگر کوئی یونہی بیکار بکواس اور بے بنیاد بات کرتا ہو اسے آسانی سے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

16مارچ

ہر شے میرے خلاف سازش کر چکی ہے! آج میں سیر کرتے ہوئے فرالین وان بی سے ملا۔ مجھے اس سے ملنا ضروری تھا۔ جو نہی ہم دوسرے لوگوں سے ذرا دور پہنچ گئے تو میں نے اسے بتایا کہ میں اس دن کے اس رویے کے متعلق کیا محسوس کرتا ہوں۔ "اوہ ورتھر" اس نے چھوٹتے ہی کہا۔ "آپ میرے رویے کے متعلق یہ کیسے فرض کر سکتے ہیں۔ جب آپ کو یہ علم ہو کہ میرے کیا احساسات ہیں؟ آپ کو اندازہ نہیں ہو گا کہ جو نہی اس دن میں ہال میں داخل ہوئی میں کیسی مصیبت میں مبتلا ہو گئی۔ جو کچھ ہونے والا تھا اس کا مجھے پہلے ہی علم تھا۔ کوئی سو دفعہ یہ بات میری زبان پہ آئی کہ میں آپ کو بتادوں۔ میں جانتی تھی کہ بیگم وان "ایس" بیگم وان "ٹی" اور ان کے خاوند جس محفل میں آپ شامل ہوں گے، زیادہ دیر ٹھہرنے کی بجائے فوراً اندر چلے جائیں گے۔ اور یہ بھی جانتی تھی کہ جاگیردار "ک" ان کی ناراضگی مول نہیں لے سکے گا۔۔۔۔۔ اور اب الٹا یہ آپ کا مجھ پر الزام۔۔۔۔۔"

"آپ کا کیا مطلب ہے، فرالین؟" میں نے اپنی مایوسی پر پردہ ڈالتے ہوئے کہا۔ کیونکہ جو کچھ اگلے روز مجھ سے ایڈیلین نے کہا تھا، اچانک وہ سب باتیں آگ کی طرح میرے اندر جلانے لگیں۔ "آپ تصور نہیں کر سکتے کہ میں پہلے ہی اپنے رویے کی خاطر کتنی بھاری قیمت ادا کر رہی ہوں۔" یہ جواب دیتے ہوئے اس شیریں دہن کی آنکھوں میں آنسو تھے!

اس سے زیادہ میرے لئے برداشت کرنا مشکل تھا۔ میں اپنے آپ کو اس کے قدموں میں گرانے والا تھا۔ "آپ کو اپنی بات کی وضاحت کرنی چاہیئے۔" میں چلایا۔ "میں تمہیں تاکید کرتا ہوں۔"

آنسو اس کے دونوں رخساروں سے بہہ کر نیچے جارہے تھے۔ میری حالت بھی غیر ہو رہی تھی۔ اس نے منہ صاف کرتے ہوئے اپنے آنسو مجھ سے چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ "آپ میری خالہ کو جانتے ہیں۔" اس نے کہا۔ "وہ وہاں اس دن موجود تھی، اف اس کی آنکھوں کا نظارہ ! جب وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ورتھر، کل رات اور آج صبح مجھے آپ کے ساتھ دوستی پر نہ صرف اس کا ایک لیکچر برداشت کرنا پڑا ہے بلکہ آپ کے بارے میں گھٹیا باتیں بھی۔۔۔اور میں آپ کا صرف آدھا دفاع کر سکی۔ اسکے علاوہ اور کچھ کرنے کی جسارت نہ کر سکتی تھی۔"

اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ میرے دل پر خنجر کی طرح جا لگا۔ اسے یہ احساس نہیں تھا کہ اگر وہ مجھے یہ سب کچھ سننے سے معذور رکھتی تو یہ اس کی کتنی بڑی رحم دلی ہوتی۔ لیکن وہ بتاتی چلی گئی کہ کس طرح لوگ مسلسل یہی تذکرہ کر رہے تھے، کس قسم کے لوگ اس کو خاص طور پر اچھال رہے تھے اور کیسے ان لوگوں کو میری "خودپسندی" اور "دوسروں کے بارے میں گھٹیا رائے" پر مجھے یہ سزا مل جانے پر خوشی ہو رہی تھی۔ ویسے مجھے اکثر ان لوگوں کے لئے مذمت کا شکار پہلے بھی بنایا جاتا رہا ہے۔

ولیم، اس کی زبانی یہ تمام باتیں سن کر، جب اس کی آواز میں انتہائی ہمدردی محسوس ہوتی تھی۔۔۔۔۔ میں لڑکھڑا کر رہ گیا اور اب تک اپنے آپ کے ساتھ غضبناک ہو رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی شخص سامنے آکر مجھے اس سارے معاملے پر ملامت کرے تاکہ میں اس کے کلیجے

میں خنجر اتار سکوں۔ اگر میں سرخ سرخ خون دیکھ سکوں، تو سمجھتا ہوں کہ میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ اف، میں نے تو سو مرتبہ خود اپنے اندر مارنے کے لئے چاقو اٹھایا ہے! میں نے اعلیٰ نسل کے بعض گھوڑوں کے بارے میں سنا ہے کہ جب وہ اپنی مادہ کی خواہش میں حد سے زیادہ بے چین ہوتے ہیں اور وحشت پر اتر آتے ہیں تو فطرت کے اشارے سے اپنے آپ کو سکون دلانے کے لئے اپنی ایک خاص نس کاٹ کر کھول ڈالتے ہیں۔ میں بھی اکثر اسی طرح محسوس کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ایسی نس کو کھولوں کہ جس سے مجھے ابدی نجات مل جائے۔

24مارچ

میں نے ملازمت سے فارغ ہونے کی درخواست دے دی ہے اور امید ہے کہ میرا استعفیٰ قبول کر لیا جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی پیشگی اجازت نہ لینے پر آپ مجھے معاف کر دیں گے۔ مجھے بس یہاں سے جانا تھا اور جانتا ہوں کہ مجھے رہ جانے کی ترغیب دینے کے لئے آپ نے کیا کہنا تھا۔ اس بات کی خبر میری والدہ کو کسی مناسب طریقے سے دیجئے گا۔ میں اپنی کوئی مدد نہیں کر سکتا اور اسے اس حقیقت کو ماننا پڑے گا کہ میں اس کی بھی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ مجھے احساس ہے کہ اسے سخت صدمہ ہو گا جب وہ سنے گی کہ جس درخشاں کیریئر کو ابھی میں نے شروع ہی کیا تھا اور جس کی بدولت میں پریوی کونسلر بلکہ سفیر کے عہدے تک پہنچ سکتا تھا، اچانک ختم ہو گیا ہے اور جس مقام سے چلا تھا پھر وہیں آ گیا ہوں۔ جس طرح آپ مناسب سمجھیں اس کو یہ خبر کر دیجئے۔ ٹھیک! میں رخصت ہو رہا ہوں اور آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔۔۔ پرنس۔۔۔ یہاں موجود ہے اور میری صحبت اسے پسند آنے لگی ہے۔ اسے میرے فیصلے

کا علم ہو چکا ہے اور مجھے دعوت دی ہے کہ میں اس کے ہمراہ اس کی جاگیر پر جا کر بہار کا خوبصورت موسم گزاروں۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ میرے معاملات میں بالکل مخل نہیں ہو گا اور چونکہ ہم ایک حد تک ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں، لہٰذا میرا ارادہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اس کے ہمراہ جانے کا ہے۔

19 اپریل آپ کی اطلاع کے لئے شکریہ!

آپ کے دونوں خطوط مل گئے، شکریہ! میں نے فوراً جواب اس لئے نہ دیا کہ میں نے یہ خط، دربار سے واپسی تک نامکمل رکھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ شاید میری والدہ وزیر کے آگے اپیل کرے اور میرے لئے اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا مشکل بنا دے۔ لیکن اب سارا قصہ تمام ہو چکا ہے اور میری روانگی کا وقت آ گیا ہے۔ میں یہ بات دہرانا نہیں چاہتا کہ وہ مجھے چھوڑنے پر کس قدر ہچکچا رہے تھے اور یہ کہ وزیر نے کیا کیا مجھے لکھا۔ اس سے تمہارے پچھتاوے میں اضافہ ہو گا! نوجوان ڈیوک نے مجھے ، بطور الوداعی تحفہ، پچیس ڈوکیٹ دیئے اور ایسے الوداعی الفاظ سے رخصت کیا کہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ چونکہ یہ رقم موجود ہے لہٰذا جو رقم میں نے والدہ کو بھیجنے کے لئے کہا تھا اب اس کی ضرورت نہیں۔

5 مئی

کل میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور چونکہ میری جائے ولادت یہاں سے فقط چھ میل کے فاصلے پر ہے، لہٰذا میں دوبارہ وہاں چکر لگانا چاہتا ہوں اور گذرے ہوئے ایام کی خوشگوار اور خوابناک یادوں کو تازہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں وہاں اس گیٹ تک پیدل جاؤں گا جہاں سے میری والدہ، میرے والد کی وفات کے بعد، اس پیاری اور مانوس جگہ کو چھوڑنے کے بعد اور موجودہ ناقابل برداشت شہر میں آنے کے لئے، میرے ساتھ گذری تھی۔ اچھا، ولیم، خدا حافظ! میں اس سفر کے بارے میں آپ کو جلد مطلع کروں گا۔

9 مئی

اپنے سابقہ آبائی گھر کی جانب میرا سفر ایک زائرانہ احترام کے ساتھ طے ہوا اور مجھے اس دوران میں چند غیر متوقع جذبات نے گھیر لیا۔ میں نے اپنی گاڑی اس طویل قامت لائم (ایک قسم کا لیموں) کے پیڑ کے پاس رکوائی جو کہ شہر سے "ایس" کی جانب قریباً پندرہ منٹ کی مسافت پر واقع ہے۔ وہاں میں تو گاڑی سے اتر گیا تا کہ پوری تسلی سے اپنی ہر پرانی یاد سے لطف اندوز ہو سکوں اور کوچوان سے کہا کہ گاڑی آگے لے جائے۔ وہاں میں کچھ دیر اس درخت کے نیچے کھڑا رہا جو کبھی میرے بچپن کے سیر سپاٹے کی آخری منزل ہوا کرتا تھا اور اب میں کس قدر تبدیل ہو چکا تھا۔ ان ایام میں یہ معصوم خواہش میرے اندر چٹکیاں لیا کرتی تھی کہ میں باہر کی نامعلوم دنیا میں نکل جاؤں جہاں مجھے امید تھی کہ میرے دل اور روح کے لئے مسرت اور تسکین کا خاصا سامان ہو گا اور اب میں اس وسیع و عریض دنیا سے، بہت سی شکستہ امیدوں اور برباد شدہ منصوبوں کے ساتھ لوٹ رہا ہوں۔ میں نے اپنے سامنے پھیلی ہوئی ان پہاڑیوں کو دیکھا جو کبھی میری آرزوؤں کا مرکز

ہوا کرتی تھیں۔ میں وہاں بیٹھ کر کئی کی گھنٹے ان پہاڑوں کے لئے تڑپا کرتا تھا اور سامنے دکھائی دینے والے جنگلوں اور وادیوں کے خوبصورت منظر میں کھو کر اپنے وجود سے غافل ہو جایا کرتا تھا۔ اور پھر جب کبھی مجھے کسی طے شدہ وقت پر کہیں جانا ہوتا تھا تو میں کیسی ہچکچاہٹ کے ساتھ اس محبوب جگہ کو چھوڑا کرتا تھا۔

شہر پہنچ کر میں نے تمام پرانے اور مانوس مکانوں کو سلام کیا اور سوچنے لگا کہ تمام نو تعمیر عمارتیں اور دوسری نئی چیزیں احساس کراہت پیدا کرتی ہیں۔ میں گیٹ میں سے گزرا اور یکایک میں نے محسوس کیا کہ میں نے دوبارہ اپنے آپ کو پالیا ہے۔ پیارے دوست میں تفصیلات میں نہیں جاسکتا۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں یہ ایک پراسرار تجربہ تھا جو احاطہ ء تحریر میں نہیں آسکتا۔

میں نے طے کیا تھا کہ اپنے پرانے گھر کے بالکل ساتھ چوک مارکیٹ میں رہائش اختیار کروں گا۔ لیکن وہاں راستے میں پتہ چلا کہ ہمارا سابق "کلاس روم" جہاں ایک فرض شناس بوڑھی عورت کی زیر نگرانی میں ہمارا تمام بچپن بسر ہوا تھا، ایک جنرل اسٹور میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ باری باری میں اس کمرے سے منسوب بے چینی، آنسو، اداسی اور خوف کا خیال ذہن میں لایا۔ میں ہر قدم پر کوئی نہ کوئی چیز دیکھتا تھا۔ ارض مقدس کا ایک زائر بھی اتنی ساری جگہوں کی اتنی پاکیزہ یادیں کہاں رکھتا ہوگا، اس کے علاوہ اس کی روح اتنے محترم جذبات سے لبریز بھی نہیں ہو سکتی۔ ایک اور مثال دینا کافی رہے گا۔ میں دریا کے پاس واقع ایک کھیت کی طرف گیا۔ یہ میری چہل قدمی کی پسندیدہ جگہ تھی اور یہاں ہم لڑکے بالے پانی کی سطح پر ٹھیکریاں پھینک کر ان کے "جمپ" لگانے کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ مجھے یاد آیا کہ کس طرح میں وہاں آکر کبھی کبھی پانی کو ایک جذبہ ء احترام سے دیکھا کرتا تھا، میں ایک مہم جویانہ روح کے ساتھ پانی کے بہاؤ کا تعاقب اپنی

آنکھوں سے کیا کرتا تھا، ان مقامات کا تصور کرتا تھا جہاں سے یہ پانی گزرتا تھا حتٰی کہ بہت جلد مجھے پتہ لگ جاتا تھا کہ مرغ تخیل جہاں تک ممکنہ پرواز کر سکتا تھا کر چکا ہے لیکن پھر بھی یہ سلسلہ جاری رہتا اور بالآخر پوشیدہ فاصلوں میں مکمل طور پر غائب ہو جاتا۔۔۔ہاں، میرے پیارے دوست، یہی وجہ تھی کہ ہمارے ذی شان آباؤ اجداد اس قدر محدود زندگی بسر کرنے کے باوجود خوش و خرم لوگ تھے۔ ان کے احساسات اور شاعری دونوں میں بچوں کی سی سادگی ہوتی تھی۔ جب یولی سیز (یونانی ہیرو) بیکراں سمندر اور نہ ختم ہونے والی زمین کا ذکر کرتا ہے تو اس کی بات کتنی سچی، انسانی، پر خلوص، قریبی مشاہدے پر مبنی اور پر اسرار معلوم ہوتی ہے۔ اب میرے لئے ہر طفل مکتب کے ساتھ "زمین گول ہے" کی رٹ لگانے کا کیا فائدہ ہے؟ ایک انسان فقط یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس ایک چھوٹا سا قطعہء زمین ہو جس پر خوش ہو سکے اور کم سے کم جس کے نیچے وہ ابدی نیند سو سکے۔

پس اب میں یہاں پرنس کے شکار گاہ والے مکان پر مقیم ہوں۔ اس کی زندگی بڑی خوشگوار ہے اور ہم دونوں اچھی طرح بسر کر رہے ہیں۔ وہ ایک سادہ اور دیانت دار آدمی ہے اور ایسے عجیب و غریب لوگوں میں گھرا ہوا ہے جنہیں سمجھنا میں نے ابھی شروع ہی نہیں کیا۔ وہ کوئی بری قماش کے لوگ تو معلوم نہیں ہوتے لیکن ان کی ایمانداری ذرا مشکوک ہے۔ کبھی کبھی وہ مخلص معلوم ہوتے ہیں لیکن پھر بھی میں ان پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ دوسری چیز جس کا مجھے کچھ افسوس ہے یہ ہے کہ وہ (پرنس) اکثر دوسروں کے نقطہ نظر سے بعض سنی سنائی یا پڑھی پڑھائی چیزوں کا تذکرہ لے بیٹھتا ہے اور اس کے علاوہ وہ میرے دل سے زیادہ میرے دماغ کی قدر کرتا ہے۔ حالانکہ یہ میرا دل ہی تو ہے جس پر مجھے فخر ہے کیونکہ یہی تمام چیزوں۔۔۔ تمام قوت، تمام

مسرت، تمام مصیبت کا منبع ہے۔ جن چیزوں کو میرا دماغ جانتا ہے انہیں ہر شخص جان سکتا ہے لیکن میرا دل صرف میرا اپنا ہے۔

25 مئی

میرے ذہن میں ایک بات تھی لیکن جب تک وہ پوری نہ ہو چکتی میں آپ سے نہیں کہنا چاہتا تھا۔ لیکن اب جبکہ اس کا کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہو سکا، یہ بات اسی طرح ہے جیسے تھی۔ دراصل میں بھرتی ہو کر محاذ جنگ پر جانا چاہتا تھا۔ یہ خیال کافی عرصہ سے میرے دل میں جاگزین رہا ہے میرے یہاں پرنس کے ساتھ آنے کی بڑی وجہ بھی یہی تھی۔ وہ۔۔۔۔۔ کی فوج میں جرنیل کے عہدے پر فائز ہے۔ ایک دن باہر سیر کے دوران میں نے اپنے ارادہ کا اس سے اظہار کیا۔ اس نے مجھے اس کے خلاف مشورہ دیا۔ اور چونکہ ویسے بھی میں کسی جبر کے ماتحت (نہ کہ کسی مخلصانہ خواہش کے ساتھ) ایسا سوچ رہا تھا لہٰذا اس کی دلیل کو قبول کر لیا۔

11 جون

آپ خواہ جو کچھ کہیں، اب میں یہاں مزید نہیں ٹھہر سکتا۔ یہاں میرے کرنے کو کیا پڑا ہے؟ یہاں بیکار وقت گزارنا ایک عذاب ہے۔ پرنس، میری آؤ بھگت پر پوری توجہ دیتا ہے۔ لیکن با ایں ہمہ یہاں سے میرا دل اچاٹ ہو چکا ہے۔ وہ ایک صاحب دماغ آدمی ضرور ہے لیکن کسی غیر معمولی صلاحیت کا مالک نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ رہنا ایسا ہے جیسے اپنے آپ کو کسی اچھی

کتاب کے مطالعہ سے محظوظ کرنا۔ بس ایک اور ہفتہ یہاں رہوں گا اور اس کے بعد آوار گی کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دوں گا۔ یہاں جو چیزیں میں نے کی ہیں وہ چند تصاویر ہیں۔ پرنس آرٹ کی تھوڑی بہت سوجھ بوجھ رکھتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ نامانوس سائنسی نظریات اور عامیانہ اصطلاحات سے اپنا پیچھا چھڑا لے تو اس کی یہ سوجھ بوجھ اور بہتر ہو جائے گی۔ کبھی کبھی تو میں غصے سے اپنے ہونٹ چبانے لگتا ہوں جب میں آرٹ اور فطرت کے متعلق اپنے قلبی تاثرات کی طرف اس کی توجہ مبذول کراتا ہوں اور اسے اچانک خیال آتا ہے کہ وہ بات کرے اور پھر ایک عامیانہ فقرے سے ہر چیز کا ستیاناس کر دیتا ہے۔

16 جون

ہاں میں اس دھرتی پر آوارہ گھومنے والا انسان ہوں۔۔۔ایک یاتری! کیا آپ اس کے علاوہ کچھ اور ہیں۔

آپ یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ میں اب کہاں جارہا ہوں؟ میں آپ کو رازداری میں بتارہا ہوں کہ میں یہاں مزید دو ہفتے قیام کروں گا۔ اس کے بعد میں سوچتا ہوں کہ میں۔۔۔۔۔کے علاقے کی سیر کروں۔۔۔ یہ حقیقت ہے کہ وہاں کوئی خاص چیز دیکھنے والی نہیں۔ صرف یہ کہ میں ذرالوتی کے قریب ہونا چاہتا ہوں۔ اور مجھے اپنے دل پر ہنسی آتی ہے جب میں اس کا کہنا مان جاتا ہوں۔

29جولائی

نہیں، سب ٹھیک ٹھاک ہے، جس طرح بھی ہے سب ٹھیک ہے۔ میں۔۔۔۔۔اس کا خاوند! اف خدایا! خدا، جس نے میری یہ تقدیر بنائی۔ اگر تو (اے خدا) نے یہ خوشی مجھے عطاء کی ہوتی تو میری ساری زندگی تیری تعریف کا ایک نغمہ ہوتی۔ لیکن میں تیرے حضور گلہ نہیں کروں گا اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے ان آنسوؤں اور بے جا خواہشات پر مجھے معاف کر دے۔ لوتی۔۔۔۔۔میری بیوی! کاش میں یہ کہہ سکنے کے قابل ہوتا کہ اس سورج کے نیچے میں اپنے بازوؤں میں دنیا کی حسین ترین ہستی کو تھام چکا ہوں۔ ولیم، میں لرز اٹھتا ہوں جب میں اس کی نازک کمر کے گرد البرٹ کو بازو حمائل کرتے ہوئے دیکھنے کا تصور کرتا ہوں۔

کیا یہ کہنا میری جسارت ہے؟ کیونکہ ایسا نہ ہو، ولیم؟ وہ میرے ساتھ رہ کر زیادہ خوش ہوتی۔ البرٹ اس قسم کا آدمی نہیں جو اس کی ساری تمنائیں پوری کر سکے! اس کے اندر نازک احساس کی مخصوص کمی، یا جو کچھ بھی اسے کہیں۔۔۔۔۔اس کا دل ایک کتاب کے چند خاص پیراگرافوں سے بالکل متاثر نہیں ہوتا جن سے میں اور لوتی یکساں اثر قبول کرتے تھے اور اسی طرح متعدد دوسرے موقعوں پر۔۔۔۔۔جب ہم کسی اور کے رویے کے متعلق بات کر رہے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔میرے پیارے دوست ولیم، یہ تو بہر حال درست ہے کہ وہ اسے تہہ دل سے چاہتا ہے اور ایسی محبت تمام چیزوں کی مستحق ہے۔

یہاں پہنچ کر ایک انتہائی ناقابل برداشت شخص نے مداخلت کی ہے۔ میں نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے ہیں اور میری توجہ خط سے دور ہو گئی ہے۔ اچھا دوست الوداع!

4اگست

مصائب کا شکار اس دنیا میں اکیلا میں ہی نہیں بلکہ تمام انسان اپنی امیدوں کی شکست و ریخت دیکھتے ہیں اور اکثر ان کی توقعات محض ایک فریب ثابت ہوتی ہیں۔ میں نے لائم کے پیڑ کے نیچے اس نیک عورت سے ملاقات کی۔ اس کا لڑکا مجھے ملنے کے لئے بھاگا بھاگا آیا۔ اس کی آواز سن کر اس کی ماں بھی باہر نکل آئی۔ وہ مایوس اور غمگین دکھائی دیتی تھی۔ اس کے پہلے الفاظ یہ تھے۔ "اوہ، میرے پیارے اور اچھے آدمی، میرا ننھا بچہ ہانس مر چکا ہے۔" وہ اس کا سب سے چھوٹا بچہ تھا۔ میں دم بخود کھڑا تھا۔ "اور میرا خاوند سوئٹزرلینڈ سے بالکل خالی ہاتھ لوٹا ہے۔" اس نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور اگر چند نیک اور مہربان لوگ اس کی مدد نہ کرتے تو واپسی کے لئے بھی اسے بھیک مانگنا پڑتی۔ راستے میں اس پر بخار کا حملہ بھی ہو گیا۔" میں کیا جواب دیتا؟ میں نے اس کے لڑکے کو تھوڑی سی رقم دی۔ اس نے مجھے چند سیب قبول کرنے کے لئے کہا جو میں نے قبول کر لئے اور اس غم ناک مقام سے چلا آیا۔

21اگست

جیسے ہاتھ مڑتا ہے۔۔۔۔۔ میری کیفیات بھی اسی تیزی سے تبدیل ہوتی ہیں۔ کبھی تو زندگی کے متعلق زندہ دلانہ احساس، برلب سطح آنے کی کوشش کرتا ہے لیکن افسوس کہ ایسا صرف ایک لمحے کے لئے ہوتا ہے۔ جب میں خوابوں میں کھویا ہوتا ہوں تو اس وقت میں یہ سوچنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ اگر البرٹ فوت ہو جائے تو کیا ہو؟ تم یوں۔۔۔ میں یوں۔۔۔ اور پھر میں

ان غیر حقیقی تصورات کے ہجوم میں بہت دور تک نکل جاتا ہوں حتٰی کہ ایک بحر ظلمات تک پہنچ جاتا ہوں اور پھر کانپتے ہوئے واپس لوٹ آتا ہوں۔

3 ستمبر

کبھی کبھی، مجھے سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیسے ایک دوسرے شخص سے محبت کر سکتی ہے، جبکہ میں تنہا اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں اس کے سوا نہ کسی چیز کو مانگتا ہوں، نہ جانتا ہوں، نہ پہچانتا ہوں۔

4 ستمبر

ہاں، میں سچ کہتا ہوں۔ بات یوں ہے کہ جس طرح فطرت خزاں کی طرف مائل ہوتی ہے، میرے اندر اور ارد گرد بھی خزاں آ جاتی ہے۔ جیسے جیسے قریبی درختوں کے پتے جھڑنے شروع ہوتے ہیں میرے پتے بھی زرد پڑ جاتے ہیں۔ کیا میں نے یہاں آنے کے فوراً بعد ایک دیہاتی لڑکے کے متعلق آپ کو نہیں بتایا تھا؟ اگلے دن میں نے واہلہیم میں اس کے متعلق پوچھ گچھ کی اور مجھے بتایا گیا کہ وہ نوکری سے برخواست کیا جا چکا ہے اور اس کے متعلق کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ کل اتفاق سے میری اس کے ساتھ مڈ بھیڑ ہو گئی جب وہ ایک دوسرے گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اس کی خیریت دریافت کی اور اس نے مجھے اپنی کہانی سنائی جس نے مجھے بڑا متاثر کیا۔ اس کا اندازہ آپ اس کی کہانی سننے کے بعد لگا سکیں گے۔ لیکن میں کسی کو کیوں پریشان کروں؟

جس بات سے میرے دل کو دکھ ہوتا ہے اسے اپنے تک محدود کیوں نہ رکھوں؟ میں آپ کو اداس کیوں کروں؟ میں کیوں ہر وقت اپنے آپ کو اپنے لئے رحم کھانے اور نصیحت کرنے کا موقعہ دیتا رہوں؟ اچھا، خیر۔۔۔۔۔یہ بھی میری تقدیر کا ایک حصہ ہے!

شروع میں، بیچارے لڑکے نے میرے سوالات کے جواب خاموش اور اداس اداس لہجے میں دیئے جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کچھ شرما رہا ہے۔ لیکن بہت جلد اس نے قدرے بے تکلفی سے بولنا شروع کر دیا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے مجھے اور اپنے آپ کو اچانک پہچان لیا ہے۔ اس نے کھل کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور مجھے اپنی تمام داستان غم سنا ڈالی میری خواہش ہے میں اس کہانی کا ہر لفظ آپ تک پہنچاؤں تا کہ آپ اس پر فیصلہ کر سکیں۔

اس نے اپنی یادوں کی مٹھاس اور وارفتگی کے انداز میں اعتراف کیا کہ کس طرح اپنی مالکن کے لئے اس کا اشتیاق دن بدن حد سے بڑھتا گیا حتٰی کہ آخر میں اسے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے، کیا کہہ رہا ہے اور کہاں اپنا ہاتھ رکھنا ہے یا نہیں رکھنا۔ وہ نہ کھا سکتا تھا، نہ پی سکتا تھا، نہ سو سکتا تھا، جذبات سے اس کا گلا رندھ جاتا، وہ ایسی ایسی حرکتیں کر بیٹھتا جو اسے نہیں کرنی چاہیئے تھیں اور جو کرنی چاہیئے تھیں وہ نہیں کر سکتا تھا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی بدروحیں اس کا تعاقب کر رہی ہوں، حتٰی کہ ایک روز جب اسے معلوم تھا کہ وہ بالا خانے کے ایک کمرے میں تھی، وہ وہاں چلا گیا۔۔۔بلکہ اس کی کشش اسے کھینچ کر لے گئی۔ وہ اس کے آگے ہتھیار نہیں ڈال رہی تھی لہٰذا اسے جبراً اپنی محبوبہ پر قابو پر پانا پڑا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ اس وقت کون سا بھوت اس کے دماغ پر سوار تھا۔ جیسا کہ خدا اس کا گواہ تھا اس کے ارادے ہمیشہ پاکیزہ رہے تھے اور اس کی زندگی میں اس کے سوا اور کوئی خواہش نہ تھی کہ وہ اس کے ساتھ شادی کر لے۔ کچھ

دیر اس طرح کی باتیں کرنے کے بعد وہ کچھ ہچکچانے لگا گویا کوئی چیز اس کے ذہن میں ہو جسے بیان کرنے میں اسے خوف لاحق ہو۔ آخر کار اس نے قدرے حجاب کے ساتھ ان چھوٹی چھوٹی بے تکلفیوں کا اعتراف کیا جن کی اس کی محبوبہ نے اجازت دی تھی اور یہ کہ اس نے اسے کس قدر آگے بڑھنے کی اجازت دی تھی۔ اس دوران اس نے متعدد مرتبہ گفتگو روک کر کہا کہ وہ یہ سب باتیں اپنی محبوبہ کی شہرت کو داغدار کرنے کے لئے نہیں بتا رہا تھا۔ اس کے مطابق وہ اب بھی اسے ہمیشہ کی طرح چاہتا اور اسے محترم سمجھتا تھا۔ گویا اس نے یہ بات پہلے کبھی نہ کی ہو اور اب صرف یہ یقین دلانے کے لئے کہہ رہا ہو کہ وہ کوئی جھوٹا یا غیر معقول آدمی نہیں ہے۔ اور یہاں، میرے اچھے دوست، مجھے دوبارہ وہ کئی دفعہ کی دہرائی ہوئی بات کہنی پڑتی ہے۔ کاش جس طرح یہ آدمی اس وقت میرے سامنے ہے میں اسے آپ کے روبرو کھڑا کر سکتا! کاش میں اس کی داستان من و عن آپ کو سنا سکتا تاکہ آپ محسوس کر سکتے کہ کس طرح میری تقدیر اس کی تقدیر سے ملتی جلتی ہے۔ لیکن یہی کافی ہے۔ چونکہ آپ مجھے اور میری قسمت کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں لہٰذا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کون سی چیز مجھے تمام بد قسمت لوگوں اور خاص طور پر اس آدمی کی جانب کھینچتی ہے۔

یہ صفحہ دوبارہ پڑھنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اس کہانی کا انجام بتانا تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ لیکن اس کا اندازہ کرنا دشوار نہیں۔ اس عورت نے اسے رد کر دیا۔ اس عورت کے بھائی نے دونوں کو اکٹھا دیکھ لیا تھا۔ اس نے ہمیشہ ہی غریب لڑکے سے نفرت کی تھی اور اس کی خواہش اسے گھر سے باہر نکلوانے کی تھی کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ اس کی بہن جو اولاد سے محروم ہے دوبارہ شادی کر لے گی اور اس طرح اس کے (بھائی کے) بچے اس عورت کے موروثی ترکہ سے ہاتھ دھو

بیٹھیں گے جس پر وہ نظریں گاڑے ہوئے تھا۔ قصہ مختصر اس کے بھائی نے اسے گھر سے نکال باہر کیا اور اس واقعہ کو باہر اتنی ہوا دی کہ وہ بیچاری اگر چاہتی بھی تو اسے واپس نہیں لے سکتی تھی۔ اس کے بعد اس نے ایک دوسرا نوکر رکھ لیا اور اب افواہ اڑ رہی ہے کہ اس دوسرے شخص کے بارے میں بھی اس کا اپنے بھائی سے جھگڑا ہو چکا ہے لیکن اس مرتبہ ہر شخص کو یقین ہے کہ وہ اس شخص سے شادی کر لے گی۔ تاہم یہ بیچارہ عزم کئے ہوئے ہے کہ وہ یہ شادی دیکھنے تک زندہ نہیں رہے گا۔

اس ساری کہانی میں نہ تو میں نے کوئی رنگ آمیزی کی ہے اور نہ مبالغہ آمیزی! بلکہ میں یہاں تک کہوں گا کہ میں نے اسے سادے اور مختصر انداز میں۔۔۔ہاں مختصر انداز میں ہی بیان کیا ہے اور روایتی اصطلاحات میں بیان کر کے میں نے اسے ایک معمولی اور عام کہانی کی شکل دینے کی کوشش کی ہے۔

یہ محبت، وفا اور جذبات، میرے کسی تخیل کا شاخسانہ نہیں ہیں۔ ان کا وجود خالص ترین شکل میں لوگوں کے اس طبقے میں پایا جا سکتا ہے جنہیں ہم شوق سے نیم مہذب اور سادہ لوح کہتے ہیں۔ ہم مہذب لوگ۔۔۔ اتنے مہذب کہ کچھ اور باقی نہیں رہتا۔ خدا کے لئے اس چھوٹی سی کہانی کو غور سے پڑھنا۔ آج جب یہ سطور میں آپ کے لئے رقم کر رہا ہوں میرے اندر خاموشی اور سکون ہے! آپ میری تحریر سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ حسب معمول بے تکی تحریر نہیں ہے۔ میرے پیارے دوست، اسے پڑھیئے اور غور کیجئے کہ یہ آپ کے دوست کی کہانی بھی ہے۔ ہاں یہ سب مجھے پیش آ چکا ہے اور باقی ماندہ بھی پیش آئے گا اور میں غالباً اتنا راسخ العزم اور ثابت قدم

نہیں ہوں جتنا کہ وہ بد نصیب لڑکا جس کے ساتھ ذاتی موازنے کی میں مشکل سے ہی جرات کر سکتا ہوں۔

5 ستمبر

اس نے اپنے خاوند کی جانب، جو کاروبار کے سلسلے میں باہر جا چکا ہے، ایک مختصر رقعہ تحریر کیا، جو مندرجہ ذیل الفاظ سے شروع ہوتا تھا۔ "میری بہترین اور پیاری ہستی۔ جس قدر جلد ممکن ہو گھر لوٹ آیئے۔ میں آپ کے لوٹنے کی مسرت انگیز امید میں اپنے دن گذار رہی ہوں۔" عین اس وقت ایک دوست یہ خبر لائے کہ چند خاص حالات کے باعث البرٹ متوقع وقت پر نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ چھوٹا سا رقعہ بھلا دیا گیا اور شام کے وقت اتفاق سے وہ میرے ہاتھ لگا۔ میں نے اسے پڑھا اور مسکرا دیا۔۔۔اس نے پوچھا کہ میرے اس طرح مسکرانے کی کیا وجہ تھی؟ "ہمارا تخیل بھی کیسا خدائی عطیہ ہے۔" میں نے کہا۔ "ایک لمحہ کے لئے میں نے تصور کیا کہ شاید اس تحریر کا مخاطب میں تھا۔" اس نے کچھ نہیں کہا لیکن وہ میرے رویہ سے ناخوش نظر آتی تھی، چنانچہ مجھے بھی خاموشی اختیار کرنا پڑی۔

6 ستمبر

میرے لئے یہ فیصلہ کرنا بے حد دشوار تھا کہ جس سیدھی سادھی نیلی جیکٹ کے ساتھ میں نے پہلی دفعہ لوتی کے ساتھ رقص کیا تھا اسے ایک طرف پھینک دوں کیونکہ وہ بہت بوسیدہ ہو

چکی تھی۔ تاہم اب میں نے نئی جیکٹ بالکل اس پرانی جیکٹ کی طرح تیار کروائی ہے۔ اس کے کالر اور کف بالکل اسی طرح اور وہی پیلے رنگ والی واسکٹ اور پاجامہ بھی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس سے وہ تاثر پیدا نہیں ہوتا جس کی مجھے توقع تھی۔ مجھے اس بات کی کوئی سمجھ نہیں آتی۔۔۔۔۔شاید کبھی میں اس سوٹ کو بھی پسند کرنے لگ جاؤں گا۔

12 ستمبر

وہ چند دنوں کے لئے باہر گئی ہوئی تھی۔ اس کے جانے کا مقصد البرٹ کو لانا تھا۔ آج میں اس کے کمرے میں گیا، وہ میرے استقبال کے لئے آئی اور میں نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اس وقت میرا دل خوشی سے لبریز تھا۔ ایک ننھی منی زرد رنگ کی چڑیا آئینے سے اٹھ کر اس کے کندھے پر بیٹھ گئی۔ "میری نئی دوست" اس نے کہا اور بیچارے پرندے کو اپنے ہاتھ میں بھینچ لیا۔

"میں اسے بچوں کے لئے لائی ہوں۔۔۔یہ بڑی پیاری چڑیا ہے۔ دیکھئے جب میں اسے روٹی کا ٹکڑا دیتی ہوں تو یہ پھڑ پھڑاتی ہے اور بڑی صفائی سے اسے دبوچ لیتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ اپنی چونچ سے مجھے پیار بھی کرتی ہے۔ دیکھئے تو ذرا!"

اس نے اس ننھی منی مخلوق کو اپنے منہ سے لگا رکھا تھا اور وہ (چڑیا) اس کے حسین لبوں کو بڑے پیارے انداز میں چھو رہی تھی، گویا اسے ان لبوں سے میسر ہونے والی لذت کا احساس ہو۔

"اسے آپ کو بھی چومنا چاہیئے۔" اس نے چڑیا کو اپنے ہاتھ پر بٹھا کر میری طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔ چڑیا کی ننھی منی چونچ اب میرے منہ کو چھو رہی تھی۔ اور اس چونچ کی ہلکی ہلکی حرکت کسی سانس کی طرح محسوس ہوتی تھی، بلکہ محبت کی لافانی مسرتوں کا پیش خیمہ بھی۔

"میں نہیں کہہ سکتا کہ اس ننھی منی مخلوق کا بوسہ آرزو سے مکمل طور پر الگ ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "اسے غذا کی تلاش ہے اور بوسے سے اس کی تسلی نہیں ہو سکتی۔"

"لیکن یہ میرے منہ سے خوراک بھی حاصل کرتی ہے۔" اس نے کہا اور چڑیا کو اپنے ہونٹوں سے روٹی کے چند ٹکڑے کھلائے۔ اس وقت وہ مسکرا رہی تھی اور ایک معصوم محبت کی مسرت سے سرشار ہو رہی تھی۔ میں نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔ اسے ایسے نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

15 ستمبر

ولیم، یہ صورت حال کسی کو پاگل کر دینے کے لئے کافی ہے۔ یہ سوچنا کہ یہاں ایسے سنگدل انسان بھی موجود ہیں جنہیں اس دھرتی کی حقیقی قدر و قیمت کی حامل چند اشیاء کا کوئی احساس نہیں آپ کو وہ اخروٹ کے پیڑ یاد ہیں جن کے نیچے میں لوتی کے ہمراہ بیٹھا تھا جب ہم سینٹ۔۔۔۔ میں بڑے پادری کو ملنے گئے تھے؟ وہ شاندار درخت جو، خدا گواہ ہے کہ ہمیشہ میرے دل کے لئے مسرت کا سرچشمہ رہے ہیں۔ کس طرح وہ پادری کے گھر اور دفتر میں خنکی اور گرمائش کا ملا جلا تاثر پیدا کرتے تھے اور ان کی ٹہنیاں کیسی دلکش تھیں۔ انہیں دیکھ کر ذہن اس معزز پادری کی جانب منتقل ہو جاتا ہے جس نے ان پیڑوں کو لگایا تھا۔ سکول ماسٹر اکثر اس کا تذکرہ کرتا ہے اور یہ روایت اس نے اپنے دادا سے سنی ہے۔ وہ کیسا نیک انسان تھا، اس کی مقدس یاد ان درختوں کے سائے میں ہمیشہ تازہ ہو جاتی تھی۔ کل جب ہم ان درختوں کے کٹنے کا تذکرہ کر رہے تھے تو سکول ماسٹر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ درختوں کا کٹ جانا! اس کا تو بس تصور ہی مجھے پاگل

کر دیتا ہے۔ میں اس کتے کو قتل کر سکتا تھا جس نے ان پر کلہاڑے کا پہلا وار کیا تھا۔ میں ان درختوں کو، اگر یہ میرے گھر میں ہوتے، سالخوردگی سے سوکھ کر مرتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا، اب ان کا یہ حشر دیکھنا پڑا ہے۔ لیکن میرے دوست، اس کا ایک اور پہلو بھی ہے۔۔۔ انسانی رد عمل! تمام گاؤں اس پر احتجاج کر رہا ہے اور مجھے توقع ہے کہ انڈوں اور پنیر کی کمی اور دیگر چھوٹے چھوٹے دوستانہ مراسم کی کمیابی سے بہت جلد پادری کی بیوی کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس نے کس حد تک لوگوں کے احساسات کو مجروح کیا ہے۔ (ہمارا پرانا پادری مر چکا ہے) یہ سب کچھ نئے پادری کی بیوی کے ایما پر ہوا جو کہ ایک کمزور اور مریض قسم کی عورت ہے اور جو اپنے ارد گرد کی زندگی میں کسی قسم کی شرکت گوارا نہیں کرتی کیونکہ اس زندگی سے وہ اجنبی ہے۔ وہ ایک مجنونانہ حرکات کرنے والی عورت ہے جو عالم فاضل ہونے کی دعویدار بنتی ہے، انجیل کی نئ نئ تفسیریں بیان کرتی ہے، لیوپٹر کے وجدان کا مذاق اڑاتی ہے اور رائج الوقت عیسائیت کی اصلاح اور تنقید کے نظریے سے اپنے آپ کو وقت کئے ہوئے ہے۔ وہ بالکل غیر صحت مند عورت ہے، لہٰذا پروردگار کی سرزمین پر موجود مسرتوں سے بالکل بے بہرہ ہے۔ صرف ایسی ہی شخصیت میرے ان اخروٹ کے درختوں کو کٹوا سکتی تھی! آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے لئے اس پر صبر کر جانا کتنا دشوار ہے۔ ذرا غور کیجئے، محترمہ فرماتی ہیں کہ ان درختوں کے پتے گرنے سے صحن گندہ ہو جاتا ہے اور یہ کہ درخت روشنی میں حائل ہوتے تھے اور جب ان کا پھل پکتا تھا تو لڑکے ان پر پتھر پھینکتے تھے جن سے وہ پریشان ہوتی تھی۔ میرا خیال ہے شاید بیچاری کے خیالوں میں ہرج واقع ہوتا ہوگا جب وہ "کینی کاٹ" سیملر اور میکائلس ایسے مفکرین کے باہمی موازنے میں مصروف ہوتی ہو گی۔ جب میں نے گاؤں والوں اور خاص طور پر گاؤں کے بڑے بوڑھوں کا اس واقعہ پر اضطراب دیکھا

تو میں نے ان سے سوال کیا کہ آخر انہوں نے ایسا کرنے کی اجازت کیوں دی؟ "جب پادری کا مختار کار کوئی کام کرنا چاہتا ہے" انہوں نے جواب دیا۔ "تو ہم کیسے اسے منع کر سکتے ہیں؟" لیکن میں صرف اس کے اس پہلو پر رائے زنی کر سکتا ہوں۔ پادری صاحب اور اس کے مختار کار دونوں اس عورت کے وہم پر عمل کر کے کچھ موادی فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان دونوں کا خیال ان درختوں سے حاصل ہونے والی آمدنی کو آپس میں تقسیم کرنا تھا۔ لیکن اس اثناء میں شاہی داروغہ کو اس بات کی خبر مل گئی اور اس نے کہا ان درختوں کی آمدنی ہماری تجوریوں میں جائے گی۔ اس کے مطابق اس کا دائرہ اختیار کلیسا کے اس مقام تک پہنچتا ہے جہاں وہ درخت موجود تھے اور یہ کہ وہ ان درختوں کو سب سے زیادہ بولی دینے والے کو فروخت کرے گا۔ چنانچہ اس چپقلش میں درخت وہیں کے وہیں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر میں پرنس ہوتا تو پادری کی بیوی، مختار کار اور داروغے، سب کے سب سے نبٹ لیتا۔ مگر پرنس؟ ہاں میں، اگر میں پرنس ہوتا تو میری زمین پر ان درختوں سے مجھے کیا تعلق ہوتا۔

10 اکتوبر

اگر میں صرف اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک دفعہ جھانک سکوں تو میرے لئے سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اور کیا آپ کو علم ہے کہ مجھے کیا چیز تکلیف پہنچاتی ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ البرٹ اتنا ہی خوش ہے جتنا کہ اسے توقع تھی یا جس طرح کہ میں خیال کرتا تھا کہ میں تھا جب ۔۔۔۔ میں ان خالی اشاروں کو پسند نہیں کرتا لیکن بدقسمتی سے اس وقت میں کسی اور طریقے سے

اپنا مافی الضمیر بیان نہیں کر سکتا۔۔۔۔اور بہر حال میرا خیال ہے کہ میں اپنا مدعا صاف طور پر بیان کر رہا ہوں۔

12 اکتوبر

اوشین نے ہومر کی جگہ میرے دل پر قبضہ کر لیا ہے اور ایک حسین دنیا کے دروازے میرے آگے کھول دیئے ہیں۔ وہ بیابان میں ڈوبتے چاند کی روشنی اور طوفانی ہوا کے جھکڑوں میں آوارہ گردی کرتے ہوئے اپنے آباؤ اجداد کی روح کا تصور۔ وہ صحرا کی رواں دواں ندی کے اوپر سے ہو کر آتی ہوئی پہاڑی غاروں میں چھپے ہوئے جنات کی گھٹی گھٹی آوازیں، اپنے محبوب ہیرو کی سبزے میں چھپی ہوئی قبر کے پتھروں کے پاس بین کرتی ہوئی دوشیزہ کا غم۔ جب میں جہاں گرد اور سفید ریش شاعر کو وسیع و عریض بنجر قطعہ زمین میں اپنے آباؤ اجداد کے نقوش پا کی تلاش کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، جہاں اسے ان کے مزاروں کے پتھروں کے سوا کچھ نہیں مل سکتا اور وہ ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں غروب ہونے کے قریب ستارۂ شام کو حسرت سے دیکھتا ہے اور از منۂ پارینہ اس کی روح میں دوبارہ لوٹ آتے ہیں۔ وہ از منہ جبکہ ایک مانوس روشنی انسان کی ہر آڑے وقت میں رہنمائی کرتی تھی اور چاند اپنی مقدس چاندنی کامیاب سفر سے لوٹنے والے سجے سجائے بحری جہازوں پر برساتا تھا۔۔۔۔جب میں اس کے ماتھے پر گہرے غم کی تحریر پڑھ سکتا ہوں اور اس آخری بے یارو مددگار مگر عظیم نے کو تھک ہار کر قبر میں جاتا دیکھتا ہوں جو اب بھی اپنے بچھڑے ہوئے عزیزوں کے بے بس ہیولوں میں ایک غم آمیز مگر روشن مسرت محسوس کر سکتی ہے اور میں اس کی آواز جب وہ اس ٹھنڈی خاک اور لہراتی ہوئی طویل گھاس پر اوپر سے نگاہ ڈالتا

ہے، سن سکتا ہوں:- ”وہ مسافر جو مجھے میری عظمت کے دور میں جانتا تھا، آئے گا، ضرور آئے گا اور پوچھے گا۔ ”شاعر کہاں ہے، آہ، وہ فنگال کا قابل تعریف بیٹا کہاں ہے۔“۔۔۔۔اس کے قدم میری خاک فرار تک پہنچتے ہیں اور وہ بے فائدہ میری جستجو زمین پر کر رہا ہے۔“ آہ میرے دوست تب تک ایک بہادر جنگجو کی طرح میں فی الفور نیام سے شمشیر نکالوں گا اور اپنے سردار کو زندگی کے تکلیف دہ احساس سے آزاد کر دوں گا جو کہ آہستہ آہستہ واقع ہونے والی موت ہے اور اس کے بعد میں اپنی روح کو بھی اپنے دیوتا کے پیچھے روانہ کر دوں گا۔

19 اکتوبر

آہ، یہ خلاء، یہ میرے سینے کے اندر کا خلاء۔ میں اکثر گمان کرتا ہوں کہ اگر صرف ایک مرتبہ میں اسے اپنے دل کے ساتھ بھینچ سکتا تو یہ خلاء پر ہو جاتا۔

26 اکتوبر

ہاں تو مجھے یقین ہو تا جا رہا تھا، زیادہ سے زیادہ یقین کہ انسانی زندگی ایک معمولی بلکہ انتہائی معمولی عامل ہے۔ ایک سہیلی لوتی کو ملنے آئی، میں دوسرے کمرے میں کتاب لینے گیا۔ اور نہ پڑھ سکا۔ تب میں نے کچھ لکھنے کے لئے قلم اٹھایا۔ میں انہیں غیر اہم چیزوں کے متعلق باتیں کرتا سن سکتا تھا، جیسے نئے واقعات، کوئی شادی بیاہ، کوئی بیمار ہے، سخت بیمار۔۔۔۔اسے سخت اور خشک کھانسی لگی ہوئی ہے اور اس کے چہرے کی ہر ہڈی نظر آتی ہے، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔۔۔۔”میں تو اس کی خاطر ایک پھوٹی کوڑی نہیں دوں گی۔“ لوتی کی سہیلی کہتی ہے۔ ”میں

نے سنا ہے کہ این۔این بھی ٹھیک نہیں ہے۔" لوتی کہتی ہے۔"وہ بڑا مغرور ہے۔" اس کی سہیلی کہتی ہے۔اور میرے تخیل کی پرواز مجھے ان بیچاروں کے بستر تک لے جاتی ہے۔میں دیکھ سکتا ہوں کہ وہ کتنی خوفناک مزاحمت کے ساتھ زندگی کے حقائق سے گریز کر رہی ہیں جبکہ وہ، ولیم، میری لڑکی، اس کے متعلق اس طرح گفتگو کرتی ہے۔۔۔۔۔ جس طرح کہ ایک آدمی عموماً ایسی چیزوں کا تذکرہ کرتا ہے۔۔۔۔۔ایک اجنبی پڑا موت کی گھڑیاں گن رہا ہے اور جب میں اپنے گرد دیکھتا ہوں اور اس کمرے کو دیکھتا ہوں۔۔۔لوتی کے کپڑے، البرٹ کے کاغذت، فرنیچر کے ٹکڑے جو اب میرے اچھے ساتھی بن چکے ہیں، حتٰی کہ یہاں پڑی ہوئی سیاہی کی بوتل۔۔۔میں اپنے آپ سے کہتا ہوں۔دیکھو اس گھر میں تمہاری کیا حیثیت ہے! مجموعی طور پر تو سب تمہاری عزت کرتے ہیں، تم ان کے لئے مسرت کا ذریعہ ہو، تمہارا دل تمہیں بتاتا ہے کہ تم ان کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لیکن پھر بھی۔۔۔۔۔اگر اس وقت تمہیں جانا پڑے۔اگر تمہیں یہ ماحول چھوڑنا پڑے۔۔۔۔۔کیا وہ۔۔۔۔اور کتنی دیر میں تمہارے جانے سے پیدا ہونے والے خلاء کو پر کر لیں گے؟ کتنی دیر میں؟ آہ، انسان ایسی فانی ہستی ہے کہ جہاں اسے اپنے وجود کی بقاء کا انتہائی زیادہ یقین ہوتا ہے وہیں سے مٹا دیا جاتا ہے۔ایسی جگہ سے جہاں وہ اس دنیا میں اپنی موجودگی کا حقیقی نقش قائم کرتا ہے۔ یعنی اپنے پیاروں کے خیالات اور روحوں میں! وہاں سے بھی اسے ناپید ہونا پڑتا ہے۔اور بہت جلد!

27اکتوبر

اکثر میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی چھاتی کو زخمی اور دماغ کو پاش پاش کر ڈالوں کیونکہ ہم بہت کم ایک دوسرے کے لئے کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں۔ہائے، وہ محبت، لطف، گرمجوشی اور سرور جسے

میں ۔۔۔بانٹ نہیں سکتا اور لہٰذا کسی سے پا بھی نہیں سکتا۔ اپنی مسرت سے لبریز دل کے باوجود میں اپنے سامنے کھڑے ہوئے مجبور اور ٹھٹھرتے ہوئے انسان کو خوش نہیں کر سکتا۔

27اکتوبر۔شام

میرے پاس بہت کچھ ہے لیکن اس کا احساس سب کچھ چٹ کر جاتا ہے۔ میرے پاس بہت کچھ ہے لیکن اس کے بغیر یہ سب کچھ نہ ہونے کے برابر ہے۔

30اکتوبر

کوئی ایک سو مرتبہ میں اسے گلے لگاتے لگاتے رہ گیا ہوں۔ خدا جانتا ہے کہ دل پر اس وقت کیا گزرتی ہے جب اپنی آنکھوں کے سامنے حسن و جمال ادھر ادھر گھومتا نظر آئے اور اسے باہوں میں سمیٹنے کی اجازت نہ ہو۔ کیونکہ ایسا کرنا انسان کی انتہائی فطری خواہش ہے۔ کیا بچے ہر وہ چیز پکڑنے کی کوشش نہیں کرتے جس کے متعلق وہ خیال کرتے ہیں؟ اور میں؟

3نومبر

خدا جانتا ہے کہ میں اکثر یہ خواہش لے کر سوتا ہوں۔۔۔ہاں کبھی کبھی اس توقع کے ساتھ کہ میں دوبارہ نہیں اٹھوں گا، لیکن پھر جب صبح کے وقت میری آنکھ دھوپ میں کھلتی ہے تو میں اداس ہو جاتا ہوں۔ کاش کہ میں متلون مزاج آدمی ہوتا اور موسم، یا کسی تیسرے آدمی یا کسی

ناکام منصوبے کو مورد الزام ٹھہرا سکتا، یوں میری موجودہ تلخی کا بوجھ نصف ہوتا۔ لیکن افسوس! مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ سب میرا قصور ہے، میرا ہی قصور ہے۔ یہ کہنا کافی ہو گا کہ میری ساری مصیبت کا سرچشمہ میرے باطن میں موجود ہے بالکل اس طرح جیسا کہ اس سے پیشتر میری مسرت میرے اندر پنہاں تھی۔ کیا میں اب بھی وہی شخص نہیں ہوں جو کبھی جذبات کی فراوانی میں تیرتا تھا۔ جس کا ہر قدم جنت کی طرف اٹھتا تھا اور جو اپنے دل میں تمام جہاں کو سمو سکتا تھا؟ لیکن اب یہ دل مر چکا ہے اور اس میں موجزن نشاط کے سوتے خشک ہو چکے ہیں۔ میری آنکھیں خشک ہیں اور میرا ذہن جسے تازہ آنسوؤں کا وضواب نصیب نہیں ہو سکتا، میرے ماتھے پر خوفناک لکیریں کندہ کر رہا ہے۔ میں زبردست اذیت میں مبتلا ہوں کیونکہ میں نے وہ چیز کھو دی ہے جو میری زیست کی واحد خوشی تھی۔ یعنی وہ مقدس اور حوصلہ افزا قوت جس کے ذریعے میں اپنے گرد دنیاؤں کی تخلیق کیا کرتا تھا۔ یہ جا چکی ہے۔ جب میں اپنی کھڑکی سے باہر دور دراز پہاڑیوں کی طرف نگاہ دوڑاتا ہوں اور صبح کے سورج کو تہ در تہ دھند کو چیرتا اور اپنی روشنی سے پرامن چراگاہوں کو منور کرتا ہوا دیکھتا ہوں۔ جب فطرت اپنی تمام تر شان و شوکت کے ساتھ کسی چمکیلی تصویر کی مانند میرے سامنے کھڑی ہوتی ہے، اور یہ تمام رعنائی و زیبائی میرے دل سے دماغ کی طرف خوشی کا ایک "اونس" بھی پہنچا سکنے کے قابل نہیں ہوتی۔ تب میں مجبوری اور بے بسی کی مجسم صورت میں پانی سے محروم چشمے کی طرح خدا کے روبرو کھڑا ہوتا ہوں۔ اکثر میں نے اپنے آپ کو زمین پر گرا کر خدا سے گڑگڑا کر دعا مانگی ہے کہ وہ مجھے آنسو عطا کرے۔ جس طرح کہ ایک کسان بارش کے لئے دعا مانگتا ہے جب اس کے اوپر آسمان سرمئی بادلوں سے ڈھکا ہوا ہوتا ہے اور دھرتی پیاسی ہوتی ہے۔

لیکن، ہاں، میں یہ محسوس کر سکتا ہوں، خدا ہماری ان پر جوش التجاؤں کے جواب میں بارش یا دھوپ عطا نہیں کرتا۔ اور وہ ایام گذشتہ، جن کی یاد ابھی تک مجھے تڑپاتی ہے، کیونکہ وہ اس قدر مسرت سے لبریز تھے، کیا اس لئے نہیں کہ میں نے اس وقت صبر کے ساتھ اس کی رحمت کا انتظار کیا تھا اور اس نے جو خوشی بھی عطا کرنا چاہی اسے میں نے پوری ممنونیت اور قلب کی گہرائی کے ساتھ قبول کیا تھا؟

8نومبر

اس نے میری زیادتی پر مجھے ملامت کی۔ لیکن بڑی نرمی کے ساتھ! میری زیادتی۔۔۔ یہ کہ میں کبھی کبھار شراب کے ایک گلاس کی بجائے پوری بوتل پی جاتا ہوں۔ "ایسا نہ کیجئے۔" اس نے کہا۔ "لوتی کا احساس کیجئے۔" "احساس!" میں نے کہا۔ "کیا آپ یہ بات مجھ سے کہہ رہی ہیں؟ مجھے احساس ہے۔ مگر نہیں بھی۔۔۔ آپ مستقل طور پر میرے خیالوں میں ہیں۔ آج میں اس جگہ جا کر بیٹھا جہاں تم نے کل گاڑی سے اتر کر قدم رکھا تھا۔۔۔۔۔؟" اس نے اس موضوع پر مزید گفتگو سے پہلو تہی کرتے ہوئے جلدی سے بات کا رخ بدل لیا۔ میرے دوست میں کیا کروں۔ وہ جو چاہے مجھ سے کرا سکتی ہے۔

15نومبر

ولیم، میں آپ کی ہمدردی اور پر خلوص نصیحت پر آپ کا ممنون ہوں۔ آپ فکر نہ کریں مجھے اس مصیبت کو آغاز سے انجام تک برداشت کرنا چاہیئے۔ اپنی تمام تر روحانی خستگی اور درماندگی کے باوجود میرے پاس یہ سب کچھ سہہ لینے کی سکت موجود ہے۔ میں اپنے مذہب کا احترام کرتا ہوں۔ اس کا آپ کو بخوبی علم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مذہب بہت سے پریشان اور تھکے ماندے انسانوں کا سہارا ہے اور اس شخص کے لئے جائے پناہ ہے جو مرنے والا ہو۔ لیکن کیا مذہب ہر ایک شخص کے لئے ایک ہی مفہوم رکھتا ہے یا اسے رکھنا چاہیئے؟ جب آپ اس وسیع و عریض دنیا پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو ہزاروں لوگ ایسے دکھائی دیں گے جن کے لئے مذہب کا یہ مفہوم نہیں ہے اور ہزاروں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے لئے اس کا کوئی مفہوم ہی نہ ہو گا خواہ اس کی ان کے سامنے جس قدر بھی تبلیغ کی جاے۔ تو کیا مذہب کا مفہوم میرے لئے بھی یہی ہونا چاہیئے؟ کیا خدا کا بیٹا (نعوذ باللہ) یسوع مسیح یہ نہیں کہتا کہ اس کے ساتھ صرف وہ لوگ ہوں گے جنہیں خدا اس کے پاس بھیجے گا؟ لیکن اگر میرا باپ (حضرت عیسیٰ) مجھے اپنے لئے مخصوص کرنا چاہے (جیسا کہ میرا دل مجھے بتاتا ہے) تو پھر کیا ہوا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لئے میری اس بات کو غلط معنی نہ پہنائیں اور ان معصوم الفاظ میں تمسخر کی تلاش نہ کریں۔ ان الفاظ میں میری روح سموئی ہوئی ہے ورنہ میں خاموش رہنے کو ترجیح دیتا۔ میں ان چیزوں کے بارے میں گفتگو کرنا نہیں چاہتا جن کے متعلق میری طرح ہر شخص کو بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ ہم اسے انسان کی قسمت کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اسے مقررہ مدت تک مصائب کا شکار ہونا پڑتا ہے اور زیست کا زہر بھرا جام اخیر تک پینا پڑتا ہے؟ اور اگر وہ جام جسے ہمارے خالق نے آسمان پر انسان کے منہ سے لگایا ہے بہت زیادہ تلخ ہو تو پھر میں کیوں خواہ مخواہ اتراؤں اور جھوٹ موٹ سے کہوں

کہ یہ تو شیریں ہے ؟ اور میں ان بھیانک لمحات میں خجالت کیوں محسوس نہ کروں جب میں وجود اور عدم وجود کے درمیان لڑکھڑا رہا ہوتا ہوں، جب ماضی مستقبل کے بحر ظلمات پر بجلی کے لپکے کی طرح یکایک چمک اٹھتا ہے اور میرے ارد گرد ہر شے ڈوب جاتی ہے اور دنیا اپنے انجام تک پہنچ جاتی ہے ؟ کیا میری آواز ایسے آدمی کی آواز نہیں جو اپنے اندر سکڑتا جا رہا ہے، ایک ایسا آدمی جس نے اپنے آپ کو گم کر دیا ہے اور پہاڑی کے اوپر سے نیچے کی طرف مسلسل پھسلتا جا رہا ہے، جسے ناکام مزاحمت کرنے والی قوتوں کی انتہائی گہرائیوں سے پکار اٹھنا چاہیئے۔ "میرے خدا، میرے خدا، تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے؟" اور میں اس طرح پکارنے پر کیوں ندامت محسوس کروں۔۔۔ میں کیوں اس لمحے سے خوف کھاؤں کیونکہ یہ اس کی ہستی سے جدا نہیں کیا جا سکتا جو آسمانوں کو کپڑے کے تھان کی طرح لپیٹ سکتا ہے۔

21 نومبر

اسے قطعاً یہ احساس یا علم نہیں کہ وہ ایک ایسا زہر تیار کرنے میں مصروف ہے جو خود اسے اور مجھے بھی تباہ کر دے گا۔ اور میں بھرپور احساس لذت کے ساتھ جو جام کہ وہ میرے ہاتھ میں تھماتی ہے، آخری قطرے تک، بلکہ اپنے انجام تباہی تک، نوش کر جاتا ہوں۔ اس مشفقانہ نگاہ کا کیا مفہوم ہے جسے وہ اکثر۔۔۔ اکثر؟۔۔۔۔۔ نہیں، اکثر تو نہیں بلکہ کبھی کبھار مجھ پر ڈالتی ہے، وہ ہمدردانہ انداز جس کے ساتھ وہ بعض اوقات اپنے لئے میرے جذبات کے اچانک اظہار قبول کرتی ہے جو کچھ میں برداشت کر رہا ہوں اس کے لئے رحم دلی۔۔۔ جو اس کی پیشانی پر رقم ہوتی ہے۔

کل جب میں رخصت ہو رہا تھا تو اس نے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہا۔ "الوداع، پیارے ورتھر!" پیارے ورتھر! یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے مجھے "پیارے" کہہ کر پکارا اور میں نے اس کو دل کی گہرائیوں تک محسوس کیا۔ میں نے اس خطاب کو کئی بار دہرایا اور کل رات جب میں آرام کرنے کے لئے لیٹنا چاہتا تھا اور ہر قسم کی چیزیں میرے ذہن میں گھوم رہی تھیں، میں نے اچانک بلند آواز سے کہا "شب بخیر!" اور اپنے آپ پر مجھے ہنسی آگئی۔

22 نومبر

میں دعا نہیں مانگ سکتا۔ خدا کرے وہ میری ہو جائے، تاہم مجھے اکثر یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ میری ہی ہے۔ میں دعا نہیں کر سکتا۔ خدایا، اسے تو مجھے عطا کر دے کیونکہ وہ کسی اور کی ملکیت میں ہے۔

یوں میں اپنے دردِ دل کی ہنسی اڑاتا ہوں۔ اگر میں اپنے آپ کو سب کچھ کہہ ڈالنے کی اجازت دے دوں تو نتیجہ مختلف اور متضاد دعاؤں کا ایک لشکر ہو گا۔

24 نومبر

وہ جانتی ہے کہ میں کس طرح اذیت برداشت کر رہا ہوں۔ آج اس کی آنکھیں میرے دل کے اندر بہت گہرائی تک اتر گئیں۔ وہ اکیلی تھی۔ میں نے زبان سے کچھ نہیں کہا اور وہ مجھے دیکھتی رہی۔ اور اس وقت اس کی عام دلکشی اور تمام زندہ دلی مفقود نظر آتی تھی۔ یہ سب کچھ

میری نگاہوں سے غائب ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ مجھے انتہائی پر شکوہ نظارہ دکھائی دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر انتہائی دوستانہ ہمدردی اور انتہائی میٹھی رحمدلی کے بھرپور تاثرات چھائے ہوئے تھے۔

میں اس وقت اپنے آپ کو اس کے قدموں پر کیوں نہ گرا سکا؟ ان تاثرات کا جواب میں نے ایک ہزار بوسوں اور گلے لگ جانے سے کیوں نہ دیا؟ یہ نوبت آ جانے سے پہلے وہ پیانو کی طرف لپکی اور تنہائی میں اپنی شیریں، رسیلی اور مدہم آواز کے ساتھ ایک سریلا نغمہ چھیڑ دیا۔۔ اس وقت ان اچھوتے لبوں کا فسوں عروج پر تھا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے یہ پیاسے لب اس آلے سے ابل کر باہر آنے والی میٹھی تانوں کے لئے کھلتے اور بند ہوتے ہوں۔ اور ایک مہین سی صدائے بازگشت ان لبوں سے نکلتی تھی۔ اف، میں! کاش میں آپ کو بتانے کے قابل ہوتا! میں مزید مزاحمت نہ کر سکا۔ میں نے اپنا سر جھکایا اور عہد کیا کہ میں ان لبوں کو چومنے کا خیال کبھی دل میں نہ لاؤں گا جن پر آسمان کی مبارک روحیں نزول کرتی ہیں۔۔۔ اور پھر بھی میں انہیں چومنا چاہتا ہوں۔۔۔ خوب، دیکھا آپ نے؟ بس، یہی چیز میری روح کے مقابل ایک رکاوٹ بن کر کھڑی ہے۔۔۔ ایسی مسرت اور پھر۔۔۔ نیچے، نیچے، ایسے گناہ کی تلافی۔۔۔۔۔ ایک گناہ؟

26نومبر

کبھی کبھی میں اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ میری قسمت بھی نرالی ہے۔ اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ باقی سب لوگ خوش نصیب ہیں کیونکہ کوئی بھی میری طرح اس قدر مصائب کا شکار نہیں ہوا۔ اس کے بعد میں پرانے زمانے کے ایک شاعر کا مطالعہ کرتا ہوں اور ایسے محسوس ہوتا ہے

جیسے میں اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانک رہاہوں۔ میری قسمت میں مصیبتوں کا شکار رہنا ہے۔
اف، کیا کبھی کوئی انسانی دل مجھ سے پہلے اتنا تباہ ہوا ہے ؟

30 نومبر

اب مجھے یہ امر یقینی محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ حالات سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔
جہاں کہیں بھی میں جاتاہوں کوئی نہ کوئی چیز مجھے مکمل طور پر پریشان کر دیتی ہے۔ مثلاً آج کا واقعہ !
ہائے اے انسانی قسمت !

دوپہر کو میں دریا کے ساتھ ساتھ سیر کر رہا تھا۔ کوئی چیز کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ دن بڑا اداس اداس سا تھا۔ پہاڑیوں سے کچی ہوا چل رہی تھی اور مٹیالے بارشی بادل وادی میں جمع ہو رہے تھے۔ اپنے سامنے میں ایک شخص کو بھدے سے کوٹ میں ملبوس چٹانوں میں بھٹکتا ہوا دیکھ سکتا تھا۔ میں نے سوچا کہ وہ جڑی بوٹیاں تلاش کر رہا ہے۔ جونہی میں اس کے قریب پہنچا اور اس نے میری آہٹ سن کر رخ موڑا تو میں نے اپنے روبرو ایک انتہائی دلچسپ چہرے کو پایا۔ اس کے چہرے کا بڑا تاثر ایک خاموش اداسی تھی ورنہ اس سے ایمانداری اور خلوص کے سوا اور کسی چیز کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ اس کے سیاہ بال دو گولوں کی شکل میں گندھے ہوئے تھے اور کچھ لٹیں اس کی پشت پر لٹک رہی تھیں۔ چونکہ وہ اپنے لباس سے ادنیٰ حیثیت کا آدمی دکھائی دیتا تھالہٰذا میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کیا کر رہا تھا۔ ایک گہری آہ بھرنے کے بعد اس نے جواب دیا۔ ”میں یہاں پھولوں کی تلاش کر رہا ہوں لیکن ایک پھول بھی نہیں ملتا۔“ میں نے اس کی طرف مسکراتے ہوئے کہا۔ ”یہ پھولوں کا موسم نہیں ہے۔“ ”لیکن پھول تو کافی موجود ہیں۔“ اس نے میری طرف آتے ہوئے کہا۔ ”میرے باغ میں گلاب اور ”شہد چوس“ کی دو اقسام موجود ہیں۔

ان میں سے ایک قسم میرے والد نے مجھے دی تھی۔ یہ خودرو اگتے ہیں۔ میں دو دن سے ان کی تلاش کر رہا ہوں لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ اور اس کے اوپر ہمیشہ پھول لگتے ہیں، پیلے، اودے اور سرخ پھول۔۔۔ اور "سِنتاری" کا کھلنا غضب کا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک بھی یہاں نہیں مل رہا۔"

میں نے سوچا کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے، چنانچہ میں نے یونہی دریافت کیا۔ "اور آپ آخر ان پھولوں سے چاہتے کیا ہیں؟"

"ایک درخشاں ولرزاں تبسم اس کے ہونٹوں پر کھیل گیا اور اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ "سچی بات یہ ہے کہ میں نے اپنی محبوبہ کو ایک گلدستہ پیش کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔"

"اس کا نام کیا ہے؟"

"اگر نیدر لینڈز میری قیمت ادا کر دے۔" اس نے کہا۔ "تو میں ایک بدلا ہوا انسان بن سکوں گا۔ ہاں ہاں، ایک وقت تھا جب میں بہت خوش حال تھا۔ اب تو یہ قصۂ پارینہ ہو چکا اور سب کچھ بیت گیا۔ اب تو میں۔۔۔۔" باقی کہانی سنانے کے لئے اس نے اپنی نمناک آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائیں۔

"تو گویا آپ کبھی ایک خوش وخرم زندگی گذارتے تھے؟" میں نے کہا۔ "کاش میں پہلے کی طرح بن سکتا۔" اس نے جواب دیا۔ "ان دنوں میں اپنے آپ کو کتنا خوش محسوس کیا کرتا تھا۔ اتنا خوش کہ پانی میں رہنے والی مچھلی۔"

"ہنری!" ایک بڑھیا نے چلا کر کہا، جو اب ہمارے پاس پہنچ گئی تھی۔ "ہنری تم کہاں ہو، ہم تو ہر جگہ تمہاری تلاش کرتے رہے ہیں، آؤ اور کھانا کھالو!"

میں نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ آپ کا بیٹا ہے؟" "یقیناً وہ میرا ہی بیٹا ہے۔" اس عورت نے جواب دیا۔ "خدا نے میرے اٹھانے کے لئے بہت بھاری صلیب عطا کی ہے۔"

"وہ کب سے اس حال میں ہے؟" میں نے پوچھا۔

اس نے کہا۔ "بالکل اسی حال میں تو وہ قریباً چھ ماہ سے ہے۔ خدا کا یہ بھی شکر ہے کہ وہ اس حال میں ہے۔ ایک سال قبل وہ ہذیان میں مبتلا ایک دیوانہ تھا اور اسے زنجیروں میں باندھ کر پاگل خانے میں بند رکھنا پڑتا تھا۔ اب وہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتا لیکن ہمیشہ مضطرب رہتا ہے اور اس کے دماغ پر بادشاہ اور شہنشاہ سوار رہتے ہیں۔ اس سے پہلے وہ بڑا اچھا اور خاموش طبع لڑکا ہوا کرتا تھا جو کام میں میرا ہاتھ بٹاتا اور بڑی خوبصورت تحریر میں لکھ سکتا تھا۔ لیکن اچانک ہی وہ مایوس اور اداس رہنے لگا اور پھر شدید بخار میں مبتلا ہوا اور وہاں سے ہذیانی پاگل پن شروع ہو گیا اور اب اس حال میں ہے جس میں کہ آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔ اگر میں آپ کو بتا سکوں کہ۔۔۔۔۔"

میں نے اس کی گفتگو کا دھارا ایک سوال سے روکا۔ "وہ کون سا وقت تھا جس کی وہ اس قدر تعریف کرتا ہے اور جب وہ بے حد خوش اور مطمئن تھا۔" "احمق" وہ چلائی۔ اور رحمدلانہ مسکراہٹ سے کہا۔ "اس کا مطلب اس وقت سے ہے جب وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ وہ وقت جب وہ پاگل خانے میں تھا اور جب اسے اپنے ارد گرد کا کوئی علم نہیں ہوتا تھا۔۔۔ اسی وقت کی وہ ہمیشہ تعریف کیا کرتا ہے۔"

یہ بات بجلی کے دھماکے کی طرح میرے دل کو جا کر لگی۔ میں نے اس عورت کے ہاتھ میں ایک سکہ تھمایا اور جلدی سے اپنا راستہ لیا۔

یکم دسمبر

ولیم، جس خوش نصیب یا بد نصیب شخص کے بارے میں میں نے پہلے آپ کو تحریر کیا تھا وہ کبھی لوتی کے باپ کا سیکرٹری تھا اور لوتی کے لئے اس کی مجنونانہ محبت جسے اس نے دل میں چھپایا ہوا تھا اور جس کے اظہار پر بالآخر اس کی نہ صرف ملازمت ہی جاتی رہی بلکہ اس صدمے سے وہ پاگل بھی ہو گیا۔ جب آپ ان خشک الفاظ کو پڑھ رہے ہوں تو آپ ذرا محسوس کرنے کی کوشش کریں کہ جس وقت البرٹ نے محض اتفاقیہ طور پر اس بات کا مجھ سے ذکر کیا تو میری کیفیت کیا ہو رہی تھی۔

4دسمبر

میں آپ سے التجا کرتا ہوں۔۔۔۔۔ دیکھئے۔۔۔۔۔ میں تو برباد ہو گیا ہوں۔ اب میں اسے مزید ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ آج میں اس کے پاس تھا۔۔۔۔۔ وہ بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ پیانو بجا رہی تھی۔۔۔۔۔ مختلف قسم کے راگ اور نہایت دلگداز طرز میں۔۔۔۔۔ بڑے ہی پیارے۔۔۔۔۔ بڑے ہی خوبصورت۔۔۔۔۔ پر آپ کو اس سے کیا؟ اس کی چھوٹی بہن میرے گھٹنوں پر بیٹھی اپنی گڑیا کا بناؤ سنوار کر رہی تھی۔

اچانک میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ میں آگے کی جانب جھکا اور فوراً میری نگاہ لوتی کی شادی کی انگوٹھی پر پڑی اور میرے آنسو رواں ہو گئے۔ تب ناگہاں، بالکل اتفاق سے، اس نے وہ پرانا وہ پرانا مقدس اور شیریں نغمہ چھیڑ دیا اور میں پر سکون ہو گیا۔ اور میری روح میں پرانے واقعات کی یادیں جمع ہو گئیں۔ ان اوقات کی یادیں جب میں اس نغمے کو سنا کرتا تھا، تاریک درمیانی وقفے، غم، شکستہ امیدیں اور پھر۔۔۔۔۔ میں نے کمرے میں بیقراری سے ادھر ادھر ٹہلنا شروع کر دیا، میرا دل ان یادوں کے بوجھ سے گھٹا جارہا تھا۔ "خدا کے لئے" میں نے اس کی طرف مڑتے ہوئے بے اختیار پورے زور سے چلا کر کہا "خدا کے لئے" بس کرو۔

اس نے گانا روک دیا۔ میری طرف پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھا اور کہا۔ "ورتھر، آپ کچھ بیمار معلوم ہوتے ہیں، آپ کی پسندیدہ چیزیں بھی آپ کو اب اچھی نہیں لگتیں۔ خدا کے لئے جاؤ اور پر سکون ہونے کی کوشش کرو۔" اس کے بعد میں بادل نخواستہ وہاں سے چلا آیا اور۔۔۔۔۔ پیارے خداوند! تو میری حالت دیکھتا ہے۔ مجھے اس درد سے نجات دے۔ میں تجھ سے التجا کر رہا ہوں۔

6 دسمبر

اس کا نظارہ کسی آسیب کی طرح میرا پیچھا کرتا ہے! بیداری اور خواب دونوں میں وہ میرے تمام وجود پر چھائی رہتی ہے۔ یہاں بھی جب میں اپنی آنکھیں بند کرتا ہوں تو آنکھوں کے پیچھے جہاں ہم اپنی بینائی مجتمع کرتے ہیں، میں اس کی سیاہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہوں۔ یہاں! میں پوری طرح اپنی وضاحت نہیں کر پاتا۔ بس میں اپنی آنکھیں بند کرتا ہوں اور ادھر اس کی نظر آتی

ہیں۔۔۔۔۔اس کی آنکھیں۔۔۔۔۔ جیسے میرے آمنے سامنے کوئی نیلگوں سمندر موجزن ہو، یا میرے اندر! ان آنکھوں سے میرا تمام ذہن بھر جاتا ہے۔

انسان، یہ نام نہاد خدائی کا دعویدار، کیا چیز ہے؟ کیا اس کی قوت اور زور اس وقت بیکار نہیں ہو جاتے جبکہ ان کی اسے انتہائی ضرورت ہوتی ہے؟ خواہ وفور مسرت سے وہ مائل بہ پرواز ہو یا غم واندوہ سے ڈوب رہا ہو، کیا اس کی یہ دونوں کیفیتیں عارضی نوعیت کی نہیں اور وہ دوبارہ اسی سرد اور بے حسی کی کیفیت کی طرف نہیں لوٹ آتا جبکہ وہ ابدیت کی فروانی میں اپنے آپ کو گم کرنے ہی والا ہوتا ہے۔

مصنف بنام قاری!

میری بڑی خواہش تھی کہ ہمارے پاس اتنا مواد ہوتا جس سے ہم اپنے دوست کے آخری ایام کا احاطہ کر سکتے تاکہ اس کے بعد میں لکھے ہوئے خطوط کے درمیان اس تحریر کی نوبت نہ آتی۔

میں نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ جو لوگ ورتھر کی داستان کا پورا علم رکھتے تھے ان سے صحیح تفصیلات اکٹھی کروں۔ یہ بڑی سیدھی سادی کہانی ہے اور ماسوائے چند جزویات کے باقی تمام بیانات ملتے ہیں۔ آراء کا اختلاف دراصل آراء کے مالک اصحاب کی شخصیات اور کرداروں کے باہمی اختلاف کے مطابق ہے۔ اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم وہ تمام باتیں پوری ایمانداری کے ساتھ احاطہء تحریر میں لے آئیں جو ہمیں اپنی باریک بین کوششوں کی بدولت معلوم ہو سکیں، ان باتوں میں اپنے موقعہ و محل کے مطابق وہ خطوط بھی شامل ہیں جنہیں وہ مرحوم ہستی اپنے پیچھے چھوڑ گئی۔ اس کے علاوہ ہم نے کوئی بھی معمولی سے معمولی ثبوت غیر اہم سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جو ہمیں اس دوران مل سکا۔ کیونکہ ایسے کسی فعل کے پیچھے کار فرما عوامل سے پردہ سرکانا انتہائی دشوار کام ہے جو ایسے اشخاص سے سرزد ہوا ہو جن کی شخصیت کو روایتی پیمانوں سے نہیں ناپا جا سکتا۔

بددلی اور بیزاری ورتھر کی روح میں زیادہ سے زیادہ گہری جڑیں پکڑتی گئیں حتیٰ کہ بالآخر اس کی پوری شخصیت پر قابض ہو گئیں۔ اس کی طبیعت کا توازن جاتا رہا اور ایک اندرونی جذبے اور جنونی کیفیت، جس نے اس کی فطرت کی تمام قوتوں کو آپس میں گڈ مڈ کر ڈالا، کا نتیجہ انتہائی غلط اثرات کی صورت میں نکلا اور اختتام پر درماندگی اور بے بسی کے احساس کے علاوہ اس کے پاس کچھ باقی نہ رہا جس سے باہر نکلنے کی اس نے بڑے خوف و ہراس کے ساتھ جدوجہد کی۔ اس کی پریشانی

نے اس کے عقل و خرد کی ساری قوتیں برباد کر ڈالیں، اس کی زندہ دلی اور حاضر دماغی جاتی رہی۔ لوگ اس کی صحبت سے نفور ہونے لگے، جوں جوں وہ زیادہ ناخوش ہو رہا تھا اتنا ہی بد قسمت اور مظلوم انسانوں کے حال پر کڑھتا تھا۔ بہر حال، یہ تو البرٹ کے دوست اس کے بارے میں کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ورتھر اب وہ عمدہ اور خاموش شخصیت نہیں رہا تھا جس نے مستقبل میں مسرت کے حصول کی آس میں اپنے لئے مسرت کا سامان ڈھونڈا ہوا تھا۔ وہ ورتھر جو دن کی کمائی شام کے افاقے کا احساس کئے بغیر صرف کر ڈالتا تھا۔ تاہم وہ کہتے ہیں کہ البرٹ میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ وہ وہی آدمی رہا جسے ورتھر پہلے دن سے جانتا تھا اور احترام کرتا تھا۔ وہ لوتی کو ہر چیز سے بڑھ کر چاہتا تھا، اس پر فخر کرتا تھا اور دوسروں سے اس کی تعریف سننا اور تمام عورتوں سے حسین قرار دینا پسند کرتا تھا۔ اگر وہ اس کے متعلق شک و شبہ سے بالاتر رہنے کی کوشش کرتا اور اپنے اس خزینے میں کسی کو حصہ دار بنانا برداشت نہ کرتا تھا تو وہ حق بجانب تھا۔ لوگ یہ بھی مانتے ہیں کہ جب کبھی ورتھر وہاں موجود ہوتا تو البرٹ اپنی بیوی کے کمرے سے رضاکارانہ طور پر چلا جاتا۔۔۔ اس لئے نہیں کہ اسے اپنے دوست سے کوئی نفرت تھی بلکہ اس لئے کہ اسے محسوس ہو جاتا تھا کہ اس کی موجودگی سے ورتھر کچھ گھٹن محسوس کر رہا ہے۔

لوتی کے باپ کو کسی تکلیف کے باعث صاحب فراش ہونا پڑا۔ اس نے لوتی کی طرف اپنی گھوڑا گاڑی بھیجی اور وہ اس میں سوار اسے ملنے کے لئے آئی۔ یہ موسم کا ایک خوبصورت دن تھا، پہلی سب سے بڑی برفباری ہو چکی تھی جس سے تمام صحرا و میدان ڈھک گئے تھے۔

دوسرے دن علی الصبح ورتھر لوتی کی جانب پیدل چلا گیا تاکہ اگر البرٹ اسے لینے کے لئے نہ آسکے تو وہ واپس اس کے ہمراہ آسکے۔ صاف و شفاف موسم سے اس کے اداس اور افسردہ

مزاج پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کے دل پر بوجھ تھا۔ چیزوں کے متعلق اس کا قنوطیت پسندانہ نقطہ ء نظر اس کے اندر راسخ ہو چکا تھا۔ اور اس کا ذہن ایک تکلیف دہ خیال سے دوسرے تکلیف دہ خیال کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔ چونکہ وہ خود اپنے آپ سے بیزاریت کی مسلسل کیفیت میں گرفتار تھا لہٰذا اسے دوسرے لوگوں کی حالت بھی اسی طرح تشویشناک اور الجھی ہوئی نظر آتی تھی۔ وہ سوچتا تھا کہ اس نے البرٹ اور لوتی کے درمیان اچھے تعلقات میں رخنہ ڈالا ہے اور اس مفروضے پر وہ اپنے آپ کو برا بھلا کہتا تھا اور اس ذہنی خلجان میں البرٹ کے خلاف ایک پوشیدہ ناراضگی بھی شامل ہو گئی۔

لوتی کی طرف جاتے ہوئے راستے میں اس کا ذہن انہی خیالوں کی طرف منتقل ہو گیا۔ ہاں ہاں، اس نے دانت پیستے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔۔۔۔۔ یہ بات ہے، اچھا تو۔۔۔ قریبی، دوستانہ نرم و گداز تعلق جو ہر چیز میں حصہ لیتا ہے، ایک خاموش، مستقل وفاداری! اکتاہٹ۔۔۔ ہاں یہ بھی! اور پھر بے رخی، کیا اس کے فضول کاروبار کا ایک معمولی حصہ بھی اسے اپنی قیمتی بیوی سے زیادہ پرکشش دکھائی نہیں دیتا؟ کیا وہ فقط اپنی دولت پر نازاں ہے؟ کیا وہ اس کی اتنی ہی قدر کرتا ہے جتنی کرنا چاہیئے؟ وہ اس کا مالک ہے۔۔۔۔ بالکل ٹھیک اور درست! ۔۔۔۔ وہ اس کا مالک ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس کا ایسے ہی مالک ہے جیسے میں ہر قسم کی چیزوں کو جانتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں اس احساس کا اب عادی ہو چکا ہوں، لیکن انجام کار یہ احساس مجھے پاگل کر دے گا اور میری زندگی کا خاتمہ ثابت ہو گا۔ اور کیا البرٹ کی دوستی میرے ساتھ یکساں رہی ہے؟ کیا اسے لوتی کے ساتھ میرے لگاؤ میں اپنے حقوق پر مداخلت اور میری اس کے ساتھ توجہات میں ایک خاموش ناراضگی دکھائی نہیں دیتی؟ میں اسے جانتا ہوں، میں اسے

محسوس کر سکتا ہوں۔ وہ مجھے ملنا پسند نہیں کرتا۔ وہ میرے چلے جانے کو پسند کرتا ہے۔ میری موجودگی اسے ناگوار گذرتی ہے۔

ورتھر تیز تیز چل رہا تھا، اکثر رک جاتا، خاموش کھڑا ہو جاتا اور ایسے دکھائی دیتا کہ وہ واپس لوٹ جانے کا ارادہ کر رہا ہے، لیکن پھر اپنا ارادہ بدل دیتا اور استقلال سے آگے قدم بڑھاتا۔ اور اس قسم کے خیالات میں اپنے آپ سے باتیں کرتے کرتے بالآخر وہ اپنی مرضی کے برخلاف اس مکان تک پہنچ گیا۔

وہ دروازے کی طرف مڑا، لوتی کے باپ کے متعلق دریافت کیا اور اسے معلوم ہوا کہ گھر میں خاصی گہما گہمی ہے۔ سب سے بڑے لڑکے نے اسے بتایا کہ واہلہیم میں ایک خوفناک واردات ہوئی تھی۔ ایک کسان کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس خبر نے ورتھر پر کوئی خاص اثر نہ ڈالا۔ وہ گھر کے دیوان خانے میں گیا جہاں لوتی اپنے باپ کو اس کی کمزور حالت کے پیش نظر اس واقعہء قتل کے حالات کا کھوج لگانے کے لئے موقعہ پر جانے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ قاتل کا سراغ ابھی تک نہیں لگ سکا تھا۔ مقتول کی لاش اس صبح اس کے دروازے کے سامنے پائی گئی تھی۔ لوگ کسی شخص پر شبہات مرکوز کر رہے تھے۔ مقتول ایک بیوہ عورت کا نوکر تھا جس نے ایک اور شخص کو پہلے اس جگہ اپنی نوکری میں رکھا ہوا تھا۔ اس شخص کو بعض ناگوار حالات میں نوکری سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔

جب ورتھر کو اس کا علم ہوا تو وہ گھبرا اٹھا۔ "ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ چلایا۔ اور پھر "مجھے فوراً وہاں پہنچنا چاہیئے۔"

وہ وا،ہلہیم کی طرف بھاگا، تمام پرانی یادیں اس کے ذہن میں تازہ ہو رہی تھیں اور اسے اس امر میں کوئی شبہ نہ تھا کہ اس بھیانک جرم کا مرتکب وہی نوجوان شخص ہے جس کے ساتھ اس نے اکثر گفتگو کی تھی اور جسے وہ بہت پسند کرنے لگا تھا۔

اس سرائے تک رسائی حاصل کرنے سے پہلے جہاں مقتول کی لاش رکھی تھی اسے املی کے پیڑوں کے نیچے سے گزرنا پڑا اور جب وہ اپنے محبوب مقام پر پہنچا تو خوف سے لرز اٹھا۔ جہاں کبھی ہمسائے کے بچے کھیلتے تھے وہ جگہ خون سے سرخ ہو رہی تھی۔ محبت اور وفا نے جو انسانی زندگی کے حسین ترین لمحات ہیں، قتل اور تشدد کی صورت اختیار کر لی تھی۔ سخت جان پیڑ بھورے کہر میں ویران اور تاریک دکھائی دے رہے تھے۔ گرجے کی دیواروں پر لٹکی ہوئی خوبصورت بیلیں پتوں سے خالی تھیں۔ برف سے ڈھکے ہوئے مزاروں کے پتھر سوراخوں سے دکھائی دے رہے تھے۔

جیسے ہی ورتھر سرائے کے سامنے پہنچا جہاں تمام گاؤں جمع ہو گیا تھا، اچانک ہی آوازوں کا شور بلند ہوا۔ مسلح آدمیوں کا ایک گروہ جو دور سے اس کی طرف آ رہا تھا، چلا رہا تھا کہ انہوں نے قاتل کو پکڑ لیا ہے۔ ورتھر نے قاتل پر نگاہ ڈالی اور فوراً اس کے شکوک رفع ہو گئے۔ یہ وہی لڑکا تھا جس نے بیوہ سے بے حد محبت کی تھی اور جسے ورتھر نے کچھ عرصہ پہلے انتہائی غصہ اور مایوسی میں دیکھا تھا اور ملاقات بھی کی تھی۔

"ناخوش انسان، یہ تم نے کیا کیا ہے؟" ورتھر قیدی کی طرف بڑھتے ہوئے چلایا۔ اس شخص نے سکون سے ورتھر کی طرف دیکھا اور قدرے خاموشی کے بعد کہا۔ "کوئی شخص اسے

حاصل نہیں کر سکے گا اور وہ کسی کو نہیں اپنا سکے گی۔" لوگوں نے قیدی کو گھیر لیا اور اسے سرائے کی طرف لے گئے۔ ورتھر وہاں سے چلا آیا۔

اس بھیانک تجربے نے اس کے ذہن میں خلفشار کی کیفیت پیدا کر دی۔ ایک لمحے کے لئے وہ اپنے غم، مایوسی اور چیزوں کی طرف بے توجہی سے آزاد ہو گیا اور اس نوجوان کے لئے ہمدردی کے جذبات اس کے ذہن پر غالب آ گئے۔ وہ اس کی ذہنی اذیت کو سمجھ سکتا تھا، حتیٰ کہ بطور مجرم بھی وہ اسے معصوم سمجھتا تھا اور وہ اپنے آپ کو اس طرح اس شخص کی جگہ رکھ سکتا تھا کہ اسے یقین تھا کہ وہ دوسروں کو بھی اسی طرح محسوس کرا سکتا تھا۔ وہ اس کی حمایت میں بولنا چاہتا تھا، انتہائی شاندار دفاعی جملے اس کے ہونٹوں پر آنے لگے۔ وہ لوتی کے باپ کے مکان کی طرف بھاگا اور راستے بھر جو کچھ وہ جج کے سامنے کہنا چاہتا تھا اپنے دل میں دہراتا رہا۔

جب وہ دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے البرٹ کو وہاں موجود پایا۔ ایک لمحے کے لئے وہ کچھ پریشان ہو گیا لیکن جلد ہی اپنی گھبراہٹ پر قابو پا لیا اور "جج" کے سامنے اس واقعہ کے متعلق اپنے احساسات بھرپور انداز میں پیش کرنے شروع کر دیئے۔ بوڑھے آدمی نے اس دوران کئی مرتبہ اپنا سر ہلایا اور اگرچہ ورتھر نے نہایت جاندار جذباتی اور صدق دلانہ انداز میں ہر ممکن طریقے سے اس شخص کے دفاع میں دلائل پیش کئے لیکن جیسا کہ ظاہر ہے جج پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اس کی تقریر کے ختم ہونے سے بھی پہلے نہایت پرجوش انداز میں اس نے ورتھر سے اختلاف کیا اور ایک قاتل کی حمایت کرنے پر اسے سرزنش بھی کی۔ "جج" نے واضح کیا کہ اگر ورتھر کا نقطہ نظر قبول کر لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ تمام قانونی ضوابط بیکار ہو جائیں گے بلکہ ملک کی سلامتی بھی

تباہ ہو جائے گی، اس کے ساتھ ہی اس نے کہا کہ وہ اس بارے میں اپنے آپ کو ذاتی طور پر ملوث کئے بغیر کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ ہر چیز ایک مقررہ راستے اور ضابطے کے مطابق وقوع پذیر ہو گی۔

لیکن ورتھر آسانی سے ہتھیار ڈالنے والا نہیں تھا۔ اس نے جج سے درخواست کی کہ وہ کم از کم اس شخص کے فرار ہونے میں کسی اور کے تعاون پر غور کرلے۔ لیکن "جج" نے اس کی یہ بات بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ البرٹ جو بالآخر اس گفتگو میں شامل ہو گیا، نے بھی جج کا ساتھ دیا اور یوں ورتھر اکیلا رہ گیا اور جب آخر جج نے متعدد مرتبہ کہا "وہ شخص اپنے انجام کو ضرور پہنچے گا" تو وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

"جج" کے ان الفاظ نے اسے کس قدر متاثر کیا، اس کا اندازہ اس کی ایک تحریر سے ہوتا ہے جو اس کے کاغذات میں پائی گئی تھی اور غالباً اسی روز لکھی گئی تھی۔ ورتھر نے لکھا تھا "تم مرنے والے ہو، میرے بدنصیب دوست۔ مجھے تمہارا یہ انجام صاف نظر آ رہا ہے۔ ہم مرنے والے ہیں۔"

ورتھر نے خاص طور پر البرٹ کے آخری فقرے کو جو جج کی موجودگی میں اس نے کہا تھا برا تصور کیا اور محسوس کیا کہ اس فقرے سے نفرت جھلکتی تھی۔ اور اگرچہ بعد میں جب اس نے اس معاملے پر زیادہ حقیقت پسندی سے غور کیا تو اس نے محسوس کیا کہ وہ دونوں صحیح رائے رکھتے تھے لیکن پھر بھی وہ یہ خیال کرتا تھا کہ اب اگر وہ اس امر کو تسلیم کرلے تو گویا اس نے اپنے آپ کا ابطال کیا۔

اس واقعے کے متعلق ایک نوٹ جو غالباً البرٹ کے ساتھ اس کے تمام تعلقات پر روشنی ڈال سکتا ہے، اس کے کاغذات میں پایا گیا۔ "آخر اس سے مجھے کیا فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ میں بار

بار اپنے آپ سے کہوں کہ وہ (البرٹ) اچھا ہے، اس کا رویہ مثالی ہے۔۔۔۔۔یہ مجھے دولخت کرنے والی بات ہے۔ میں ٹھیک نہیں ہو سکتا۔"

شام کے وقت چونکہ موسم خوشگوار اور قدرے معتدل ہو گیا تھا لہٰذا لوتی اور البرٹ گھر کی طرف چل پڑے۔ اثنائے راہ میں وہ ادھر ادھر اس طرح دیکھتی گویا ورتھر کی عدم موجودگی اسے شاق گذر رہی ہو۔ البرٹ نے معترضانہ انداز میں ورتھر کے متعلق باتیں چھیڑ دیں اور اس پر ناانصافی کا الزام لگایا۔ اس نے ورتھر کے جذباتی مزاج کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کی خواہش ہے کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ "میں یہ خواہش تم دونوں کے لئے بھی کرتا ہوں" اس نے کہا "اور میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنی طرف اس کے رویے کو کسی دوسرے رخ پر موڑنے کی کوشش کرو۔ یہ خیال رکھو کہ اب وہ ہمیں بہت کم ملنے آیا کرے۔ لوگ اس کا تذکرہ کرنے لگے ہیں اور یہ بات کافی مشہور ہو رہی ہے۔"

لوتی خاموش رہی اور البرٹ اس کی خاموشی کو محسوس کر رہا تھا۔ بہر حال، اس کے بعد البرٹ نے کبھی اس کی موجودگی میں ورتھر کا ذکر نہیں کیا اور اگر وہ کبھی اس کے متعلق کچھ کہہ بیٹھتی تو وہ باتیں کرتے کرتے خاموش ہو جاتا یا بات کا رخ کسی اور موضوع کی طرف موڑ دیتا۔

ورتھر کی اس بد قسمت آدمی کو بچانے کی ناکام کوشش گویا بجھتی ہوئی شمع کا آخری چمکدار شعلہ تھا۔ اس کے بعد وہ غم واندوہ کے سمندر میں اور گہرا ڈوب گیا۔ خاص طور پر جب اس نے سنا کہ اسے اقبال جرم سے انکار کرنے والے اس مجرم کے خلاف گواہی دینے کے لئے بلایا جائے گا تو وہ حد سے زیادہ مضطرب اور پریشان ہو گیا۔

ہر وہ ناگوار چیز جو اس کی متحرک زندگی میں اسے پیش آئی تھی، مثلاً سفارت خانے کے خلاف اس کی تلخی، یا کوئی ناکامی جس نے اسے تکلیف پہنچائی تھی، اب اس کے مجروح دفاع پر مسلط ہو چکی تھی۔ اس کو اس نے اپنی سستی کا جواز ٹھہرایا اور دوبارہ کبھی زندگی پر گرفت پانے کی امید سے بالکل دور چلا گیا۔ یوں وہ بالآخر اپنے افسوسناک انجام کے قریب تر ہو گیا۔ وہ ایک جنوں آمیز حساسیت، بے اختتام جذبے اور اس پیاری اور حسین ہستی کے تصورات کے تسلسل میں کھو گیا جس کے سکون کو اس نے تہس نہس کر ڈالا تھا۔ اپنی جو تھوڑی بہت قوتیں باقی رہ گئی تھیں انہیں وہ بڑی عجلت کے ساتھ کسی مقصد اور امید کے بغیر صرف کرتا رہا۔

چند خطوط جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑے وہ اس کی جدوجہد اور بے چین سرگرمیوں کے الجھاؤ اور مجنونانہ پن اور زندگی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم انہیں یہاں درج کرتے ہیں۔

12 دسمبر

پیارے ولیم، میری کیفیت اس وقت بعینہ وہ ہے جو ان بدقسمت لوگوں کی ہوتی ہے جن پر بھوت پریت قبضہ کر لیتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ کیفیت مجھے یوں اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ کوئی خوف، یا آرزو نہیں بلکہ ایک اندرونی اور لامتناہی اذیت ہے جس سے میرے سینہ کی دیواریں پھٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں اور دم گھٹنے لگتا ہے۔ تب میں اس ناخوشگوار موسم کی خوفناک تاریک راتوں میں آوارہ پھرنے لگتا ہوں۔

گذشتہ شب مجھے باہر جانا پڑا۔ اچانک ہی موسم میں حدت سی پیدا ہو گئی۔ میں نے سنا تھا کہ دریا اپنے کناروں سے بہہ نکلا تھا، تمام ندی نالے چڑھاؤ پر تھے اور میری محبوب وادی وا،ہلھیم نیچے کی طرف سیلاب کی لپیٹ میں تھی۔ یہ کوئی گیارہ بجے کا واقعہ ہے۔ میں باہر دوڑا۔ اف کیا خوفناک منظر تھا، نکھری ہوئی چاندنی میں سیلاب کا طوفانی دھارا پہاڑی چٹانوں سے گزرتا ہوا، کھیتوں، چراگاہوں اور باڑوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ جدھر بھی نگاہ اٹھتی، وسیع و عریض وادی دھاڑتے ہوئے پانی کے ریلے میں طوفانی سمندر کا منظر پیش کر رہی تھی۔ جب چاند ایک بار پھر سیاہ بادل کے اوپر سے نمودار ہوا اور سیلابی پانی میرے قریب خوفناک انداز میں گرجتا ہوا گزرتا تو میرے اندر زبردست کپکپی اور عجیب سی آرزو پیدا ہوتی۔ میں اب بازو کھولے، ہولے ہولے سانس لیتا ہوا اس بحر ذخار کے آمنے سامنے کھڑا تھا اور اپنے دکھ درد اور غم اس کی لہروں میں ڈبونے کی مسرت میں کھویا ہوا تھا۔۔۔۔اور پھر بھی اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے میں زمین سے ایک قدم اوپر نہیں اٹھا سکتا تھا۔ شاید میری زندگی کا کچھ عرصہ باقی ہے۔ مجھے یہی محسوس ہوتا ہے۔ ولیم، میں سیاہ بادلوں کو غراتی ہوئی طوفانی ہوا کے ساتھ چیرنے اور خود سیلاب کو روکنے کے لئے جان پر کھیل جانے کو تیار تھا۔ آہ! اور کیا اس قیدی کو یہ مسرت ایک دن مل نہیں جائے گی؟ اتفاق سے میری نگاہ اپنے غم میں اس مقام پر پڑی جہاں کبھی ایک دفعہ سیر کے دوران لوتی کے ہمراہ میں نے بید کے درخت کے نیچے آرام کیا تھا، میں نے دیکھا کہ اس جگہ کو بھی سیلاب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اور میں نے ابھی مشکل سے بید کے درخت کو پہچانا تھا کہ مجھے وہاں کی چراگاہوں کا خیال آیا۔ آس پاس کا، کوٹھی کا خیال۔ کیا ہمارا وہ گرمائی مکان سیلاب کے ریلے میں بہہ گیا ہو گا؟ اس کے ساتھ ہی ماضی یوں آن کر سامنے جلوہ گر ہوا جیسے کسی قیدی کو

چراگاہوں، جانوروں کے گلوں اعزازات کا خواب آجائے۔ میں بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ میں خود کو موردالزام نہیں ٹھہراتا کیونکہ میرے پاس خودکشی کی جرات موجود ہے۔۔۔۔۔میں یہ کر گزرتا۔۔۔۔اور اب یہاں ایک بڑھیا کی طرح بیٹھا ہوں جو ٹوٹی پھوٹی باڑوں اور شکستہ جھاڑیوں سے ایندھن کی لکڑی ڈھونڈتی اور دور جا کر بھیک مانگتی ہے تاکہ وہ اپنی اس مسرت سے خالی زندگی کے ٹمٹماتے چراغ کی لو کو ایک لحہ اور برقرار رکھ سکے۔

14دسمبر

پیارے دوست، آپ اسے کیا کہیں گے۔۔۔۔۔میں تو اپنے آپ سے ہی خوفزدہ ہوں۔ کیا اس کے لئے میری محبت انتہائی پاکیزہ، اچھوتی اور مقدس نہیں؟ کیا میری روح کبھی کسی قابل اعتراض خواہش سے آشنا ہوئی ہے؟ مجھے احتجاج کی کوئی خواہش نہیں۔۔۔۔۔اور اب میرے یہ خواب! آہ، وہ لوگ کتنی رائے رکھتے تھے جو ہمارے خوابوں کو بعض پراسرار قوتوں کے مخالف اثرات کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ جب میں گذشتہ شب کے متعلق سوچتا ہوں تو۔۔۔۔۔کچھ بتاتے ہوئے کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔میں نے اسے بازوؤں میں تھاما ہوا تھا، میں نے اسے اپنے دل کے ساتھ بھینچا ہوا تھا، اس کے حسین ہونٹ محبت کی سرگوشی کر رہے تھے اور میں انہیں دیوانہ وار چوم رہا تھا۔ میری آنکھیں اس کے نشے سے بند ہوئی جاتی تھیں۔ یا خدا کیا میں اس لئے لائق عتاب ہوں کہ میں اب بھی وہ مسرت محسوس کرتا ہوں جو میں نے اس وقت محسوس کی اور جسے میں دل کی پوری توجہ سے یاد کرتا ہوں؟ لوتی، لوتی! یہ خواب اب ختم ہو چکا۔ میرا ذہن الجھن کا شکار ہے۔ شاید کئی دنوں تک میں واپس ہوش میں نہیں آسکوں گا اور میری آنکھیں مسلسل اشک

ریزی کر رہی ہیں۔ میں کہیں بھی نہیں ہوں اور ہر جگہ موجود ہوں۔ میری کوئی خواہش نہیں، میرا کوئی مطالبہ نہیں۔ بہترین بات یہ ہوگی کہ میں اب رخصت ہو جاؤں۔

---------0---------

ان حالات میں ورتھر کی روح میں دنیا سے چلے جانے کا عزم اور مضبوط ہوتا گیا۔ جب سے وہ لوتی کے پاس دوبارہ آیا تھا یہ عزم اس کی آخری امید تھا، تاہم وہ ہمیشہ خود سے کہتا کہ جلد بازی میں ابھی کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیئے۔ وہ یہ قدم انتہائی خاموش عزمِ صمیم کے ساتھ اٹھانا چاہتا تھا۔

اس کے شبہات اور اپنے آپ سے جنگ اس کی ایک مختصر تحریر سے صاف عیاں ہے جو غالباً ولیم کی طرف لکھے ہوئے اس کے ایک خط کی تمہید معلوم ہوتی ہے۔ یہ تحریر جس پر کوئی تاریخ درج نہیں اس کے کاغذات میں پائی گئی تھی۔

"اس کی موجودگی" اس کی قسمت، میری تقدیر میں اس کی شرکت، میرے جلے ہوئے دل سے آنسوؤں کے آخری قطرے ٹپکاتی ہے۔

اف پردہ اٹھانے کے قابل ہونا اور پھر پردے کے پیچھے چلے جانا! بس یہی ساری حقیقت ہے،۔۔۔۔۔ پھر ہچکچاہٹ کیسی؟ اس لئے کہ کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہاں واپس جانا کیسا ہوتا ہے؟ اس لئے کہ وہاں سے کوئی واپس نہیں لوٹتا؟ اور اس لئے کہ ہماری فطرت کا خاصا ہے کہ جس چیز کو ہم نہیں جانتے اس میں ہمیں تاریکی اور الجھاؤ کی توقع ہوتی ہے۔

آخر میں وہ اندوہناک خیال اس کے اندر زیادہ سے زیادہ جاگزیں ہوتا گیا، اس کا عزم راسخ اور ناقابل تبدیل ہو گیا۔ مندرجہ ذیل مکتوب جو اس نے اپنے دوست کی طرف لکھا تھا اس بات کی گواہی دیتا ہے۔

20 دسمبر

ولیم میں آپ کی شفقت، خلوص اور اپنے ذاتی مسائل سے آپ کی دلچسپی پر آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ آپ درست کہتے ہیں کہ میرے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ آپ کی یہ تجویز کہ میں آپ کی طرف آ جاؤں البتہ میرے لئے موزوں نہیں ہے۔ بہر حال میں اپنے راستے سے ذراہٹ کر چلنے کی بھی کوشش کروں گا کیونکہ عمدہ سڑکوں اور طویل سردی کے موسم پر تکیہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ آپ آکر مجھے لے جانے کے خواہشمند ہیں،

میرے لئے کچھ موزوں بات ہے۔ صرف اتنا کیجئے کہ ابھی دو ہفتے اور گزر جانے دیجئے اور پھر میرے ایک اور خط کا انتظار کیجئے۔ جب تک کوئی پھل پک نہ جائے اسے توڑنا نہیں چاہیئے اور کم و بیش دو ہفتے بعد صورت حال میں کچھ تبدیلی ضرور ہو گی۔ ازراہ کرم میری ماں سے کہہ دیجئے کہ وہ میرے لئے دعا کرے اور اسے بتا دیجئے کہ میں اس سے التجا کرتا ہوں کہ جو اذیت یا تکلیف میں نے اسے پہنچائی ہے اس پر وہ مجھے معاف کر دے۔ شاید یہ میرا نصیبہ تھا کہ جنہیں میری طرف سے مسرت و خوشی ملنی چاہیئے تھی انہیں میں تکلیف پہنچاؤں۔ میرے بہترین دوست الوداع! خدا آپ کو تمام آسمانی برکات سے نوازے! الوداع!

---------0---------
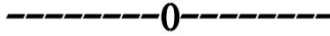
اس تمام وقت میں جو کچھ لوتی کی روح پر بیت رہا تھا اور اس کے جو احساسات اپنے خاوند اور اپنے بد قسمت دوست کے متعلق تھے، انہیں الفاظ کا لباس پہنانا بے حد مشکل ہے۔ تاہم جو کچھ ہمیں اس کے کردار اور شخصیت کے بارے میں علم ہے اس کی بنا پر ایک خاص نتیجے پر پہنچا جا سکتا

ہے۔ ان حالات میں کوئی بھی نسوانی روح اس کی طرح سوچنے اور محسوس کرنے میں حق بجانب تھی۔

اس قدر تو یقینی ہے کہ اب اس نے ورتھر کو ایک خاص فاصلے پر رکھنے کی پوری کوشش کرنے کا تہیہ کر لیا تھا اور اس کوشش میں اس نے کچھ ہچکچاہٹ یا تذبذب کا مظاہرہ بھی کیا تو اس کی بڑی وجہ ورتھر کو بچانے کی اس کی پر خلوص خواہش تھی کیونکہ اسے احساس تھا کہ ورتھر کے لئے دوری کا کیا نتیجہ بر آمد ہو گا اور وہ یہ بھی محسوس کرتی تھی کہہ ایسا کرنا ورتھر کے لئے جس قدر اچھا تھا اتنا ہی ناممکن بھی تھا۔ تاہم اس دوران میں وہ اپنے اس ارادے پر عمل کرنے میں زیادہ مائل نظر آتی تھی۔ اس دوران میں اس کے خاوند نے اس کے متعلق دوبارہ کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ اس نے کبھی ذکر چھیڑا۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر وہ اب ورتھر کے نقطہ نظر (کم از کم اپنے رویے سے) سے اختلاف کرنے پر اور زیادہ آمادہ ہو گئی۔

ٹھیک اسی دن جب ورتھر نے مندرجہ بالا خط اپنے دوست کی طرف لکھا۔۔۔ یہ کوئی کرسمس سے قبل اتوار کی بات ہے۔ اس نے شام کے وقت لوتی سے ملاقات کی، وہ اپنے کمرے میں اکیلی موجود تھی اور کرسمس کے تہوار پر دینے کے لئے بچوں کے کھلونے تیار کر رہی تھی اس نے اس مسرت و انبساط کا تذکرہ کیا جو یہ کھلونے حاصل کرنے کے بعد بچے محسوس کریں گے اور ان ایام ماضی کے متعلق بھی گفتگو کی جب کرسمس کے موقعہ پر دروازے کا غیر متوقع کھلنا، اور پھلوں، مصری کی ڈلیوں سے لدے اور موم بتیوں سے روشن کرسمس کے درخت کا نظارہ جنت کے تصورات میں پہنچا دیتا تھا۔ لوتی نے اپنا اضطراب ایک شیریں تبسم کے پیچھے چھپانے کی کوشش

کی۔ ”ایک تحفہ آپ کے لئے بھی ہو گا۔“ اس نے کہا۔ ”بشرطیکہ آپ اچھا بننے کا وعدہ کریں۔ ایک خوبصورت شمع اور کوئی دوسری چیز۔“

”جمعرات شام کو“ اس نے کہا۔ ”کرسمس کا تہوار ہے۔ بچے آرہے ہیں، اور میرے ابا جان اور سب لوگ اس وقت اپنے تحائف وصول کریں گے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ بھی اس وقت تشریف لائیں لیکن اس سے پہلے نہیں۔“

ورتھر بھونچکارہ گیا۔

اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”دیکھئے، یہی ہونا چاہیئے تھا، میں اپنے ذہنی قرار کی خاطر آپ سے درخواست کرتی ہوں، حالات اس طرح جاری نہیں رہ سکتے، ہاں نہیں رہ سکتے۔“

اس نے منہ دوسری طرف کرلیا اور کمرے میں بیقراری سے ٹہلنے لگا، وہ دل ہی دل میں یہ الفاظ دہرائے جاتا تھا۔ ”ہاں، حالات اس طرح جاری نہیں رہ سکتے۔“ لوتی کو اب احساس ہوا کہ اس کے ان الفاظ نے ورتھر کو کس خطرناک حالت میں دھکیل دیا تھا، چنانچہ اس نے مختلف قسم کے سوالات کر کے ورتھر کی توجہ اس موضوع سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش لاحاصل رہی۔ ”نہیں، لوتی!“ اس نے کہا۔ ”اب میں دوبارہ تمہیں نہیں ملوں گا۔“ ”لیکن کیوں؟“ اس نے چلا کر پوچھا۔ ”ورتھر۔۔۔۔۔ آپ آسکتے ہیں، آپ کو ہمیں ملنے دوبارہ ضرور آنا چاہیئے، فقط قدرے اعتدال کے ساتھ۔ اف، کیسی بے لچک طبیعت لے کر آپ پیدا ہوئے ہیں، اور کیسے بے اختیار اور شدید جذبے کے ساتھ آپ جسے چھو لیتے ہیں اس کا تعاقب کرتے ہیں میں آپ سے درخواست کرتی ہوں۔“ اس نے ورتھر کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ”اعتدال اور میانہ روی پر عمل

کرنے کی کوشش کریں۔ آپ کا دماغ، آپ کا سارا علم اور ذہانت۔۔۔۔۔۔ سوچئے تو ان سے آپ کتنی مسرت حاصل کر سکتے ہیں! ذرا جوانمردی سے کام لیں۔ اپنی المناک وابستگی کا رخ ایک انسانی مخلوق سے (جو فقط آپ پر رحم کھا سکتی ہے) موڑ لیں۔"

اس کے جبڑے سختی سے بند تھے اور وہ بھیانک انداز میں لوتی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لوتی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ "ٹھنڈے دل سے سوچئے ورتھر" اس نے کہا۔ "ایک لمحہ کے لئے سوچئے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ دانستہ طور پر اپنے آپ کو فریب دے کر تباہ کر رہے ہیں؟ اور مجھے، کیوں ورتھر؟ کیوں آپ ان سارے لوگوں میں صرف مجھے تباہ کر رہے ہیں جبکہ میں کسی اور کی ہو چکی ہوں؟ کیوں! میں ڈرتی ہوں۔۔۔۔۔ میں ڈرتی ہوں اور مجھے شبہ ہے کہ یہ فقط مجھے کبھی نہ پا سکنے کی وجہ سے ہے کہ آپ کی آرزو آپ کو اس قدر حسین اور دلکش معلوم ہوتی ہے۔

اس نے اپنا ہاتھ لوتی کے ہاتھ سے چھڑا لیا اور اسے خاموشی سے تکنے لگا، اس کی نگاہوں میں احتجاج اور خفگی تھی۔

"بڑی ہوشیار ہو" اس نے کہا۔ "بڑی ہوشیار ہو۔ کیا یہ شاید البرٹ کے الفاظ ہیں؟ یہ بھی خوب چال ہے!"

"ان الفاظ کو کوئی بھی کہہ سکتا ہے۔" لوتی نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ اس وسیع دنیا میں کوئی ایسی لڑکی ہو جو آپ کے دل کی آرزوؤں کا ساتھ دے سکے؟ اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرو اور اس لڑکی کو ڈھونڈو۔ میں قسم کھا سکتی ہوں کہ آپ اسے پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جو قیود آپ نے اپنے اوپر عائد کر رکھی ہیں ان کی وجہ سے میں آپ کے

لئے اور اپنے لئے بہت عرصے سے پریشان ہوں۔ اپنے اوپر ضبط کی کوشش کرو۔ سفر وغیرہ سے آپ کے خیالات تبدیل ہوں گے۔ بس تلاش شرط ہے، آپ کو اپنے جذبات الفت کا موزوں مرکز مل جائے گا۔ اس کے بعد آپ واپس آئیں اور ہمیں اپنی سچی دوستی کی مسرت سے محظوظ کریں۔"

ایک نیم دلانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس نے جواب دیا۔ "ایسی باتیں کتابوں میں اچھی لگیں گی اور تمام اساتذہ کے لئے ان کی سفارش کی جانی چاہیئے۔ پیاری لوتی، مجھے کچھ مہلت دو اور سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"لیکن صرف ایک اور چیز۔۔۔۔۔ورتھر، ازراہ نوازش کرسمس کے موقع سے پہلے یہاں مت آیئے۔"

وہ جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ البرٹ کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں آدمیوں نے آپس میں نیم دلانہ سلاموں کا تبادلہ کیا اور قدرے اضطراب میں ایک دوسرے کے قریب چہل قدمی کرنے لگے، ورتھر نے ادھر ادھر کی گفتگو شروع کی جو بہت جلد ختم ہو گئی۔ البرٹ نے بھی ایسا ہی کیا، اس کے بعد اس نے بیوی سے چند چیزوں کے متعلق پوچھا جن پر توجہ دینا مقصود تھی اور جب اس نے سنا کہ وہ چیزیں ابھی نہیں کی گئی تھیں تو اس نے کچھ ایسی بات کہی جو ورتھر کو روکھی بلکہ دلآزارانہ معلوم ہوئی۔ وہ وہاں سے جانا چاہتا تھا لیکن ایسا کرنا اسے محال معلوم ہو رہا تھا۔ اسی ہچکچاہٹ میں آٹھ بج گئے، اس کی آرزدگی اور دل شکنی بڑھتی جارہی تھی۔ جب آخرکار اس نے اپنا ہیٹ اور چھڑی سنبھالی تو میز رات کے کھانے کے لئے لگائی جاچکی تھی۔ البرٹ نے اسے رسمی طور

پر ٹھہر جانے کے لئے کہا لیکن ورتھر نے جسے معلوم تھا کہ دعوت بے دلی سے دی جا رہی ہے، سرد مہری سے اس کا شکریہ ادا کیا اور چلا آیا۔

وہ اپنے گھر پہنچا۔ شمع اپنے نوکر سے لے لی جو اس کے لئے روشنی کرنا چاہتا تھا اور تنہا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہاں وہ روتا رہا اور اپنے آپ سے جنون آمیز باتیں کرتا رہا۔ بڑی دیر تک کمرے میں چلنے کے بعد بالآخر وہ پورے لباس کے ساتھ بستر میں سو گیا جہاں وہ دوسرے دن گیارہ بجے تک پڑا رہا۔ تب جرات کرکے اس کا ملازم اندر داخل ہوا اور ورتھر سے اس کے بوٹ اتارنے کی اجازت مانگی۔ ورتھر نے اسے یہ اجازت دے دی اور پھر اسے اگلی صبح تک کمرے میں داخل ہونے سے منع کر دیا جب تک کہ اسے بلایا نہ جائے۔

پیر کے دن صبح سویرے جبکہ دسمبر کی پچیس تاریخ تھی، ورتھر نے لوتی کی جانب مندرجہ ذیل خط لکھا۔ یہ خط مہر بند صورت میں اس کی موت کے بعد اس کی میز پر پایا گیا اور لوتی کی طرف لایا گیا۔ میں نے یہ خط یہاں درج کرنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ اس کی تحریر سے ان حالات اور کوائف پر روشنی پڑتی ہے جن کے تحت یہ لکھا گیا تھا۔

"لوتی میں نے ایک فیصلہ کر لیا ہے۔ میں مرنا چاہتا ہوں اور کسی عاشقانہ مبالغہ آرائی کے بغیر یہ خط میں تمہیں اس دن کی صبح کو لکھ رہا ہوں جب میری تمہارے ساتھ آخری ملاقات ہو گی۔ جب تم یہ سطور پڑھ رہی ہو گی، میری پیاری، اس وقت تک ٹھنڈی خاک تمہارے اس بدنصیب اور بے قرار دوست کی بے جان باقیات کو ڈھانپ چکی ہو گی جس کے نزدیک آخری سانس تک دنیا کی سب سے عظیم مسرت صرف تمہارے ساتھ چند ساعتوں کی گفتگو تھی۔ میں نے ایک خوفناک رات گذاری ہے۔ اسی رات نے میرے عزم کو اور پختہ کیا اور معاملہ ہمیشہ کے لئے طے کر دیا۔

میں مرنا چاہتا ہوں۔ کل جب میں بادل نخواستہ تمہارے ہاں سے اٹھ کر آ گیا تو میں اپنی روح کو تکلیف پہنچانے والی تمام چیزوں کے خلاف خوفناک بغاوت کی کیفیت میں مبتلا تھا اور تمہارے ساتھ اپنی امید اور مسرت سے خالی زیست کے احساس نے مجھے اپنی ٹھنڈی گرفت میں لے لیا تھا۔ میں بڑی مشکل سے اپنے کمرے تک پہنچا۔ میں گھٹنوں کے بل زمین پر گر گیا اور آخر کار خدا نے انتہائی تلخ آنسوؤں کی صورت میں درد سے سکون عطا کیا۔ سینکڑوں حادثات اور سینکڑوں منظر میری روح کے اندر مجتمع ہو گئے اور آخر میں ایک پختہ اور کامیاب خیال سامنے آن کر کھڑا ہو گیا۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔ میں سونے کے لئے بستر پر دراز ہو گیا اور اب، صبح کے وقت بیداری کی پر سکون کیفیت میں یہ خیال میرے دل میں اسی طرح راسخ اور مضبوطی کے ساتھ گڑا ہوا ہے۔ میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں ایک ایسے نتیجے پر پہنچا ہوں جو ناامیدی کا نہیں بلکہ تیقن کا ہے۔ میں تمہارے لئے خود کو قربان کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں، لوتی، میں کیوں خاموش رہوں؟ ہم تینوں میں سے ایک کو چلے جانا چاہیئے اور وہ ایک میں ہونا چاہتا ہوں۔ اف، میری پیاری، تمہارے خاوند کو قتل کرنے کا تصور۔ تم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ یہ تصور اکثر میرے پھٹے ہوئے دل کے نہاں خانے سے گزرا ہے۔ مگر بہر حال۔ جب کبھی تمہیں موسم گرما کی کسی حسین شام کو پہاڑی کی چوٹی پر چڑھنے کا اتفاق ہو تو مجھے یاد کرنا۔ خیال کرنا کہ کیسے میں وادی میں پیدل سیر کے لئے آیا کرتا تھا۔ اس کے بعد گرجاگھر کے قبرستان کی طرف نگاہ کرنا اور میری قبر کو دیکھنا کہ کیسے ہوا طویل قامت درختوں کو ڈوبتے سورج کی روشنی میں جھلاتی ہے۔ جب میں نے یہ خط لکھنا شروع کیا تو میں بہت پر سکون تھا اور اب۔۔۔۔۔ اب میں کسی بچے کی طرح رو رہا ہوں کیونکہ اپنا انجام میں صاف طور پر دیکھ سکتا ہوں۔

---------0---------
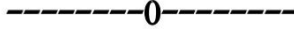
تقریباً دس بجے ورتھر نے اپنے خادم کو بلایا اور کپڑے بدلتے ہوئے اسے بتایا کہ اس کا ارادہ چند دنوں میں ایک سفر پر جانے کا ہے۔ لہٰذا اسے (نوکر کو) چاہیئے کو وہ اس کے کپڑے نکال کر ایک جگہ باندھ دے۔ اس نے تمام بقایا حسابات جمع کرنے، مختلف کو مستعار دی ہوئی کتابوں کو واپس لینے، اور ان لوگوں کو دوماہ کی پیشگی رقم ادا کرنے کا حکم دیا جنہیں وہ ہر ہفتے کچھ نہ کچھ بطور امداد دیتا تھا۔ اس نے کھانا اپنے کمرے میں منگوا کر کھایا۔ کھانا کھاچکنے کے بعد وہ مجسٹریٹ کے گھر گھوڑے پر سوار ہو کر گیا لیکن مجسٹریٹ کو وہاں نہ پایا۔ خیالات میں گم وہ کچھ دیر باغیچے میں ادھر ادھر چہل قدمی کرتا رہا، جس سے عیاں تھا کہ وہ تلخ یادوں کے غم کو اپنے اوپر مسلط کر رہا تھا۔

تاہم بچوں نے اسے زیادہ دیر تک سکون میں نہ رہنے دیا۔ انہوں نے اس کا پیچھا کیا، اس کے گرد اچھل کود کی اور مزے لے لے کر کہا کہ کیسے کل کے بعد اور ایک اور کل کے بعد اور اس کے اور دن بعد ان کے لئے لوتی سے کرسمس کے تحائف وصول کرنے کا وقت آجائے گا۔ انہوں نے ان تمام عجیب و دلکش چیزوں کے متعلق باتیں کیں جو ان کے بچگانہ دماغ میں آئیں۔

"کل" وہ چلایا "اور ایک اور کل اور ایک اور دن!" اس کے بعد اس نے سب کو پیار سے چوما اور جانے ہی والا تھا جب سب سے چھوٹے بچے نے اس کے کان میں سرگوشی کرنا چاہی۔ بچے نے بتایا کہ اس کے بڑے بھائی نے پہلے ہی نئے سال کی بڑی ساری مبارک بادیں لکھ رکھی

تھیں۔ ایک مبارک باد اباجان کے لئے، ایک البرٹ اور لوتی کے لئے اور ایک ہر ورتھر کے لئے۔ نئے سال کے پہلے دن صبح سویرے وہ ان کو بانٹنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ورتھر کے لئے یہ خبر بہت زیادہ تھی۔ اس نے ہر بچے کو کوئی نہ کوئی چیز دی۔ گھوڑے پر چڑھا، بوڑھے معزز آدمی کے لئے سلام چھوڑے اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ رخصت ہو گیا۔

وہ دوبارہ کوئی پانچ بجے گھر پہنچا اور خادمہ سے کہا کہ آتشدان میں آگ کو تیز کر دے اور اسے تمام رات جلتا رکھے۔ اس نے نوکر سے کہا کہ وہ اس کی کتابیں اور کپڑے صندوق میں بند کر دے اور بستر کو لپیٹ دے۔ اس کے بعد اس نے لوتی کی طرف اپنے آخری خط کا مندرجہ ذیل پیراگراف لکھا۔

"تم میری آمد کی توقع نہیں کر رہی ہو۔ تم سوچتی ہو کہ میں تمہارے حکم کے مطابق کرسمس تک تمہیں ملنے نہیں آؤں گا۔ آہ، لوتی، جو کچھ ہونا ہے وہ آج ہو کے رہے گا۔ کرسمس پر یہ تحریر تمہارے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں ہو گی اور اس کے اوپر تمہاری آنکھیں مینہ برسا رہی ہوں گی۔ میں یہ کام ضرور کروں گا۔ مجھے یہ کرنا پڑا ہے۔ اوہ، میں اپنے اس ارادے پر کس قدر اطمینان محسوس کرتا ہوں۔"

اس دوران لوتی عجیب وغریب ذہنی کیفیت میں گرفتار ہو چکی تھی۔ ورتھر کے ساتھ اپنی آخری گفتگو کے بعد اسے احساس ہونا شروع ہوا کہ ورتھر سے الگ ہونا اس کے لئے کتنا کربناک ہو گا اور اگر ورتھر کو اسے چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تو وہ کس قدر دکھی ہو گا۔ اس نے ایسے ہی البرٹ کی موجودگی میں کہا کہ اب کرسمس سے پہلے ورتھر یہاں نظر نہیں آئے گا۔ اور البرٹ کسی کاروباری سلسلے میں ایک ہمسائے سے ملنے چلا گیا جس سے اسے رات بھر کے لئے گھر سے باہر ٹھہرنا پڑا۔

لوتی گھر میں تنہا تھی اور اس مسئلہ کی پیچیدگی پر غور کر رہی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے ایک ایسے شخص کے ساتھ منسلک دیکھا جس کی محبت اور وفا سے اب وہ اچھی طرح واقف ہو چکی تھی۔ وہ اسے دل سے چاہتی تھی، اس کی نفاست اور کردار کی مضبوطی۔۔۔۔خوبیاں جن پر کوئی بھی عورت اپنی خوشیوں کے محل تعمیر کر سکتی ہے۔۔۔۔ آسمانی عطیہ معلوم ہوتی تھیں۔ وہ بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ اس نے اس کی اور اس کے بچوں کی زندگی میں کیا کردار ادا کرنا ہے۔ لیکن ورتھر نے اس کے لئے بہت اہمیت اختیار کر لی تھی۔ ایک دوسرے سے واقفیت کے اولین لمحے سے ان کی روحانی مطابقت بہت واضح ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ اس کی طویل نشست وبرخواست اور متعدد مشترکہ تجربات اور واقعات نے اس کے دل پر انمٹ نقوش قائم کر دیئے تھے۔ ہر وہ چیز جس میں اسے دلچسپی معلوم ہوتی وہ اس کا ورتھر کے ساتھ سانجھا لطف اٹھانے کی عادی ہو چکی تھی اور اب اسے کھو دینے سے اس کی زندگی میں ایسا خلاء پیدا ہو جاتا جو شاید پھر کبھی پر نہ ہو سکتا۔ اگر وہ اس نازک ساعت میں اسے بھائی بنا سکتی تو اس سے اس کو کس قدر خوشی مل سکتی تھی۔ یا پھر وہ کسی طرح اسے اپنی کسی سہیلی سے شادی پر آمادہ کر سکتی۔۔۔۔ کم از کم اگر اسے اتنی امید ہوتی کہ البرٹ کے ساتھ اس کے سابقہ اچھے تعلقات بحال ہونے کا امکان ہے!

اس نے یکے بعد دیگرے اپنی تمام سہیلیوں پر غور کیا اور کوئی نہ کوئی خامی سب میں نظر آئی۔ دراصل وہ باری باری ہر ایک سے رقابت کرتی چلی گئی۔

ان خیالات کے نتیجے میں اس نے محسوس کرنا شروع کیا (واضح طور پر اپنے آپ سے اعتراف کئے بغیر) کہ یہ اس کی پوشیدہ مگر بے لوث آرزو تھی کہ اسے صرف اپنے لئے مخصوص

سمجھے۔ اس کے ساتھ ہی دوسری طرف اس کا ذہن کہتا تھا کہ وہ اسے اپنے لئے مخصوص نہیں کر سکتی تھی، نہ اس کا حق رکھتی تھی۔ اس کی حسین و جمیل فطرت نے، جو بالعموم نہایت ہلکی پھلکی اور آسانی سے اپنی مدد کرنے کے قابل ہوتی تھی، اچانک ایک ایسی اداسی کا دباؤ محسوس کرنا شروع کیا جس کے سامنے خوشی کے تمام امکانات ماند پڑ گئے۔ وہ ایک گھٹن کا شکار تھی، ایک سیاہ ابر اس کی بصارت کے سامنے حائل ہو گیا۔

ساڑھے چھ بجے کا عمل ہو گا جب اس نے کسی کے سیڑھیاں چڑھنے کی آواز سنی اور فوراً ورتھر کی آہٹ پہچان گئی جو اس کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ اس کے دل نے تیزی سے دھڑکنا شروع کر دیا اور ہم یہ فرض کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ اس نے اس حالت میں ورتھر کا سامنا پہلی بار کیا۔ وہ شاید اپنی خادمہ کو کہنا چاہتی تھی کہ وہ ورتھر سے کہے کہ لوتی گھر میں موجود نہیں ہے، اور جونہی وہ اندر داخل ہوا اس نے جذباتی الجھاؤ سے ملتے جلتے انداز میں چلا کر کہا۔ "آپ نے اپنا وعدہ ایفا نہیں کیا!"

"میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا تو پھر کم از کم آپ کو میری درخواست پر ہی عمل کرنا چاہیئے تھا۔" اس نے کہا۔

"یہ درخواست میں نے ہم دونوں کے ذہنی سکون کے لئے کی تھی۔"

بغیر یہ جانے کہ وہ کیا کر رہی تھی اور کیا کہہ رہی تھی، اس نے اپنی دو سہیلیوں کو فوراً وہاں آ جانے کا پیغام بھیجا تاکہ وہ ورتھر کے ساتھ اکیلی نہ ہو۔ ورتھر نے متعدد کتابیں جنہیں وہ ساتھ لایا تھا نیچے رکھ دیں اور چند دوسری کتابوں کے متعلق باتیں کرنے لگا جبکہ لوتی ایک لمحے تو یہ

خواہش کر رہی تھی کہ اس کی سہیلیاں آجائیں اور دوسرے لمحے وہ چاہتی کہ وہ نہ آئیں۔ خادمہ نے آکر بتایا کہ دونوں لڑکیوں نے کسی مجبوری سے نہ آسکنے پر معذرت کر دی تھی۔

ایک دفعہ تو لوتی نے چاہا کہ وہ اپنی خادمہ سے کہے کہ دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھے لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اس خیال کو مسترد کر دیا۔ ورتھر بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ لوتی نے جا کر پیانو اٹھایا اور کچھ گانا شروع کیا لیکن روانی سے نہ گا سکی۔ اس نے اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کی اور ورتھر کے قریب بیٹھے ہوئے جو اس اثناء میں حسب معمول صوفے پر اپنی جگہ بیٹھ چکا تھا۔ ایسے ظاہر کیا جیسے یہ سب کچھ معمول کے مطابق ہو۔

"کیا آپ پڑھنے کے لئے کوئی چیز ساتھ نہیں لائے؟" اس نے ورتھر سے پوچھا۔ وہ کچھ نہیں لایا تھا۔ "میری الماری میں آپ کا کیا ہوا اوشیان کے نغموں کا ترجمہ پڑا ہوا ہے۔ ابھی تک میں نے اسے نہیں پڑھا۔ مجھے ہمیشہ یہ امید تھی کہ اس ترجمے کو آپ کی زبانی سنوں گی لیکن کوئی وقت ہی نہیں ملتا تھا۔۔۔۔۔ ہمیں ایسا کرنے کے لئے۔۔۔۔۔"

وہ مسکرایا، اٹھا اور نغموں کا ترجمہ اٹھا لایا۔ جونہی اس نے کتاب سنبھالی کانپنے لگا، کتاب کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ وہ بیٹھ گیا اور پڑھنے لگا۔

"او گذرتی ہوئی شبِ غم کے تارے! آسمان غربی میں تیری جلوہ ریزی کتنی حسین ہے، کیسی چمک دمک کے ساتھ تیرا سر اپنے بادل سے اوپر نکلتا ہے جو بڑی شان و شوکت کے ساتھ تیری پہاڑ کی جانب رواں دواں ہے۔ تو ویران اور بنجر میدان میں کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے؟ طوفانی ہوائیں تھم چکی ہیں، دور فاصلے سے سر پٹختی ندیا کا شور سنائی دے رہا ہے۔ دور واقع سنگلاخ چٹان پر جھاگ کھیل رہا ہے اور شام کے پتنگوں کی گنگناہٹ چراگاہ کے سبزہ زار پر چھا رہی ہے۔ او حسین

روشنی تو کیا تلاش کر رہی ہے؟ لیکن تو صرف مسکرا کر چلی جاتی ہے۔ جبکہ حسین لہریں تیرے پیارے گیسوؤں کو سنوارتی ہیں۔ الوداع، روشنی کی خاموش شعاع! اٹھ، او اوشیان کی روح کی شاندار جگمگاہٹ، اٹھ!

"اور یہ پوری تابناکی سے طلوع ہوتا ہے۔ میں اپنے بچھڑے ہوئے دوستوں کو اسی طرح لورا میں جمع ہوتے دیکھتا ہوں جس طرح وہ بیتے ہوئے دنوں میں کبھی جمع ہوا کرتے تھے۔۔۔فنگال، دھند اور کہر کا نمناک بگولہ، اپنے دلیروں کے ساتھ، یہاں، وہاں۔۔۔۔۔اور پھر دیگر شاعر! گرے یولن، عظیم رائنو، ایلپن۔۔۔ محبوب نغمہ گو۔۔۔اور تم خوش آواز مائنونہ۔ میرے دوست، تم کس قدر بدل چکے ہو، جب سیلما کے پر مسرت دنوں میں ہم بادبہار کی طرح کمزور اور سرگوشیاں کرتی نئے کو جھکانے کی کوشش میں مصروف فتح مندی کے سہروں کے لئے آپس میں نزاع کیا کرتے تھے تو تم ایسے نہ تھے!

"مائنونہ، حسن و جمال کا پیکر آگے بڑھی، اس کی اشک بار آنکھیں جھکی ہوئی تھیں، گیسو پہاڑ سے آنے والی ہوا کے آتے جاتے جھونکوں سے لہرا رہے تھے۔ اس نے اپنی رسیلی آواز بلند کی اور بہادروں کی روحوں پر مردنی چھا گئی کیونکہ وہ اکثر سالگر کی قبر اور سفید فام کولما کی تاریک رہائش گاہ دیکھ چکے تھے۔ کولما جسے پہاڑی پر تنہا چھوڑ دیا گیا تھا، کولما اپنی خوبصورت آواز کے ساتھ، سالگر نے آنے کا عہد کیا لیکن کولما کے چاروں طرف رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ بڑھتی چلی آرہی تھی۔۔۔اب پہاڑی پر تنہا بیٹھی ہوئی کولما کی صدا سنئے!

"کولما: رات چھا چکی ہے۔ میں اکیلی ہوں اور طوفانی ہواؤں کی آماجگاہ پہاڑی پر راستہ کھو چکی ہوں۔ نیچے گہرے کھڈ میں ہوا چنگھاڑ رہی ہے۔ بادو باراں سے بچانے کے لئے کٹیا تک موجود نہیں۔ مجھے طوفانی پہاڑی پر بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا ہے۔

"او چاند، اپنے بادلوں سے سر نکال، شب کے ستارو ظاہر ہو جاؤ! مجھے روشنی کی ایک کرن عطا کرو تاکہ میں اس جگہ تک رہبری حاصل کروں جہاں میرا محبوب شکار کے بعد آرام کر رہا ہے اس کے تیر ابھی تک باہر ہیں اور اس کے کتے اس کے گرد شکار کی بو سونگھتے پھرتے ہیں۔ لیکن مجھے یہاں ندی کے پتھریلے کناروں کے پاس تنہا بیٹھنا پڑ رہا ہے۔ ندی اور طوفان کی گڑگڑاہٹ میں، اپنے محبوب کی آواز مجھے سنائی نہیں دیتی۔

"وہ کیوں اتنی دیر لگا رہا ہے۔ سالگر، میرا محبوب؟ کیا اسے اپنا عہد یاد نہیں رہا؟ ادھر چٹان ہے اور ادھر درخت اور یہاں ندی چل رہی ہے۔ اوہ میرا سالگر کہاں بھٹک رہا ہے؟

"تو نے یہاں شام تک پہنچنے کا وعدہ کیا تھا۔ تیرے ہمراہ میں بھاگ جاؤں گی، باپ اور بھائی کو چھوڑ دوں گی۔۔۔ وہ دو معزز آدمی! ہمارے قبیلے بڑی طویل مدت سے ایک دوسرے کے دشمن رہے ہیں، لیکن تو اور میں سالگر، ہم دشمن نہیں ہیں۔

"او بادِ تند ذرا سی دیر کے لئے خاموش ہو جا، او ندیا، پل بھر کو رک جا، تاکہ میری آواز وادی میں گونج سکے اور میرا ساتھی اسے سن سکے۔ سالگر یہ میں تجھے پکار رہی ہوں۔ یہاں ایک درخت اور چٹان ہے اور میں یہاں ہوں، سالگر، میرے محبوب۔ تو کیوں دیر کرتا ہے؟

”دیکھو۔۔۔۔۔چاند طلوع ہوتا ہے، دریا وادی میں چمک رہا ہے، چٹانیں پہاڑی کے دامن میں خاکستری نظر آرہی ہیں۔ لیکن میں اسے نہیں دیکھتی، نہ اس کے کتے کہیں اس کی آمد کی پیشگی اطلاع دیتے ہیں۔ مجھے یہاں تنہا بیٹھنا ہے۔

”لیکن وہاں لق و دق میدان میں لیٹا ہوا کون ہے؟ میرا محبوب! میرا بھائی؟ مجھے بلاؤ، او میرے دوستو! وہ خاموش ہیں اور میری روح خوفزدہ ہے۔ آہ، میں۔۔۔وہ مرے پڑے ہیں، ان کی تلواریں خون سے سرخ ہیں۔ او میرے بھائی، میرے بھائی، تو نے میرے محبوب کو قتل کیوں کیا؟ میں تم دونوں سے محبت کرتی تھی۔ پہاڑی پر رہنے والے ہزاروں میں تم سب سے حسین تھے اور جنگ و جدل میں تم شیر تھے۔ مجھے جواب دو۔ میرے پیارو، مجھے سنو، آہ۔۔۔۔وہ دم بخود ہیں، ہمیشہ کے لئے، ان کے سینے مٹی کی طرح ٹھنڈے۔

”او مُردو، بولو، پہاڑ کی چٹانوں سے، طوفان زدہ پہاڑیوں کی چوٹی سے۔ ہاں بولو! میں نہیں کانپوں گی۔ اپنے آخری آرام کے لئے تم کہاں چلے گئے ہو؟ میں کس غار میں تمہیں ڈھونڈوں گی؟ میں ہوا سے آتی ہوئی کوئی ناتواں آواز نہیں سنتی، پہاڑی پر برپا طوفان میری طرف کوئی جواب نہیں بھیجتا۔

”اس مصیبت میں اسیر، آنسوؤں میں نہائی ہوئی میں ہمہ تن صبح کا انتظار کر رہی ہوں۔ میرے دوستو، ان مُردوں کے لئے قبر کھودو لیکن جب تک میں آ نہ جاؤں، انہیں خاک میں نہ چھپاؤ۔ خواب کی مانند میری زندگی مجھے چھوڑ رہی ہے۔ میں کیسے پیچھے رہ سکتی ہوں؟ یہاں، چٹانوں میں بہتی ہوئی ندی کے کنارے میں اپنے دوستوں کے ساتھ رہوں گی۔ جب رات چٹانوں پر چھا جائے گی اور ہوا ویران زمین پر خاک اڑائے گی، میری روح آزاد ہو کر ہوا میں کھڑی ہو جائے گی

اور میرے دوست کی موت کا ماتم کرے گی۔ شکاری اپنی پوشیدہ غار میں مجھے سن سکتا ہے، میری آواز سے ڈرتا ہے اور اسے پیار کرتا ہے کیونکہ جو آواز میرے دوستوں کا نوحہ کرتی ہے وہ میٹھی ہو گی۔ میں دونوں سے محبت کرتی ہوں۔

"اومائنونہ، طورمن کی شرمیلی بیٹی، یہ تھا تیرا نغمہ! ہمارے آنسو کولما کے لئے رواں ہوئے اور ہماری روحیں افسردہ ہو گئیں۔

"یولن اپنے ساز و مضراب کے ساتھ آگے بڑھا اور ہمیں ایلپسن کا نغمہ سنایا۔ ایلپسن کی آواز میں اپنائیت تھی اور رائنو کی روح میں ایک جوش مارتا چشمہ تھا، لیکن ان دونوں کو پہلے ہی اپنے گھر کی محدود چاردیواری میں سپردخاک کیا جاچکا ہے اور ان کی آوازیں سیلما میں صدائے بازگشت بن کر تحلیل ہو چکی ہیں۔ ایک دفعہ، بہادروں کی موت سے قبل، جب یولن شکار سے واپس لوٹا تھا تو اس نے ان کے مقابلے کی آواز پہاڑ پر سنی تھی۔ ان کا نغمہ مدھر لیکن اداس تھا۔ وہ مورار کی شکست کا ماتم کر رہے تھے جو اولین ہیرو تھا۔ اس کی روح فِنگال کی طرح اور اس کی تلوار آسکر کی طرح تھی لیکن وہ میدان میں گرا اور اس کے باپ نے اس کی موت کا ماتم کیا اور اس کی بہن مائنونہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ مائنونہ، عظیم مورار کی بہن۔ یولن کا نغمہ سن کر وہ اس طرح پیچھے ہٹ گئی جس طرح مغرب میں چاند بارش کو دیکھ کر اپنا حسین مکھڑا کسی بادل میں چھپالیتا ہے۔ یولن کے ہمراہ میں نے ساز پر رائنو کے مرثیے میں سنگت کی۔

"رائنو: ہوا اور بارش تھم چکی ہیں، دوپہر کی ساعت بالکل صاف ہے اور بادل چھٹ رہے ہیں۔ غیر یقینی سورج پہاڑی پر اپنی اجلی دھوپ بکھیر رہا ہے اور پہاڑی ندی کا سرخ پانی وادی میں بہہ رہا ہے۔ او ندی، تیری گنگناہٹ شیریں ہے، تاہم جو آواز میں سنتا ہوں وہ شیریں تر

ہے۔۔۔ایلپسن کی آواز اپنے مردے کا ماتم کرتے ہوئے! سالخوردگی سے اس کا سر جھک گیا ہے اور رونے سے اس کی آنکھیں سرخ ہیں۔ او ایلپسن، عظیم شاعر، خاموش پہاڑی پر تنہا تم کہاں ہو؟ کیوں تم صحرا کی ہوا کی طرح اور دور دراز ساحل سمندر کی موج کی طرح نوحہ کناں ہو؟

"ایلپسن: رائنو، میرے آنسو مرنے والوں کے لئے ہیں اور میری آواز شہر خموشاں کے باسیوں کے لئے ہے۔ تو گھوڑے پر سوار چست دکھائی دیتا ہے اور اس بنجر زمین کے بیٹوں میں تو سب سے خوبصورت ہے۔ لیکن تو بھی مورار کی طرح قتل کیا جائے گا اور ماتم کرنے والا تیری قبر پر بیٹھے گا۔ پہاڑیاں تجھے بھول جائیں گی اور تیری کمان عظیم ہال میں بیکار پڑی رہے گی۔

"مورار تو پہاڑی کے ہرن کی طرح تیز رفتار تھا اور آسمان کی طرف لپکتے ہوئے شعلوں کی طرح خوفناک۔ تیرا غصہ طوفان کی طرح تھا یا جیسے چٹیل میدان پر بجلی کی چادر۔ تیری آواز بارش کے خاتمے کے بعد جاری ہونے والی ندی کی طرح تھی اور دور دراز پہاڑیوں میں گونجا کرتی تھی۔ تیرے دائیں بازو کی تاب نہ لا کر کئی بہادر گرے اور تیرے غصے کی آگ نے انہیں بھسم کر دیا، لیکن جب تو میدان جنگ سے لوٹتا تھا تو تیری پیشانی کیسے پر سکون ہوتی تھی۔ تیری صورت ایسے دکھائی دیتی جیسے خاموش شب میں دمکتا ہوا ماہتاب۔ اور تیری چھاتی جھنجھوڑنے والی ہوا کے ٹھہر جانے کے بعد جھیل کے پانی کی طرح پر سکون ہوتی تھی۔

"تیرے گھر کی چار دیواری تنگ ہے اور تیرا مسکن تاریک۔ تین قدموں سے میں تیری قبر عبور کر لیتا ہوں۔ تو جو کبھی بہت عظیم تھا۔۔۔اب تیری واحد یادگار۔۔۔۔۔چار پتھر ہیں جن پر جنگلی گھاس اگ آئی ہے۔ ایک پتوں سے محروم درخت اور طویل گھاس جو ہوا میں لہراتی ہے، عظیم الجثہ مورار کی قبر کی نشان دہی کرتے ہیں، مورار جو شکاری تھا۔ لیکن تیرا ماتم کرنے والی نہ کوئی

ماں ہے نہ کوئی دوشیزہ محبت بھرے آنسو بہاتی ہے۔ جس نے تجھے جنم دیا تھا وہ مر چکی ہے، مور گلان کی خوبصورت بیٹی بھی قتل کی جا چکی ہے۔

"دور وہ اپنی لاٹھی سے ٹیک لگائے کون کھڑا ہے؟ وہ کون ہے؟ سالخوردگی سے اس کے بال سفید ہو چکے ہیں، رونے سے اس کی آنکھیں سرخ نظر آتی ہیں۔ مورار، یہ تیرا باپ ہے، تو اس کا اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ میدان جنگ میں تیری شجاعت کو جانتا ہے، جن دشمنوں کو تو نے مار بھگایا انہیں جانتا ہے، اس نے مورار کی شہرت تو سنی ہے لیکن اس کے زخم کا اسے علم نہیں ہے۔ رو، مورار کے باپ، رو۔ لیکن تیرا فرزند تیری آواز سننے سے قاصر ہے۔ مر جانے والوں کی نیند گہری ہوتی ہے اور خاک کا سرہانہ نچلا ہوتا ہے۔ وہ تیری آواز پر کوئی توجہ نہیں دیتا، وہ تیرے پکارنے پر کبھی بیدار نہ ہو گا۔ آہ اس کی قبر میں صبح کب نمودار ہو گی؟ سونے والے کو بیدار کرنے کا وقت کب آئے گا۔

"الوداع، او انسانوں میں سب سے شریف النسب، میدان جنگ کے فاتح! جنگ کا میدان تجھے دوبارہ کبھی نہ دیکھے گا اور نہ کبھی پھر تاریک جنگل تیری شمشیر کی چمک سے روشن ہو گا۔ تو نے اپنا کوئی وارث نہیں چھوڑا۔ لیکن ہمارا نغمہ تیرا نام زندہ رکھے گا اور مستقبل کے زمانے مورار کی داستان سنیں گے جو جنگ میں مارا گیا تھا۔

"بہادروں کا نوحہ بہت بلند تھا، اگرچہ سب سے بلند آرمین کی دلدوز آہ تھی کیونکہ اسے اپنے بہادر بیٹے کی موت یاد آ گئی جو اپنی نوجوانی میں مارا گیا تھا۔ کارمر، گالمال کے عظیم ہالوں کا سردار، قریب بیٹھا ہوا تھا۔ "ارمن کی آہ اسے کیوں بے چین کر رہی ہے؟" اس نے پوچھا۔ "اسے اس قدر غم زدہ کیا چیز کر رہی ہے؟" نغمہ اور ندا سے تو دل کا بوجھ ہلکا ہونا چاہیئے۔ یہ دونوں ہلکے کہر

کی مانند ہیں جو جھیل سے اٹھ کر وادیوں میں بکھر جاتا ہے اور شگفتہ پیڑوں کو نم آلود کرتا جاتا ہے۔ اگرچہ سورج دوبارہ اپنی شان و شوکت کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور دھند چھٹ جاتی ہے۔

"آرمن، سمندر سے گھرے جزیرچے کے سردار! تو کیوں اس قدر مضطرب ہے؟"

"مضطرب؟ ہاں میں ہوں! اور میرے غم کی وجہ کوئی معمولی نہیں ہے۔ کارمر تو نے اپنا بیٹا نہیں کھویا، تو کسی بیٹی سے محروم نہیں ہوا، بہادر کولگر، اور حسین ترین دوشیزہ انیرہ ابھی زندہ ہیں۔ کارمر تیرے خانوادے کی شاخیں ابھی پھوٹ رہی ہیں لیکن آرمن اپنی نسل کا آخری شگوفہ ہے۔ داؤرا تیرا تابوت تاریک ہے اور قبر میں گھٹن پیدا کر رہا ہے۔ تو اپنے نغمے اور اپنی سریلی آواز کے ساتھ کب اٹھے گی؟ اٹھو، خزاں کی ہواؤ، اٹھو اور سیاہ بنجر میدان میں پھیل جاؤ۔ جنگل کی ندیو شور مچاؤ، چیل کے پیڑوں کی چوٹیوں پر چلنے والے طوفانوں بین کرو۔ چاند! تو بادلوں کے ٹکڑوں میں گامزن ہو، اپنا زرد چہرہ کبھی چھپا کبھی دکھا۔ مجھے اس خوفناک رات کی یاد دلا جب میرے بچے موت کے گھاٹ اترے، جب طاقتور آرندل مارا گیا تھا اور پیاری داؤرا مر گئی تھی۔

"داؤرا، میری بچی تو حسین تھی جیسے فورا کے پہاڑوں پر ماہتاب، تو سفید تھی جیسے برف کے گالے، اور شیریں جیسے بادِ صبا۔ آرندل، تیری کمان مضبوط تھی اور تیرا نیزہ میدان جنگ کی آبرو۔ تیری نگاہ ایسے تھی جیسے سمندری لہروں پر اتری ہوئی دھند۔ تیری ڈھال گویا طوفان میں آگ کا بادل۔

"آرمر، معروف جنگجو داؤرا سے شادی کی درخواست کرنے آیا۔ داؤرا نے زیادہ دیر تک مزاحمت نہ کی اور ان کے دوستوں نے ان کے لئے دعائے خیر کی۔

"ایراث، اُغدال کا بیٹا ناراض تھا کیونکہ اس کے بھائی کو آرمر نے قتل کیا تھا۔ وہ ملاح کے بھیس میں آیا، اس کے بال عمر میں اضافے کے ساتھ سفید اور اس کی سنجیدہ صورت پر سکون تھی۔ اس کی کشتی کا پانیوں کو چیرنا ایک شاندار منظر تھا۔ "وہ دوشیزاؤں میں حسین ترین" وہ چلایا "آرمن کی خوبصورت بیٹی۔۔۔ سمندر میں کچھ فاصلے پر ایک چٹان پر، یہاں سے تھوڑی دور جہاں تو درخت پر چمکتے ہوئے پھل کو دیکھ سکتی ہے، آرمر تیرا انتظار کر رہا ہے۔ میں یہاں اس کی محبوبہ کی طوفانی سمندر میں رہبری کے لئے بھیجا گیا ہوں۔"

"داؤرا اس کے ساتھ چلی گئی اور آرمر کی طرف چلائی۔ "آرمر، میرے پیارے، میرے محبوب، تم مجھے کیوں ڈراتے ہو؟ میری پکار سنو، آرمث کے بیٹے! یہ میں داؤرا تجھے پکار رہی ہوں! چٹانوں سے صدائے بازگشت کے سوا اور کوئی جواب نہ آیا۔

"ایراث، دھوکے باز، قہقہہ لگاتے ہوئے واپس ساحل کی طرف بھاگ گیا۔ داؤرا نے اپنی آواز اونچی کر کے اپنے باپ اور بھائی کا نام پکارا۔ "آرندل، آرمن، کیا داؤرا کو بچانے والا کوئی نہیں ہے؟"

"اس کی آواز سمندر سے ہوتی ہوئی ان تک پہنچ گئی۔ آرندل، میرا بیٹا پہاڑ سے اترا، ابھی تک شکار سے اس کا جسم تھکا ہوا تھا اور اس کے تیر اس کے پہلو میں لٹک رہے تھے۔ کمان اس کے ہاتھ میں تھی اور پانچ بھورے رنگ کے کتے اس کے ساتھ تھے۔ اس نے دلیر ایراث کو ساحل پر دیکھا، اسے پکڑا اور ایک شاہ بلوط کے درخت سے باندھ دیا۔ اس کی کمر کے گرد مشکیں کس دیں اور اس قیدی کے کُراہنے سے ہوا بھر گئی۔

”اس کے بعد آرندل اپنی کشتی کے ساتھ سمندر کی طوفانی لہروں میں داؤرا کو بچانے کے لئے داخل ہوا۔ آرمر بھی آپہنچا اور غضب کے عالم میں اپنا خاکستری، پروں والا تیر چھوڑ دیا۔ تیر شور مچاتا گیا لیکن، یہ تیرے سینے میں ترازو ہو گیا، آرندل، میرے بیٹے! دھوکے باز ایراث کی جگہ پھر تو گر پڑا۔ آرندل کی کشتی چٹان تک جا پہنچی۔ وہ کشتی کے قریب ڈوبا اور مر گیا۔ اس کے بھائی کا خون داؤرا کے قدموں کے قریب بہہ رہا تھا۔ اوہ، داؤرا، داؤرا، تیرا غم کس قدر دردناک تھا!

”لہروں نے کشتی پاش پاش کر ڈالی۔ آرمر نے اپنی داؤرا کو بچانے کے لئے جان کی بازی لگائی اور سمندر میں کود پڑا۔ پہاڑی سے آنے والی ہوا کا ایک تیز جھونکا لہروں سے آن کر ٹکرایا اور وہ پانی کے نیچے چلا گیا، ہمیشہ کے لئے!

”بحری چٹانوں میں تنہا میں اپنی بیٹی کی غمزدہ پکار سن سکتا تھا۔ وہ دیر تک اونچی آواز سے چلاتی رہی لیکن میں اسے نہیں بچا سکتا تھا۔ رات بھر میں ساحل پر کھڑا رہا۔ چاند کی ناتواں کرنوں میں اس کو دیکھ سکتا تھا۔ تمام رات میں اس کی چیخ سنتا رہا۔ ہوا بھیانک انداز میں غراتی تھی اور شدید بارش پہاڑی کے دامن سے ٹکرا رہی تھی۔ صبح تک اس کی آواز کمزور پڑ گئی اور جلد ہی یہ غائب ہو گئی جیسے شام کی ہوا پتھروں پر اگنے والی گھاسوں میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ غم سے نڈھال ہو کر وہ مر گئی اور آرمن کو اکیلا چھوڑ گئی۔ میدان جنگ میں میری طاقت اب قصہء پارینہ بن چکی ہے۔ عورتوں میں میری مردانگی کی شہرت اب ماضی کا حصہ بن چکی ہے۔

”جب کوہستانی طوفان آتے ہیں اور باد شمال سمندری لہروں کو جوبن پر لے آتی ہے، میں شور سے گونجتے ساحل پر بیٹھ جاتا ہوں اور سمندر میں اس خوفناک چٹان پر نظریں گاڑتا ہوں۔

اکثر گھٹتے ہوئے چاند کی روشنی میں مجھے اپنے بچوں کی شکلیں نظر آتی ہیں۔ پلک جھپکتے میں وہ ایک اداس اتفاق کے ساتھ ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو گھومتے نظر آتے ہیں۔"

---------0---------
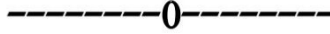
لوتی کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ پڑا، اس کا دل جو گھٹن کا شکار تھا اب پر سکون ہو گیا اور ورتھر آگے پڑھنے سے رک گیا۔ اس نے کاغذ ایک طرف پھینک دیئے، لوتی کا ہاتھ تھام لیا اور خوب رویا۔ لوتی نے اپنا سر دوسرے ہاتھ پر سہارے کے لئے رکھا ہوا تھا اور آنکھوں کو رومال سے چھپایا ہوا تھا۔ اس لمحے دونوں جو کچھ محسوس کر رہے تھے وہ اندوہناک تھا۔ انہوں نے اپنی دکھی زندگی کا عکس ان بہادر لوگوں کی قسمت میں ملاحظہ کیا۔ اسے دونوں نے مشترکہ طور پر محسوس کیا اور دونوں کے آنسو ایک ہو کر بہے۔ ورتھر کے ہونٹ اور آنکھیں لوتی کے بازو پر جل رہی تھیں۔ وہ کپکپی میں گرفتار تھی۔ وہ کمرے سے بھاگ جانا چاہتی تھی لیکن درد اور احساس ترحم نے اسے بے حس و حرکت کر دیا۔ اپنا معمول کا سکون بحال کرنے کے لئے وہ گہرے سانس لے رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ سسکیاں لے کر اور اپنی آسمانی آواز کی پوری قوت کے ساتھ ورتھر سے یہ سلسلہ جاری رکھنے کی التجا کر رہی تھی۔ ورتھر کانپ رہا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے گا۔ اس نے کاغذ دوبارہ اپنے ہاتھ میں لئے اور شکستہ آواز کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ "تو مجھے کیوں جگاتی ہے، او باد بہار؟ تو بھی یہ کہہ کر محبت و پیار کا تذکرہ کرتی ہے: "میں آسمان کے مقدس

قطروں سے شبنم بکھیرتی ہوں" لیکن میرے غائب ہونے کا وقت قریب ہے، نزدیک ہے وہ طوفان جو مجھے پتوں سے محروم کر دے گا! اور صبح کے وقت وہ مسافر نمودار ہو گا جس نے مجھے میری شوکت میں دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں مجھے میدان میں ڈھونڈیں گی لیکن نہ پا سکیں گی۔۔۔۔۔"

بدنصیب ورتھر پر یہ الفاظ اپنی تمام تر قوت اور اثر کے ساتھ گرے۔ عام بیچارگی میں وہ لوتی کے سامنے اپنے زانوں پر جھک گیا، اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنی آنکھوں اور ماتھے سے لگا لیا۔ اچانک ہی لوتی کی روح کو احساس ہوا کہ وہ کوئی خوفناک منصوبہ بنا رہا تھا۔ لوتی گھبرا گئی اور اس گھبراہٹ میں اس کا ہاتھ بڑی مضبوطی سے اپنی چھاتی کے ساتھ دبایا اور غمگین انداز میں قدم آگے بڑھا کر اس کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ ان کے جلتے ہوئے رخسار آپس میں ٹکرائے اور وقت ان کے لئے رک گیا۔ ورتھر نے لوتی کے گرد اپنے بازو حمائل کئے، اسے اپنے ساتھ بھینچا اور اس کے کپکپاتے اور لڑکھڑاتے ہونٹوں پر جذباتی بوسوں کی بوچھاڑ کر دی۔ "ورتھر" وہ پیچھے ہٹتے ہوئے گلے میں اٹکتی ہوئی آواز میں چلائی۔ "ورتھر" اور اپنے کمزور ہاتھ سے اسے دور دھکیل دیا۔ "ورتھر" اس نے پاکیزہ ترین جذبات سے معمور آواز میں کہا۔

اس نے لوتی کی مزاحمت کے لئے کچھ نہیں کیا۔ اس نے لوتی کو جانے دیا اور اپنے آپ کو عالم مدہوشی میں اس کے قدموں پر گرا دیا۔ اس نے کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو چھڑایا اور ایک خوفناک الجھن کی کیفیت میں، محبت اور غصے کے درمیان کانپتے ہوئے کہا۔ "یہ آخری وقت ہے ورتھر! اب تم مجھے دوبارہ نہیں ملو گے۔" اور اس حرماں نصیب آدمی پر ایک محبت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے وہ دوسرے کمرے کی طرف دوڑی اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ ورتھر نے اس کی طرف

اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے لیکن اسے روکنے کی جرات نہ کی۔ وہ فرش پر دراز ہو گیا، اس کا سر صوفے کے پہلو سے لگا ہوا تھا اور اس طرح وہ کوئی نصف گھنٹہ تک پڑا رہا جب ایک شور سے وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ خادمہ تھی جو کھانے کی میز لگانے کے لئے آ رہی تھی۔ وہ اٹھ کر کمرے میں ادھر ادھر چلنے لگا اور جب وہ دوبارہ اکیلا ہوا، اس کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا جس میں لوتی نے پناہ لی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔"لوتی۔۔۔۔۔لوتی۔۔۔۔۔صرف الوداع کا ایک لفظ۔" وہ خاموش رہی۔ آخرکار وہ اس جگہ سے چل پڑا اور جاتے ہوئے کہتا رہا۔"الوداع، لوتی! خدا حافظ لوتی، ہمیشہ کے لئے خدا حافظ!"

شہر کے بیرونی دروازوں پر، پاسبانوں نے جو ورتھر کے نظارے کے عادی تھے، اسے خاموشی سے گزر جانے دیا۔ اس وقت بوندا باندی ہو رہی تھی جس میں کچھ کچھ برفباری بھی شامل تھی اور یہ تقریباً گیارہ بجے کا وقت ہو گا جب اس نے دوبارہ اپنے گھر کے دروازوں پر دستک دی۔ اس کے نوکر نے دیکھا کہ اس کے مالک کے سر پہ ہیٹ موجود نہ تھا۔ تاہم اس نے اس کا تذکرہ کرنے کی جرات نہ کی اور خاموشی سے اس کے کپڑے بدلوائے۔ اس کے سارے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ ہیٹ بعد میں ایک چٹان پر پڑا ہوا پایا گیا جو پہاڑی کی ایک ڈھلوان پر عموداً جھکی ہوئی ہے اور بظاہر ناقابل یقین بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک تاریک اور بھیگی ہوئی رات میں ورتھر پھسل کر گرے بغیر اس پر چڑھا تھا۔

بہرحال وہ بستر میں دراز ہو گیا اور بڑی دیر تک سوتا رہا۔ اگلی صبح جب اس کے نوکر نے کافی کے لئے اس کی آواز کا جواب دیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا مالک کچھ لکھ رہا تھا۔ اس وقت وہ مندرجہ ذیل تحریر کا اضافہ لوتی کی طرف اپنے آخری خط میں کر رہا تھا:

"پس، آخری دفعہ۔۔۔ہاں آخری وقت کے لئے، میں یہ آنکھیں کھول رہا ہوں۔ یہ آنکھیں سورج کو دوبارہ نہیں دیکھ سکیں گی۔ ایک دھندلا، کہر آلود دن ان پر نقاب ڈالے ہوئے ہے۔ بہت اچھا پھر، او فطرت، تو مصروف ماتم ہو۔ تیرا بہادر بیٹا، تیرا دوست، تیرا محبوب زندگی کے دن پورے کرنے والا ہے۔ لوتی، یہ ایسا احساس ہے جس کی کوئی مثال نہیں، لیکن پھر بھی اپنے آپ سے یہ کہنا: "یہ آخری صبح ہے" انسان کے نیم بیداری کے خوابوں کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ آخری! لوتی مجھے لفظ "آخری" کی سمجھ نہیں آتی۔ کیا اب میں یہاں اپنی پوری طاقت کے ساتھ نہیں بیٹھا ہوا اور کل مجھے بے حس و حرکت فرش پر لیٹنا ہو گا؟ مرنا۔ کیا مطلب ہے اس کا؟ دیکھو۔۔۔جب ہم موت کی باتیں کرتے ہیں تو ہم خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ میں نے بے شمار لوگوں کو مرتے دیکھا ہے لیکن فکر انسانی اتنی محدود ہے کہ وہ انسانی وجود کی ابتدا اور انتہا کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔۔۔میری۔۔۔ابھی تک میری۔۔۔اور تمہارا! تمہارا، او میری محبوبہ! پھر ایک لمحہ اور۔۔۔اس کے بعد جدائی۔۔۔۔ایک دوسرے سے علیحدگی، شاید ہمیشہ کے لئے؟ نہیں، لوتی، نہیں! میں کیسے فنا ہو سکتا ہوں؟ تم کیسے جا سکتی ہو؟ تم اور میں۔۔۔۔۔ہم۔۔۔۔۔ہیں! فنا ہونا، مٹ جانا؟ کیا مطلب؟ دوبارہ، وہی بات یعنی کہ ایک لفظ۔۔۔ایک خالی آواز جس میں میرے دل کے لئے کوئی احساس نہیں۔ مردہ، لوتی۔۔۔ٹھنڈی زمین میں مدفون، جو تنگ بھی ہے تاریک بھی ہے! کبھی میری ایک محبوبہ ہوتی تھی جو میری بے بس جوانی کے دنوں میں میری سب کچھ تھی۔ وہ مر گئی۔ میں اس کے تابوت کے ساتھ ساتھ گیا اور جب اسے قبر میں اتارا گیا تو میں اس کی قبر کے کنارے کھڑا رہا۔ تابوت مٹی کے ٹکرانے سے خوفناک دبی دبی آواز پیدا کرتا۔ جوں جوں مٹی بھرتی گئی آواز بھی بدلتی گئی۔ حتٰی کہ تابوت پورا کا پورا چھپ گیا۔ میں قبر کے کنارے

بیٹھ گیا، میرا دل بہت متاثر اور خوفزدہ ہو رہا تھا۔ میرا سارا وجود گہرائی تک ہل چکا تھا لیکن پتہ نہیں چلتا تھا کہ مجھے کیا تھا اور نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ موت۔ قبر مجھے ان الفاظ کا مفہوم سمجھ نہیں آتا۔

اوہ، مجھے معاف کر دو، مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔کل۔۔۔یہ میرا زندگی کا آخری لمحہ ہوتا۔ اوہ، تم فرشتہ صورت! زندگی میں پہلی بار، کسی گمان کے بغیر مسرت کا ایک احساس میری گہرائیوں میں جگمگا اٹھا۔ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے، وہ مجھے چاہتی ہے! وہ مقدس آتش جو تم سے منتقل ہو کر میری طرف آئی تھی ابھی تک میرے ہونٹوں پر دہک رہی ہے۔ میرے دل میں مسرت کا ایک نیا چشمہ پھوٹ نکلا ہے۔ مجھے معاف کر دو، مجھے بخش دو!

"اوہ، میں جانتا تھا کہ تم مجھے چاہتی تھیں، اس کا علم مجھے اس وقت ہوا جب میں نے پہلی مرتبہ تمہاری دل میں اتر جانے والی نظر دیکھی۔ جب میں نے تمہارے ہاتھ کا لمس پہلی دفعہ محسوس کیا۔ لیکن پھر بھی جب میں کبھی تم سے دور ہوتا، یا جب میں البرٹ کو تمہارے پہلو میں دیکھتا، تو میں تشکیک کا شکار ہو کر نا امید ہونے لگتا۔

"کیا تمہیں وہ پھول یاد ہیں جو تم نے مجھے ایک دفعہ بھیجے تھے جب تم اس کی اکتا دینے والی محبت میں نہ تو مجھ سے کوئی بات کہہ سکی تھیں اور نہ مجھے اپنا ہاتھ دے سکی تھیں؟ میں نصف شب تک ان پھولوں کے سامنے سجدہ ریز رہا۔ ان پھولوں نے تمہاری محبت پر مہر تصدیق ثبت کر دی تھی لیکن افسوس کہ یہ تاثرات محو ہو جاتے ہیں بالکل ایسے جیسے خدا کے رحم و کرم کا احساس۔۔۔احساس جو اہل ایمان کو بڑی فراوانی کے ساتھ واضح اور مقدس مراقبوں میں عطا ہوتا ہے۔۔۔اور روح سے آہستہ آہستہ نکل جاتا ہے۔

"ایسی سب چیزیں بہر حال مٹنے والی ہیں۔ لیکن وقت اس تابناک زندگی کو نہیں کھرچ سکتا جس کا تجربہ کل مجھے تمہارے ہونٹوں پر ہوا اور جیسے میں ابھی تک اپنے اندر محسوس کر رہا ہوں۔۔۔ وہ مجھ سے کرتی ہے۔ ان بازوؤں نے اسے تھاما ہے، یہ ہونٹ اس کے ہونٹوں پر کانپے ہیں، اس منہ نے اس کے منہ کے قریب چند ٹوٹے پھوٹے لفظ نکالے ہیں۔ وہ میری ہے۔ تم میری ہو لوتی۔ ہمیشہ کے لئے!

"کیا فرق پڑتا ہے اگر البرٹ تمہارا خاوند ہے۔ خاوند۔۔۔ یہ لفظ اس دنیا کے لئے ہے اور اس دنیا کے لئے میرا تمہیں پیار کرنا یا اس کے بازوؤں سے چھڑا کر اپنے بازوؤں میں لانا بھی ایک گناہ ہے۔ ایک گناہ؟ بہت خوب، اور میں اس کی سزا اپنے آپ کو دے رہا ہوں۔ میں نے اس گناہ کا ذائقہ اس کی تمام تر مقدس لذت کے ساتھ چکھا ہے، میں اس کی قوت اور اس سے حاصل ہونے والی تسکین چوس کر دل میں سمو چکا ہوں۔ آج کے بعد تم میری ہو۔۔۔ میری، لوتی! میں اپنے مقدس باپ کی طرف روانہ ہو رہا ہوں۔ میں اسی سے فریاد کروں گا اور وہ مجھے تسکین دے گا حتٰی کہ تم آجاؤ گی اور میں اڑ کر تمہارا استقبال کروں گا اور تمہیں اپنے بازوؤں میں چھپا لوں گا اور ایک ابدی ہم آغوشی میں ہمیشہ رہنے والے خدا کے روبرو تمہارے پہلو میں رہوں گا۔

"میں خواب نہیں دیکھتا، میں نے سوچنا ترک کر دیا۔ قبر کے نزدیک سب کچھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ ہم ملیں گے۔ ہم ایک دوسرے کو دوبارہ دیکھیں گے۔ تمہاری ماں۔۔۔۔ میں اسے دیکھوں گا، ڈھونڈوں گا، اور، آہ، میں اپنے دل کا سارا بوجھ اس کے سامنے رکھ دوں گا۔ تمہاری ماں۔ تمہاری تصویر۔"

گیارہ بجے کے قریب ورتھر نے اپنے نوکر سے پوچھا کہ آیا البرٹ واپس گھر آچکا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں اس نے البرٹ کو گھوڑے پر گھر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ تب ورتھر نے ایک مختصر رقعہ، مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ البرٹ کی طرف بھیجا۔

"کیا آپ اس قدر مہربانی فرمائیں گے کہ مجھے اپنے پستول ایک سفر کے لئے جو میں شروع کرنے والا ہوں، مستعار دے دیں گے؟ بہت بہت آداب!"

گذشتہ رات لوتی بہت کم سو سکی۔ اسے جس امر کا ڈر تھا وہ غیر متوقع طور پر اس کے لئے طے ہو چکا تھا۔ اس کا خون جو عام طور پر اس کی رگوں میں بڑی ثابت قدمی اور معصومیت کے معمول کے ساتھ گردش کیا کرتا تھا تکلیف دہ ہیجان میں تھا۔ ہزاروں منتشر خیالات اسے پریشان کر رہے تھے۔ کیا یہ ورتھر کے گلے لگنے کا اثر تھا جسے وہ اپنی چھاتی کے اندر محسوس کر رہی تھی؟ کیا یہ اس کی جسارت کا ردعمل تھا؟ یا کیا یہ اس ناخوشگوار موازنے کا نتیجہ تھا جو وہ اپنی موجودہ حالت کا ماضی کے مکمل معصومیت اور خوداعتمادی سے بھرپور ایام کے ساتھ کر رہی تھی؟ وہ کس طرح اپنے خاوند کا استقبال کرے گی؟ چھپانے کی تو کوئی چیز نہ تھی لیکن وہ اس واقعہ کی وضاحت کیسے کرے گی وہ اس کی جرات نہیں کر سکتی تھی! دونوں اس موضوع پر بڑی مدت سے خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے۔۔۔ کیا وہ اس خاموشی کو توڑ دے اور ایک غلط وقت پر ایسا غیر متوقع انکشاف کر ڈالے؟ اسے ڈر تھا کہ ورتھر کا محض ذکر ہی اس کے خاوند پر ناخوشگوار اثر پیدا کرے گا، کجا جائے کہ اس خلافِ توقع حادثے کا تذکرہ! کیا وہ یہ امید کر سکتی تھی کہ اس کا خاوند ساری چیزوں کو ان کے حقیقی پس منظر میں دیکھے گا اور جو کچھ وہ کہے گی اسے کسی تعصب کے بغیر قبول کر لے گا؟ اور کیا وہ یہ چاہتی تھی کہ البرٹ اس کی روح میں جھانک کر دیکھے اور جو کچھ وہاں موجود ہے اسے پڑھے؟ لیکن پھر،

آیا وہ ایک ایسے آدمی سے ریاکاری کر سکتی تھی جس کے آگے اس نے کبھی کچھ نہ چھپایا تھا اور جس کے ساتھ وہ ہمیشہ آئینے کی طرح شفاف رہی تھی؟ یہ تمام چیزیں اسے پریشان اور افسردہ کر رہی تھیں۔ بار بار اس کے خیالات ورتھر کی طرف منتقل ہو جاتے جسے وہ کھو چکی تھی، جسے وہ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی، لیکن افسوس، چھوڑنا بھی پڑتا تھا، جس کے ساتھ، ایک دفعہ اس کے لوتی کو کھو دینے کے بعد۔۔۔ کوئی تعلق باقی نہیں رہا تھا۔

بیگانگی کا جو پردہ ان تینوں کے درمیان حائل ہو چکا تھا، لوتی کے دل پر بوجھ بن کر لٹک رہا تھا، لیکن یہ ایک ایسی چیز تھی جسے وہ اس لمحے واضح طور پر نہیں دیکھ رہی تھی۔ اچھے اور معقول لوگ بعض اوقات پوشیدہ اختلافات کے باعث ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں، ان میں سے ہر ایک خود کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھنے پر مصر ہوتا ہے اس کے بعد حالات مزید پیچیدہ اور اشتعال انگیز ہو جاتے ہیں حتٰی کہ ایک نازک ساعت میں جس پر سب کچھ منحصر ہوتا ہے، اس گرہ کو کھولنا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر اس حادثے سے ذرا پہلے کوئی خوش قسمت مفاہمت انہیں آپس میں ایک دوسرے کے قریب لے آتی، اگر وہ آپس میں محبت اور یگانگت کا احساس استوار کر لیتے اور ایک دوسرے پر اعتماد کرتے تو ورتھر کی زندگی بچائی جا سکتی تھی۔

ایک دوسرے عجیب واقعے کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح کہ ہمیں اس کے خطوط سے معلوم ہے ورتھر نے اس دنیا کو چھوڑنے کی اپنی خواہش کبھی پوشیدہ نہیں رکھی تھی۔ اس نکتے پر البرٹ اس کے ساتھ کئی مرتبہ بحث کر چکا تھا بلکہ لوتی سے بھی اس کا تذکرہ کئی دفعہ کیا تھا۔ چونکہ ایسا طرز عمل البرٹ کو طبعاً ناگوار تھا لہٰذا وہ اپنی فطرت کے برخلاف بڑی تلخی سے کہہ چکا تھا کہ وہ خودکشی کے بارے میں ورتھر کے ارادوں کو سنجیدہ نہیں سمجھتا تھا۔ ایک دن تو

وہ اتنی دور تک چلا گیا کہ وہ اس کے متعلق مذاق کرنے لگا اور اپنے شک و شبہ کا اظہار لوتی سے کیا۔ ایک طرف تو اس بات سے لوتی کو ایک گونہ تسلی ہوتی جب بھی وہ اس ناخوشگوار امکان کا تذکرہ کرتی لیکن دوسری طرف وہ انہی وجوہات کی بنا پر اپنے خاوند کے ساتھ اپنے ذہن کو ڈسنے والی بعض پریشانیوں کا ذکر کرنے سے ہچکچاتی تھی۔

البرٹ گھر میں داخل ہوا اور لوتی ایک احساس جرم کے ساتھ اس کے استقبال کو دوڑی۔ وہ خوشگوار موڈ میں نہیں تھا۔ اسے اپنا کام پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر لوٹنا پڑا تھا۔ مقامی مجسٹریٹ ایک تنگ نظر اور بے لچک آدمی ثابت ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی بیزاری میں خراب راستوں نے بھی اضافہ کر دیا تھا۔

آتے ہی اس نے دریافت کیا کہ کیا کوئی نئ خبر ہے۔ لوتی نے قدرے عجلت کے ساتھ جواب دیا کہ کل شام کو ورتھر وہاں آیا تھا۔ اس نے ڈاک وغیرہ کے متعلق پوچھا اور اسے بتایا گیا کہ کچھ خطوط اور پیکٹ اس کے کمرے میں رکھ دیئے گئے تھے۔ وہ وہاں چلا گیا اور لوتی اکیلی رہ گئی۔ اس آدمی کی موجودگی نے جسے وہ چاہتی تھی اور محترم سمجھتی تھی، اس کے دل پر تازہ تاثرات قائم کئے۔ اس کی محبت، کشادہ دلی اور مہربانی کے خیال نے اسے پر سکون کر دیا۔ اس کے دل میں اس کے پیچھے جانے کی خواہش پیدا ہوئی، چنانچہ حسب معمول اپنا کام ساتھ لے کر اس کے کمرے میں چلی گئی۔ وہاں نے اس نے البرٹ کو پیکٹ کھولتے ہوئے اور خطوط پڑھتے ہوئے پایا۔ بہت سے خطوط میں ناخوشگوار خبریں بھی تھیں۔ اس نے چند سوالات کئے جن کا جواب البرٹ نے بے رخی سے دیا اور پھر میز پر کچھ لکھنے بیٹھ گیا۔

ان حالات میں ایک گھنٹہ گزر گیا اور لوتی کی طبیعت مزید افسردہ ہوتی چلی گئی۔ اسے احساس تھا کہ جو بات اس کے دل پر بوجھ بنی ہوئی تھی اسے اپنے خاوند کو بتانا (خواہ وہ کتنے ہی عمدہ موڈ میں ہوتا) کس قدر محال تھا۔ اور یوں اس کی روح ایسی افسردگی میں ڈوبتی چلی گئی جو اس کے چھپانے اور آنسو روکنے کی کوشش میں زیادہ سے زیادہ ناقابل برداشت ہوتی بنتی گئی۔

اس اثنا میں ورتھر کے سائیس کی اچانک آمد نے اس کی گھبراہٹ میں اور اضافہ کر دیا۔ سائیس نے ایک نوٹ البرٹ کے حوالہ کیا جس پر اس نے اپنی بیوی کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "اس شخص کو پستول دے دو۔" ۔۔۔۔۔ سائیس لڑکے سے اس نے کہا۔ "اپنے مالک سے کہہ دینا کہ میں اس کے لئے خوشگوار سفر کا خواہاں ہوں۔"

یہ الفاظ بجلی کی طرح لوتی کے کانوں پر گرے۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے وہ لڑکھڑا گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کیا کرے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دیوار کی جانب گئی، کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دراز میں سے پستول نکالے، انہیں جھاڑا، ہچکچائی اور اگر البرٹ کی سوالیہ نگاہوں نے اسے یہ کام جلد ختم کرنے پر مجبور نہ کر دیا ہوتا تو شاید ابھی اور توقف کرتی۔ اس وقت بولنے کی سکت اس میں باقی نہیں رہی تھی اور اس نے چپ چاپ وہ بدقسمت ہتھیار لڑکے کو دے دیئے۔ جب لڑکا چلا گیا تو اس نے اپنا کام دوبارہ سنبھالا اور انتہائی ناقابل بیان افسردگی کی حالت میں اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں اسے آنے والی مصیبت سے مطلع کر رہی تھیں۔ ایک لمحے پر تو وہ اپنے خاوند کے پاؤں پر گرنے اور تمام باتوں کا اقرار کرنے پر تیار ہو گئی تھی۔ یعنی جو کچھ گذشتہ رات وقوع پذیر ہوا، اس کا جرم اور خطرناک نتائج کا امکان وغیرہ۔۔۔ لیکن پھر دوبارہ اسے احساس

ہوا کہ اس اعتراف کے کیاتباہ کن اثرات اس پر پڑیں گے۔ آخری چیز جس کی وہ امید کر سکتی تھی وہ یہ تھی کہ شاید اس کا خاوند اس دوران ورتھر سے ملنے کے لئے چلا جائے۔

کھانے کی میز لگائی جاچکی تھی۔ ایک اچھا دوست جو وہاں کسی چیز کے پوچھنے کے لئے آیا تھا، رک گیا اور میز پر گفتگو کسی حد تک قابل برداشت ہو گئی تھی۔ لوتی نے کسی حد تک اپنے پر قابو پانے کی کوشش کی، باتوں میں شرکت کی اور وقتی طور پر اپنے آپ کو فراموش کر دیا۔

نوکر نے ورتھر کو پستول لا کر دے دیئے۔ جب اس نے سنا کہ یہ ہتھیار خود لوتی نے اس کے حوالے کئے تھے تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے روٹی اور شراب طلب کی، لڑکے کو کھانا کھانے کی ہدایت کی اور لکھنے بیٹھ گیا۔

"یہ ہتھیار تمہارے ہاتھوں سے ہو کر آئے ہیں۔ تم نے ان کی گرد جھاڑی، تم نے انہیں چھوا۔ میں انہیں ایک ہزار مرتبہ چوموں گا۔ مشیت ایزدی میرے فیصلے کی تائید کر رہی ہے اور تم، لوتی، مجھے یہ مہلک ہتھیار دیتی ہو۔۔۔ تم، جس سے مجھے موت پانے کی آرزو تھی اور اب پا رہا ہوں۔ اوہ، میں نے اپنے نوکر سے کیسے سوالات کئے!! وہ کہتا ہے کہ پستول دیتے ہوئے تمہارے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ تم نے کوئی الوداع نہ کہا۔ افسوس۔۔۔ خداحافظ بھی نہ کہا۔ کیا تم نے اس لمحے کی خاطر مجھ سے منہ موڑ لیا ہے جس کی بدولت میں ہمیشہ کے لئے تم سے وابستہ ہو گیا؟ لوتی وہ نقش تو اب ہزاروں برس کی مدت بھی دل سے نہیں کھرچ سکتی۔ اور۔۔۔ میں اسے محسوس کرتا ہوں۔۔۔ تم اس سے نفرت نہیں کر سکتیں جس کا سراپا تمہاری محبت کے نور سے چمک رہا ہے۔

رات کا کھانا کھا چکنے کے بعد اس نے لڑکے کو سامان باندھنے کا حکم دیا۔ چند کاغذات پھاڑے اور باہر چلا گیا اور چند چھوٹے موٹے قرضے چکائے۔ اس کے بعد وہ واپس گھر آ گیا اور

دوبارہ بارش کی پرواہ کے بغیر بیرونی دروازے تک باہر نکل گیا، جہاں سے کاؤنٹ کے باغ میں اور پھر ادھر ادھر کھیتوں میں پھرتا رہا۔ جب رات چھانے لگی تو وہ گھر لوٹ آیا اور یہ خط لکھا۔ "ولیم میں نے اب آخری مرتبہ کھیت، جنگلات اور آسمان دیکھے ہیں۔ آپ کو بھی الوداع! پیاری ماں، مجھے معاف کردو۔ ولیم میری ماں کو تسکین دینا۔ آپ دونوں پر خدا کی رحمت ہو! میرے تمام معاملات اور واجبات ٹھیک ٹھاک ہیں، الوداع۔ انشاء اللہ ہم دوبارہ زیادہ بہتر اور خوشگوار حالات میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔

"البرٹ، میں نے آپ کا بہت تھوڑا حق ادا کیا ہے لیکن آپ مجھے معاف کر دیں گے۔ میں نے آپ کے گھریلو امن میں رخنہ ڈالا۔ میں نے آپ کے اور لوتی کے درمیان بدگمانی کے بیج بوئے۔ الوداع۔ یہ میری خواہش ہے کہ یہ معاملات جہاں ہیں وہیں ختم ہو جائیں۔ کاش آپ میری موت سے اپنی خوشیوں کو دوبارہ حاصل کر سکیں! البرٹ، میری فرشتہ نفس کو خوش رکھنا! اور خدا آپ دونوں پر اپنی برکات نازل کرے!"

باقی ماندہ شام اس نے اپنے کاغذات کو دوبارہ پڑھنے میں بسر کی۔ بہت سے کاغذات اس نے پھاڑ ڈالے اور انہیں نذر آتش کر دیا۔ بہت سے پلندوں پر مہریں ثبت کیں اور ولیم کا پتہ ان پر لکھا۔ ان پلندوں میں اس کے چند مضامین اور ذاتی محسوسات اور مشاہدات شامل تھے، ان میں سے بہت سے میں نے بھی دیکھے ہیں۔ دس بجے کے قریب اس نے چولہے میں آگ تیز کرنے اور شراب کی ایک بوتل طلب کرنے کے بعد نوکر کو سونے کے لئے بھیج دیا۔ لڑکے کا کمرہ، دیگر گھریلو خدام کی طرح گھر کے عقب میں کچھ فاصلے پر واقع تھا۔ وہ جن کپڑوں میں تھا انہی کے ساتھ سو گیا

تاکہ علی الصبح جانے کے لئے تیار ہو سکے کیونکہ اس کے مالک نے اسے بتایا تھا کہ ڈاک لے جانے والی گھوڑا گاڑی وہاں چھ بجے سے بھی پہلے پہنچ جائے گی۔

---------0---------

گیارہ بجے کے بعد

"میرے ارد گرد ہر چیز خاموش ہے اور میری روح کے اندر بھی خاموشی ہے۔ میں اپنے خدا کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے زندگی کے اس آخری لمحے میں قوت اور حوصلہ عطا کیا۔

میں اپنی پسندیدہ کھڑکی کی طرف جا کر باہر جھانکتا ہوں۔ اڑتے ہوئے طوفانی بادلوں کے درمیان ابدی آسمان میں چند ستارے نظر آ رہے ہیں۔ نہیں، تم نہیں گرو گے۔ وہ ابدی ہستی تمہیں اپنے دل میں اٹھائے ہوئے ہے جس طرح کہ مجھے۔ میں اس خاص ستارے کو آج بھی آسمان کے کناروں میں دیکھ سکتا ہوں جسے میں نے اس دن تمہارے ہاں سے رخصت ہونے کے بعد شہر کے دروازے سے باہر آ کر دیکھا تھا۔ جب بھی میں نے اسے دیکھا ہے ایک نشہ سا مجھ پر طاری ہو جاتا ہے میں ہاتھ اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرتا ہوں، یہ میری موجودہ مسرت کا مقدس نشان ہے۔ اوہ، تم کیوں مجھے اس قدر یاد آ رہی ہو؟ کیا میرے ارد گرد تم ہی تم نہیں ہو؟ اور کیا میں نے ان تمام معمولی اور چھوٹی چیزوں کو ایک بچے کی طرح اہمیت نہیں دی جنہیں تم نے محض ایک دفعہ چھو لیا۔

تمہاری وہ تصویر جو مجھے بے حد پسند تھی، میں تمہارے لئے چھوڑ کر جا رہا ہوں اور تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس تصویر کا احترام کرنا۔ اس پر میرے ہزاروں جذباتی بوسے ثبت ہیں۔ جب کبھی میں گھر سے باہر کہیں جاتا اور واپس لوٹتا تو ہمیشہ اس تصویر کو ہزاروں سلام پیش کرتا تھا۔

ایک دوسری تحریر میں میں نے تمہارے باپ سے درخواست کی ہے کہ وہ میری باقیات کو اپنی تحویل میں لے لے۔ گورستان میں، پیچھے ایک کونے میں واقع کھیت کے قریب دو لیموں کے درخت ہیں۔ میں نے اپنے ابدی سکون کے لئے یہ جگہ منتخب کی ہے۔ تمہارا باپ میری یہ خواہش پوری کر سکتا ہے۔ اپنے دوست کے لئے وہ ایسا ضرور کرے گا۔ تم بھی میری سفارش کر دینا۔ کسی پکے عیسائی سے یہ توقع کرنا کہ وہ مجھ ایسے بدنصیب کے قریب دفن ہونا پسند کرے گا، زیادتی ہو گی۔ مجھے ویسے بڑی خواہش ہے کہ لوگ مجھے ایسی جگہ دفن کریں جو راستے کے پاس یا خاموش وادی کے درمیان ہو تاکہ سادھو اور راہب لوگ قبر کے قریب سے گزرتے ہوئے میرے لئے دعائے مغفرت کر سکیں اور اہل درد جوانمرد میرے لئے وہاں چند آنسو بہا سکیں۔

ادھر دیکھو، لوتی۔۔۔۔۔زہرِ ہلاہل کے جس پیالے سے میں نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اسے پکڑتے ہوئے میں بالکل پر سکون ہوں۔ یہ تم نے میری طرف بھیجا ہے اور میں اسے پینے میں سستی نہیں کروں گا تمام، تمام کا تمام پیالہ! پس زندگی کی میری خواہشیں اور امیدیں پوری ہو چکی ہیں۔۔۔۔۔اب موت کے آہنی دروازوں پر بڑے استقلال اور بے فکری کے ساتھ دستک دینا باقی ہے!

لوتی، یہ خوش نصیبی میرا مقدر ٹھہری ہے کہ آج میں تمہارے لئے مروں گا، خود کو تمہارے لئے قربان کر دوں گا۔۔۔۔۔اگر میں تمہاری زندگی کا امن و چین اور مسرت اس طرح دوبارہ بحال کر سکتا ہوں تو میں بڑی خوشی اور ولولے کے ساتھ اپنے آپ کو موت کے حوالے کروں گا۔ یہ چیز صرف چند عالی ظرف لوگوں کے حصے میں آتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کا خون ان

لوگوں کے لئے بہادیتے ہیں جن سے وہ محبت کرتے ہیں اور اپنی قربانی سے اپنے دوستوں کے لئے زندگی کی شمع روشن کر جاتے ہیں۔

لوتی، میں نے جو کپڑے اس وقت پہن رکھے ہیں انہی میں دفن ہونا چاہتا ہوں۔ ان کپڑوں کو تم نے چھوا ہے اور یہ مقدس ہو چکے ہیں۔ میں نے تمہارے باپ کو بھی یہی وصیت کی ہے۔ میری روح تابوت کے اوپر تیرتی رہے گی۔ مہربانی کر کے کوئی میری جیبوں کی تلاشی لینے کی کوشش نہ کرے۔ وہ ہلکی گلابی پٹی جو تم نے اپنے سینے پر پہنی ہوئی تھی جب میں نے پہلی دفعہ تمہیں بچوں کے ساتھ دیکھا تھا (ان بچوں کو ہزار دفعہ چومنا اور انہیں ان کے بدنصیب دوست کا انجام بتانا۔ انہیں میں اب بھی اپنے گرد ناچتا محسوس کرتا ہوں۔ آہ، کیسے میں تمہارے ساتھ پہلی نظر میں اسیر محبت ہو گیا تھا اور پھر کبھی آزاد نہ ہو سکا) اس پٹی کو میرے ساتھ دفن کرنا ہے۔ یہ پٹی تم نے مجھے میری سالگرہ پر بطور تحفہ دی تھی۔ آہ کس اشتیاق سے میں اس محبت میں جذب ہوتا گیا یہ سوچے بغیر کہ اس کا انجام یہ نکلے گا۔ خاموش رہو، میں استدعا کرتا ہوں، غم نہ کھاؤ۔ آہ و زاری نہ کرو۔

پستول بھرا ہوا ہے۔ گھڑیال آدھی رات کا اعلان کر رہا ہے۔ پس ٹھیک ہے ایسے ہی ہو گا۔ لوتی، الوداع، الوداع!"

ایک ہمسائے نے گولی چلنے کی آواز سنی اور بارود کا شعلہ دیکھا، لیکن چونکہ باقی ہر طرف خاموشی رہی، اس نے اس واقعہ پر مزید توجہ نہ دی۔

اگلے دن صبح سویرے چھ بجے نوکر روشنی لے کر ورتھر کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے مالک کو فرش پر دراز پایا، قریب ہی پستول اور خون موجود تھا۔ وہ چیخ اٹھا۔ اپنے مالک کو

چھوا۔ جواب ندارد۔ ورتھر کی سانس اکھڑ اکھڑ کر آ رہی تھی۔ لڑکا ڈاکٹر اور البرٹ کو بلانے کے لئے بھاگا۔ لوتی نے گھنٹی کی آواز سنی اور اس کے تمام جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس نے اپنے خاوند کو جگایا۔ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ نوکر نے ہکلاتے اور آہیں بھرتے ہوئے واقعہ کی خبر سنائی۔ لوتی خبر سنتے ہی البرٹ کے قدموں میں بے ہوش ہو کر ڈھیر ہو گئی۔

جب ڈاکٹر پہنچا تو اس نے بدنصیب آدمی کو فرش پر پڑا پایا۔ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اس کی نبض اب بھی محسوس کی جا سکتی تھی لیکن اس کے تمام اعضاء و جوارح مفلوج ہو چکے تھے۔ اس نے اپنی دائیں آنکھ کے عین اوپر سر میں گولی چلائی تھی جس سے بھیجہ باہر نکل آیا تھا۔ بطور کوششِ ناکام کے ڈاکٹر نے ایک رگ سے خون نکالا۔ خون رواں ہو گیا۔ ورتھر اب بھی سانس لے رہا تھا۔

بازوؤں والی کرسی پر خون اس امر کا ثبوت تھا کہ اس نے میز کے سامنے بیٹھ کر اپنے آپ پر گولی چلائی تھی، اس کے بعد وہ کرسی سمیت زور سے زمین پر آ رہا تھا اور مسلسل تڑپنے سے اس کا جسم کرسی سے علیٰحدہ ہو گیا تھا۔ وہ پیٹھ کے بل زمین پر لیٹا ہوا تھا، اس کے سامنے کھلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ وہ مکمل طور پر نیلے کوٹ اور پیلی واسکٹ میں ملبوس تھا اور جوتے بھی اسی طرح پہن رکھے تھے۔

گھر، محلے اور تمام شہر میں سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی۔ البرٹ کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت تک ورتھر کو بستر پر لٹایا جا چکا تھا اور اس کے ماتھے پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ اس کا چہرہ پہلے ہی مردوں کی طرح دکھائی دیتا تھا، اس نے کسی عضو کو حرکت نہ دی۔ اس کے سانس کا سلسلہ وحشتناک تھا۔ کبھی یکایک کمزور اور پھر ذرا مضبوط۔ وہ اس کے خاتمے کا انتظار کر رہے تھے۔

اس نے مرنے سے پہلے صرف ایک گلاس شراب کا پیا تھا۔ ''ایمیلیا گیلوتی'' (ایک مشہور ڈرامہ) کی ایک کاپی اس کے لکھنے کے ڈیسک پر کھلی پڑی تھی۔

البرٹ کے اضطراب یا لوتی کے غم کو بیان کرنے کے لئے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

بوڑھے ''جج'' نے جونہی یہ خبر سنی وہ چلاتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اپنے رخساروں پر بہتے ہوئے گرم گرم آنسوؤں کے ساتھ اس نے موت سے ہمکنار ہونے والے شخص کو بوسہ دیا۔ اس کے بڑے بیٹوں نے فوراً اس کی پیروی کی۔ وہ سب بستر کے قریب انتہائی گہرے غم کے عالم میں اپنے گھٹنوں پر جھک گئے اور مرنے والے کے ہاتھوں اور منہ کو چومنے لگے۔ سب سے بڑا لڑکا جسے ورتھر انتہائی زیادہ پیار کرتا تھا، جب اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی اس کے ہونٹوں سے چمٹ گیا اور اسے بڑی مشکل سے علیٰحدہ کرنا پڑا۔ دوپہر کے عین بارہ بجے ورتھر مر گیا۔ جج کی موجودگی اور اس کے انتظامات کی بدولت لوگوں کی چہ میگوئیاں بند ہو گئیں۔ اسی رات قریباً گیارہ بجے ورتھر کو اس کی وصیت کردہ جگہ پر دفن کر دیا گیا۔ بوڑھا آدمی اور اس کے بیٹے جنازے کے آگے چل رہے تھے۔ البرٹ رسم تدفین میں شرکت کے قابل نہ ہو سکا۔ انہیں لوتی کی جان کا بھی ڈر لگا ہوا تھا۔ مزدوروں نے بے جان جسم کو اٹھایا۔ جنازے میں کوئی پادری شامل نہیں تھا۔

--------0--------

① شاہکار جریدی کتب ② شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ③ شاہکار بے بی انسائیکلوپیڈیا ④ شاہکار انسائیکلوپیڈیا معلومات
کے ساتھ ساتھ ہر ماہ 'بارہ' شاہکاروں کا اضافہ
یکم اکتوبر ۱۹۷۶ء سے
اُردو نشر و اشاعت کی تاریخ کے دو اہم سنگِ میل — دو اور انقلاب آفریں شاہکار منصوبے
شاہکار منصوبہ نمبر ۵
اور بھی ارزاں قیمت کے گرانقدر علمی و ادبی سلسلے
شاہکار جیبی کتب
● اُردو کے عظیم افسانہ نگاروں کے شاہکار افسانوں کے مجموعے۔ دُنیا کے بڑے بڑے افسانہ نگاروں کے شاہکار افسانوں کے مجموعے، شاہکار ڈرامے، شاہکار ناولٹ، شاہکار چھوٹے ناول۔ اردو کے اور دنیا کی دوسری زبانوں کے طنزیہ، مزاحیہ ادب کا شاہکار انتخاب، شاہکار تنقیدی و تحقیقی مقالات کے مجموعے ● ہر موضوع پر چھوٹی ضخامت کے شاہکار فلسفہ، تاریخ معاشیات، عمرانیات، سیاسیات، نفسیات، فنونِ لطیفہ، شخصیات، سائنس، اسلامیات، پاکستانیات غرض ہر موضوع کے عظیم تاریخ ساز مقالات۔ ایسی ضخیم علمی کتابوں اور ناولوں کی معیاری تلخیص جن کی مکمل اشاعت فی الحال یا تو ممکن نہیں یا موزوں نہیں۔ ایسے بیش بہا اور لازوال علمی جواہر جو گرانڈیل جرائد اور گران قیمت کتب کے اوراقِ گمشدہ میں مخفی پڑے ہیں۔ ایک خوشبو جو بند ہو جانے کے لیے نہیں پھیل جانے کے لیے ہے
بہترین دماغوں کا بہترین نچوڑ
● ہر مہینے چار شاہکار جیبی کتب دو کتب ہر پہلی تاریخ کو اور دو کتابیں ہر پندرہ کو "شاہکار" کی معروف باقاعدگی سے شائع ہوا کریں گی:
● دبیز آفسٹ پیپر کا رنگین سرورق ● سفید کاغذ
قیمت فی شاہکار جیبی کتاب:
صرف اور صرف ڈیڑھ روپیہ

شاہکار منصوبہ نمبر ۶

ہمارے پھول سے بچوں کی قدرتی ذہانت کو زنگ لگا دینے والے مروجہ گھسے پٹے نظام تعلیم کے برعکس ایک فعال، بامقصد، موثر اور وقت کے تیز رفتار تقاضوں کے مطابق نصابِ تعلیم

شاہکار تعلیمی نظام

فی الحال مندرجہ ذیل ۸ ضروری مضامین کیلئے سلسلے قائم کیے جا رہے ہیں۔ ہر سلسلے کے تحت ہر ماہ ایک تعلیمی باتصویر فیچر شائع ہوگا یعنی ایک مہینے میں آٹھ فیچر پیش کیے جائیں گے، چار فیچر ہر پہلی کو اور ۴ فیچر ہر پندرہ کو شائع ہوا کرینگے۔ پہلے سال میں شائع ہونے والے ۹۶ تعلیمی فیچروں کی مکمل فہرست یہ ہے:

جس کا نفاذ یکم اکتوبر ۱۹۷۶ء سے ہو رہا ہے

سلسلہ نمبر ۱ — جانوروں کی دنیا

چند عجیب و غریب جانور، انسان سے ملتے جلتے جانور، چمگادڑ اور اسکے رشتہ دار، شیر، چیتے اور بلیاں، دوست کتے، دشمن کتے، ریچھ اور اسکے رشتہ دار، سمندر کے بڑے بڑے جانور، کترنے والے جانور، کھودنے والے جانور۔ گائے، بیل اور بھینس۔ بھیڑ بکریاں، تیز دوڑنے والے جانور۔

سلسلہ نمبر ۲ — جانی پہچانی چیزیں

روٹی اور ڈبل روٹی۔ ایک گلاس پانی۔ ایک کپ چائے۔ گھنٹے اور گھڑیاں۔ کاغذ اور گتے۔ ماچس اور دیاسلائی۔ چاقو، چھریاں اور کانٹے۔ گڑ، شکر اور چینی۔ اونی، سوتی کپڑے۔ اینٹیں اور عمارتیں۔ نمک۔ کیمرہ اور فوٹو گرافی۔

سلسلہ نمبر ۳ — زمین اور اس کے پڑوسی

کائنات کتنی وسیع ہے؟ سورج اور ہماری زمین۔ زمین کیوں اور کیسے گھومتی ہے؟ زمین کے گولے میں کیا ہے؟ آگ اور پانی زمین کا نقشہ بدلتے رہتے ہیں۔ دھوپ اور ہوا پہاڑوں کا حلیہ بگاڑتے رہتے ہیں۔ زمین کا چہرہ۔ پہاڑ اور برف کے دریا۔ جنگل اور صحرا۔ دریا اور سمندر۔ آب و ہوا۔ موسم

سلسلہ نمبر ۴ — انسانی میل جول

سب سے پہلے زبان بنی تھی، پھر خبر رسانی شروع ہوئی۔ دور دراز فاصلے سمٹنے لگے، نقل و حمل کی ضرورتیں پیدا ہوئیں۔ پگڈنڈیوں اور سڑکوں سے پہلے کیا تھا؟ لکھنے کا فن ایجاد ہوتا ہے۔ پہیہ ایجاد ہوتا ہے۔ پیغام رساں گھوڑے۔ باربرداری کے دوسرے جانور۔ سڑکیں بنتی ہیں۔ آبی راستے کھل جاتے ہیں۔ ریل خانہ بدوش۔

سلسلہ نمبر ۵ — ابتدائی سائنس

قدرت کی طاقت۔ انسان کی طاقت، جانوروں کی طاقت، ہوا کی طاقت، کوئلے کی طاقت، بھاپ کی طاقت۔ بھاپ کی طاقت کے کرشمے، گیس کی طاقت، گیس کی طاقت کے کرشمے۔ تیل کی طاقت۔ تیل — کنویں سے کارخانے تک۔

سلسلہ نمبر ۶ — ملکوں ملکوں کی کہانی

سارا جہاں ہمارا — پاکستان، افغانستان، ایران، اردن، البانیہ، الجزائر، انڈونیشیا، ترکی، سعودی عرب، تیونس، سوڈان وغیرہ۔

سلسلہ نمبر ۷ — جسم، ذہن، روح

زندگی ہی زندگی، پہلی پہلی زندہ چیزیں، زندگی سمندر سے نکل کر خشکی پر کیوں آئی؟ زندگی ہو تو جسم بنتا ہے، ننھی منی زندہ چیزیں۔ اچھے جراثیم، برے جراثیم، زندگی کہاں رہتی ہے؟ خون کے سرخ خلیے، خون کے سفید خلیے، دل، پھیپھڑے، جلد۔

سلسلہ نمبر ۸ — کیوں، کب، کیسے، کہاں؟

ہر فیچر میں ہر موضوع سے متعلق، انتہائی دلچسپ سوالات اور ان کے جوابات، مع تصاویر۔

دبیز آفسٹ پیپر پر چھپے ہوئے بڑے سائز کے ہر باتصویر تعلیمی فیچر کی قیمت صرف ۵۰ پیسے

سرورق: ایشین آرٹ پریس، ۱۲۔ میکلوڈ روڈ، لاہور